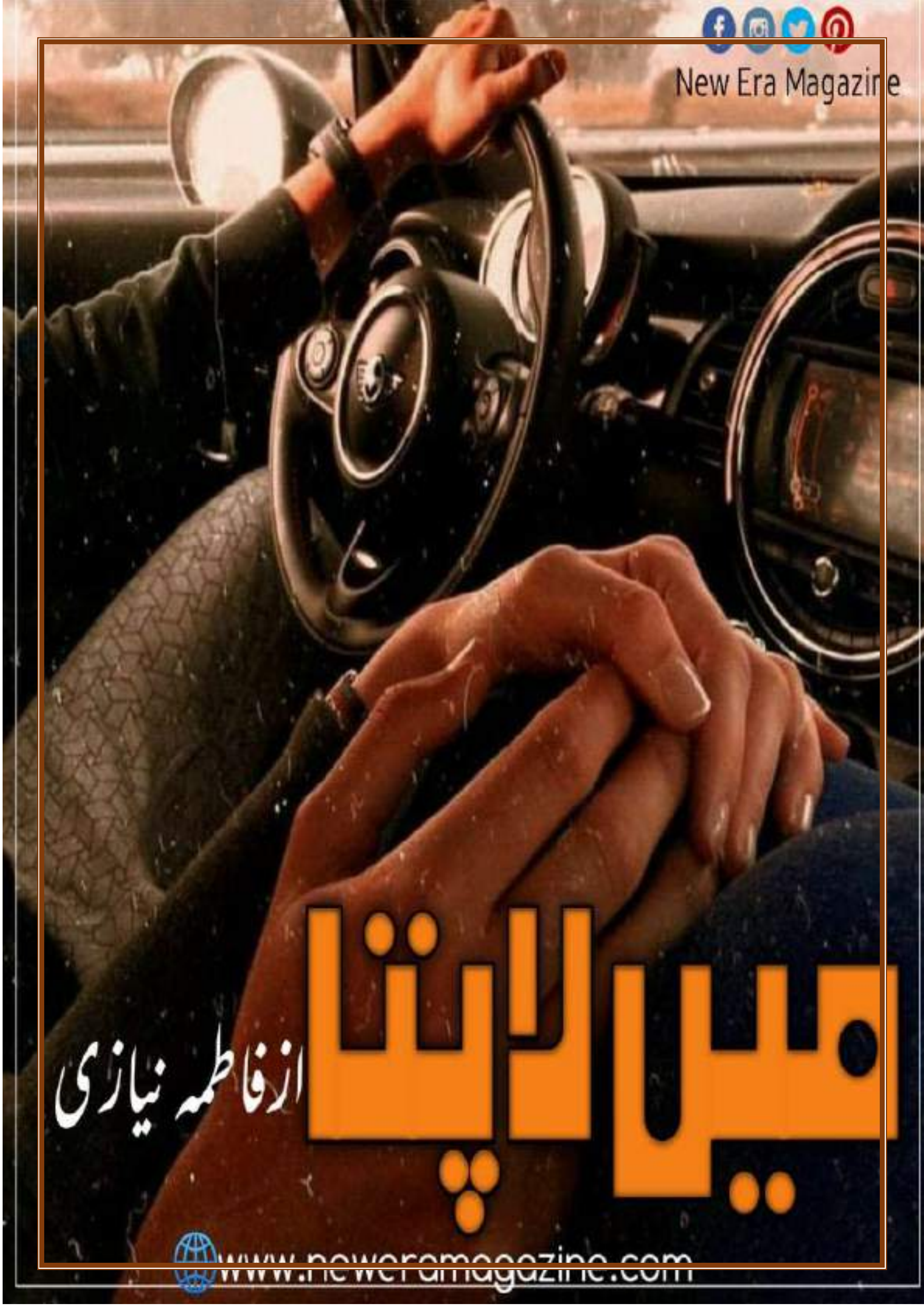
New Era Magazine
میں لاپتا
از فاطمہ نیازی
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

میں لاپتا

از فاطمہ نیازی

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

اس کہانی کا آغاز ہوا کراچی کے ایک پسماندہ علاقے میں۔روشنیوں کے شہر میں ایسی ہزاروں تاریک گلیاں ہیں جہاں ایسی تاریکیاں بہت عام ہیں۔دلشاد نگر بھی ایسے ہی علاقوں میں سے ایک تھا۔جہاں ایسی تنگ وتاریک گلیوں کی بھرمار تھی۔کب کس پہر ان تاریک گلیوں میں دو گروہ آپس میں بھڑ جائیں کوئی بھروسہ نہ تھا۔بوری بند لاشیں روز کا معمول تھیں۔یہاں دن دہاڑے ماحول گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھتا کسی کو چنداں فکر نہ ہوتی۔رہائشی فقط بچوں کو پکڑ کر گھر میں بند کر دیتے اور کچھ گھنٹوں بعد سناٹا ہوتے ہی معمولات زندگی پھر سے رواں دواں۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیدر خان بھی ان تنگ تاریک گلیوں میں پل کر جوان ہوا تھا۔آٹھویں پاس حیدر کی عمر اب تیس ہو چکی تھی۔اس کی رنگت جو کبھی صاف ہوا کرتی تھی آج جل چکی تھی۔بال آگے سے اڑ چکے تھے۔آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں چہرے پر جا بجا نشانات تھے۔وہ ایک ٹانگ سے معذور تھا۔اس کی ریڑھ کی ہڈی بھی ٹوٹی ہوئی تھی۔ایک ہاتھ کام کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا تھا۔ایسا کب ہوا؟کیسے ہوا؟ یہ ایک الگ داستان ہے۔جس کو سننے کے لیے ایک سخت جگر چاہیے۔

****

دلشاد نگر فقط دلشاد نگر کے باہر والوں کے لیے ایک دل لرزا دینے والا علاقہ تھا۔ایسا کیوں تھا اس کی بڑی وجہ تھی۔کراچی پر ستر سالوں سے کبھی ایم کیو ایم تو کبھی پی پی پی کا غلبہ رہا ہے۔ایم کیو ایم آج تو کراچی میں تقریباً اپنا اثر رسوخ کھو چکی ہے لیکن آج سے دس پندرہ سال پیچھے جائیں تو وہ کراچی کی کرتا دھرتا تھی۔شروع سے کراچی کے کچھ حصے پی پی پی اور کچھ ایم کیو ایم کے پاس رہے ہیں۔اختلافات اتنے تھے کہ آئے روز ہنگامے فائرنگ کے واقعات عام بات تھی۔کچھ علاقے ایسے بھی تھے جہاں پر آدھا حصہ پی پی پی کا تو آدھا ایم کیو ایم کا ہوا کرتا تھا۔اصل ہنگامے اور مار دھاڑ خاص طور پر ان ہی علاقوں میں ہوا کرتی تھی۔دلشاد نگر بھی ایسے ہی علاقے میں سے ایک تھا جہاں ایک طرف ایم کیو ایم کے گروپ تھے تو دوسری طرف پی پی پی کے۔۔پی پی پی کے لوگ اس طرف نہیں جا سکتے تھے ایم کیو ایم کے لوگ اس طرف۔۔کراچی کے خطرناک ترین علاقوں میں سے ایک علاقہ دلشاد نگر تھا۔جہاں جانے کے نام سے لوگ کانپ اٹھتے تھے۔یہاں ہر جرم کیا جاتا تھا۔چوری چکاری عام تھی۔نشے کے اڈے ہر گلی میں موجود تھے۔پوش علاقوں کے رئیس رات کے آخری پہر یہاں آکر نشہ کرتے تھے۔یہاں ہر گروپ کا ایک سربراہ ہوا کرتا تھا۔جن پر ہاتھ ڈالنے سے پولیس تک کتراتی تھی۔نشہ سپلائرز اسی علاقے کے نوجوان ہوا کرتے جنھیں پولیس ان کے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سربراہ کے نام سن کر ہی چھوڑ دیا کرتی کیوں کہ پولیس کا اپنا کمیشن ان گینگ کے لوگوں سے جڑا ہوا تھا۔ حیدر خان بھی ایسے ہی گینگ کا اہم کارندہ تھا۔ تئیس سالہ خوبرو جوان ۔نادر پنچولی کا خاص لڑکا تھا۔ خاصیت یہ تھی کہ یہ بہادر ہونے کے ساتھ چالاک اور ہوشیار لڑکا تھا۔ نادر پنچولی کا قریبی ہونے کی وجہ سے وہ اپنے میں بھی خاصی اہمیت رکھتا تھا۔ وہ جب چاہتا کسی سے کوئی بھی کام لے لیتا اس کے پاس ایک ہیوی بائیک تھی جس کی پشت پر "پنچولی گینگ" جلی حروف میں درج تھا۔ اسے علاقے کی پولیس پہچانتی تھی اور کام آسان! کام کیا تھا؟ ڈرگ سپلائی۔ اغواء برائے تاوان، لوگوں کو ڈرا دھمکا کر رکھنا۔۔ یہ اس کے پیشہ ور جرائم تھے۔ جنھیں وہ ڈنکے کی چوٹ پر کرتا تھا۔ لیکن یہی پر بس نہیں تھی۔ اس کہ کچھ اور بھی سرگرمیاں تھیں۔ اور وہ تھیں اس کی رنگین مزاجی! بانکپن میں اپنی مثال آپ تھا۔ ماں باپ کون تھے کوئی نہیں جانتا تھا وہ بچپن سے اسی علاقے میں دیکھا گیا تھا۔ سب اسے نادر پنچولی کے چھوٹے بھائی کی حیثیت سے جانتے تھے۔ ان کی شکلوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ نادر پنچولی گہری سیاہ رنگت سانڈ جیسے جسم چھوٹی چھوٹی آنکھوں والا پینتالیس سالہ مرد تھا۔ جبکہ وہ ایک خوبرو نوجوان تھا۔ صاف چمکتی رنگت بڑی بڑی آنکھوں والا صحت مند جوان تھا۔ علاقے کی ہر وہ لڑکی جسے وہ پسند کر لیتا اس سے دوستی کر لیتی تھی۔ کسی کو تو کیا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا

کہ اس کے کتنی لڑکیوں کے ساتھ تعلقات رہے تھے۔اس کا حساب اس نے کبھی رکھا ہی نہیں۔

اس وقت وہ اپنی مخصوص جگی نما جگہ پر موجود تھا۔یوں تو اس کے پاس ایک فلیٹ تھا جو دلشاد نگر کے ذرا فاصلے پر موجود تھا۔اسی بلڈنگ میں نادر پنچولی کا اپارٹمنٹ بھی موجود تھا جس میں وہ اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔تیرہ سال کی عمر تک وہ نادر پنچولی کے ساتھ ہی رہا تھا لیکن اس کی شادی کے بعد اس نے الگ رہنا شروع کر دیا تھا۔پیسے کی کمی نہیں تھی۔وہ ہی تو تھا جو نادر پنچولی کو کما کر دیا کرتا تھا۔بھتہ لینے جاتا تو پہلی پرچی پر ہی اس کی جیبیں بھر دی جاتی تھیں۔کیوں کہ وہ انتہا کا ظالم اور بدلحاظ تھا۔غلیظ گالیوں میں تو اس نے جیسے پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔ماں بہن کی گالیاں اس کے لیے ایک عام بات تھی۔وہ، بات بعد میں فائر پہلے کیا کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ سارا علاقہ اس سے دب کر رہتا تھا۔باقی گینگ کے کارندوں سے تو علاقہ مکین مذاق اور بات چیت کر لیا کرتے تھے لیکن حیدر سے سب دور دور ہی رہا کرتے تھے۔کیوں کہ وہ انسان کے روپ میں جانور جیسا تھا۔عورت اس کے لیے فقط ہوس پوری کرنے کا سامان تھی۔وہ اس سے زیادہ کے تعلق پر یقین رکھنے کا حامل نہیں تھا۔

"حیدر تجھے لالہ نے جگہ پر بلایا ہے۔وہ چٹا ہے نا اس کو پکڑ کے لائے ہیں آج۔۔کڑک مار مارنی ہے۔سالہ چوبیس دن اوپر ہو گیا ہے پیسہ نہیں، دیا مال برابر لے کر جاتا ہے۔" محسن نے اسے اطلاع دی

"ہائے آج تو بڑا مزہ آنے والا ہے۔۔ بڑے دن ہو گئے۔۔ہاتھ میں گرمی نہیں چڑھی ۔سالے کی آج ساری ہڈیاں توڑ دیں گے۔" ابھی وہ بولا ہی تھا جب اس کا فون بجنے لگا۔اسکرین پر روزی نام چمک رہا تھا۔

"ہاں بول جانو!کیا بات ہے؟"اس کے آنکھ دباتے ہوئے محسن کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ آئے نہیں۔میں انتظار کر رہی ہوں۔" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

"ارے۔میں تو بھول گیا یار جانو معاف کر دے۔کل ملتے ہیں چل فون رکھ بات کرتا ہوں آ کے۔" حیدر نے فون رکھا۔

"یہ وہی ہے نا باصد کی چھوٹی بہن؟" محسن اور وہ کہتے ہوئے باہر آئے۔

"ارے چھوٹی ہے یا بڑی میرے کو کیا لینا دینا۔۔ہاں مال بڑھیا ہے ویسے۔۔" خباثت سے ہنستا وہ اپنی بائیک کی جانب بڑھنے لگا۔ محسن بھی ہنستا ہوا اس کے ساتھ بائیک پر بیٹھا

اور وہ دونوں وہاں سے اڈے کی طرف نکل گئے۔

****

حیدر اور محسن اڈے پر پہنچے تو وہاں خوب بھیڑ تھی۔ گینگ کے زیادہ تر لڑکے وہیں موجود تھے۔ ایسا صرف تب ہوتا تھا جب کوئی پنچھی پکڑ میں آتا تھا۔ جیسے کہ آج چٹا نامی چھوٹا ڈرگ ڈیلر ہاتھ آ گیا تھا۔ اڈے کا منظر ہی خوف زدہ کر دینے کو کافی تھا۔ ہال میں بدرنگ چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ دیواروں کی اصل رنگت کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ دیواروں پر مختلف نعرے لکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف زرد بلب تھا جس کی روشنی ہال کو روشن کرنے میں ناکافی تھی۔ ہال قدرے وسیع تھا۔ بائیں جانب ایک کوٹھری تھی جہاں اکثر لوگوں کو لا کر رکھا جاتا اور ٹارچر کیا جاتا تھا۔ حیدر کو آتا دیکھ تمام لڑکے ایک طرف ہو گئے تھے۔

کچھ نے سلام داغا تو کوئی چپ چاپ کھڑا رہا۔

"کدھر ہے وہ چٹا لے کر آؤ ادھر!" حیدر نے ایک کم عمر لڑکے سے ہنٹر لیتے ہوئے کہا۔

اسی پل دو لڑکے ایک کوٹھری کی طرف گئے واپسی پر ایک منحنی سا مردان کے ساتھ تھا۔جو مسلسل خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

"حیدر استادیہ تو ظلم ہے استاد! میں نے تو بس دو دن مانگے تھے۔" وہ خوف زدہ سا بولا

"کیوں؟مال برابر جارہا ہے۔جارہا ہے کہ نہیں؟" حیدر نے ایک ابرو اچکا کر دائیں جانب کھڑے محسن سے تائید چاہی۔ محسن نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"استاد میرے بچے کا آپریشن تھا۔میں بولا دو دن دینے کو۔ قسم سے بس،دو دن سارا پیسہ چکادوں گا۔" وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

"کیوں اڑے دو دن میں آسمان سے پیسہ برسے گا؟جو مال تو لے جارہا ہے اس کا پیسہ کدھر گیا سارا؟کتنا پیسہ لگا آپریشن میں بتاوئے اس کو محسن!" حیدر نے آنکھیں نکالتے ہوئے درشتی سے کہا۔

"ڈھائی تین لاکھ آپریشن کا لگا ہو گا۔سات لاکھ روپے کا مال تھا۔باقی پیسہ کدھر گیا؟" محسن نے اس کے بال پکڑے ہوئے کہا۔

"یہ نہیں سالہ میرے سے سیان پتی کرے گا۔تیری میں چمڑی میں نمک نہ بھر دوں

سالے۔۔"حیدر نے زوردار ہنٹر اس کی کمر پر رسید کرتے ہوئے کہا۔ایک زوردار چیخ ہال میں گونجی۔تمام لڑکے پیچھے ہونے لگے۔حیدر بے دریغ ہنٹر برسا رہا تھا۔

"ہم سے حرام خوری۔۔ہیں۔۔سالے پھر آگے سے زبان لڑاتا ہے۔۔تیرے ماں کے یار ہیں ہم؟ہیں۔۔"وہ گندی گالیاں بکتے ہوئے اس پر بے دریغ ہنٹر برسا رہا تھا۔ایک طرف سے محسن نے اس کے بال دبوچ رکھے تھے دوسری طرف سے دوسرا لڑکا اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔اس شخص کی دردناک چیخیں اڈے کی در و دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں۔یہاں تک کہ وہ بے دم ہو کر زمین پر آ گرا۔حیدر کا بھی سانس پھول چکا تھا۔ہنٹر ایک طرف پھینکا تو ایک لڑکا پانی لیے دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"جا رہا ہوں پنچولی بھائی کے پاس!اس کو اس کے گھر پھینک کے آؤ۔اگلے ہفتے تک اگر پیسہ نہ لوٹائے دوبارہ اٹھا کر لے آنا۔۔دوسری دفعہ میں ہنٹر نہیں۔۔میرا پستول چلے گا۔۔بتا دے اس کو محسن!"حیدر پانی کا گلاس ایک کو پکڑاتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔اس کی سفید شرٹ پر جگہ جگہ خون کی باریک بوندیں اڑ کر آ لگیں تھیں۔چٹا نامی شخص ابھی بھی زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔اس کے جسم سے جگہ جگہ خون رس رہا تھا۔

****

وہ روشن اپارٹمنٹس کے دائیں پارکنگ میں اپنی بائیک کھڑی کرتا سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔دوسری منزل پر نادر پنچولی کا عالیشان گھر تھا۔جبکہ حیدر ساتویں منزل پر رہتا تھا۔اسے پہلے نادر پنچولی کے گھر جاکر رپورٹ دینی تھی پھر گھر جاکر کپڑے بدلنے کا سوچ رہا تھا۔ابھی وہ پہلی منزل پر ہی پہنچا تھا جب اس کی نگاہ راہداری میں سامنے کی جانب ایک بھاری بھرکم بیگ کھینچتی نازک اندام لڑکی پر پڑی۔یوں تو وہ پہلی منزل کی تمام لڑکیوں کو جانتا تھا۔اسے معلوم تھا کس فلیٹ میں کتنی لڑکیاں تھیں۔کون کس قد کی تھی کس کا وزن کچھ زیادہ تھا۔لیکن سامنے موجود لڑکی ان میں سے نہیں لگ رہی تھی۔سرمئی عبایا پہنی لڑکی کا قد دراز تھا۔تجسس نے حیدر کے گرد گھیرا تنگ کیا۔اس کے اندر کے شیطان نے سر اٹھایا۔مدد کے بہانے وہ اسی جانب بڑھنے لگا۔اسے یہ بھی ہوش نہیں رہا کہ اس کی سفید شرٹ پر خون کے چھینٹے ہیں۔

"سنیں!"حیدر نے کچھ فاصلے پر رک کر آواز دی۔

لڑکی چونک کر پلٹی۔گندمی رنگت اور دلکش نقوش کی حامل لڑکی نے انجان نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تو چڑیا واقعی یہاں نئی ہے۔"دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

"کوئی مدد کر دوں۔؟"اس نے چہرے پر شرافت سجاتے ہوئے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"جی شکریہ بس یہ بیگ ذرا وہاں رکھ دیں۔"لڑکی نے راہداری پر موجود آخری فلیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لائیے دیجیئے۔ویسے آپ کو کیا ضرورت تھی اتنے وزنی بیگ کو اٹھانے کی۔"اس نے ایک ہی ہاتھ سا بیگ اٹھا کر کہا۔لڑکی اس کے ہمقدم چل رہی تھی۔

"امی نے تو کہا بھی کہ رکشے والے سے کہہ دوں لیکن مجھے لگا میں اٹھالوں گی۔مگر بھاری ہے بہت۔"وہ بولی۔اس کے لہجے میں بچوں کی سی معصومیت تھی۔اور حیدر ایسی معصومیت کی بربادی میں ماہر تھا۔

"اچھا آپ یہاں نئی آئی ہیں؟"

"جی کل ہی شفٹ ہوئے ہیں یہاں۔ویسے یہ آپ کی شرٹ پر بلڈ ہے کیا؟"لڑکی نے اس کی شرٹ کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"راستے میں کسی کا ایکسڈنٹ ہو گیا تھا اس کی مدد کرتے ہوئے لگ گیا۔"حیدر نے

معصومیت سے کہا اور بیگ کھلے گیٹ کے اندر رکھ دیا۔

"بہت شکریہ آپ کا۔آپ بھی یہی رہتے ہیں کیا؟"لڑکی نے سوال کیا۔

"شکریہ کی کوئی بات نہیں۔جی میں یہی رہتا ہوں ساتویں منزل پر۔ویسے آپ کا نام کیا ہے؟"حیدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"خضریٰ!"وہ کہہ کر اندر داخل ہو گئی۔حیدر مسکرا کر پلٹ گیا۔

"سالی مطلب پورا ہوتے ہی اندر گھس گئی۔چائے پانی ہی پوچھ لیتی!چائے پانی چھوڑ نام ہی پوچھ لیتی میرا۔"وہ بڑبڑاتا ہوا تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گیا۔

****

"کون تھا گیٹ پر؟"ادھیڑ عمر رابعہ خاتون نے خضریٰ کے اندر داخل ہوتے ہی سوال کیا۔

"اسی بلڈنگ کا لڑکا تھا۔بیگ گیٹ تک چھوڑ گیا ہے۔"خضریٰ نے کہا۔

"زیادہ کسی سے فضول بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہاں۔یہ علاقہ اور یہاں کے لوگ کچھ ٹھیک نہیں ہیں سمجھی۔"رابعہ خاتون نے خبردار کیا۔

"جی امی!"خضریٰ کہتی ہوئی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

****

نادر پنچولی اپنے وسیع لاؤنج میں ٹانگیں پھیلائے بیٹھا تھا۔قریب ہی حیدر سگریٹ جلائے گہرے کش لگا رہا تھا۔گھر قدرے صاف ستھری حالت میں تھا۔فرنیچر قیمتی اور معیاری تھا۔صاف ستھرے پردے قیمتی صوفے گھر کافی کشادہ اور پر تعیش تھا۔

"چٹا کو نمٹا لیا؟"

"ہاں بھائی ایسا ویسا!چمڑی ادھیڑ کر آیا ہوں سالے کی!"وہ لاپرواہی سے بولا۔

"شاباش میرا شیر!مال پورا ہے؟یا منگوانا ہے؟"نادر نے پوچھا۔

"منگوا دو تو اور اچھا ہے۔ویسے ابھی پڑا ہے کافی سارا۔"

"اچھا تیرے کو چاہیے پیسہ ویسا یا ہے ابھی؟"

"ہے بھائی تم ٹینشن نہیں لو بس اس لفڑے کو نمٹانے کی کرو نیا افسر آرہا ہے پچھواڑے میں۔اس کو سنبھالنے کی کرو۔میں،اوپر جا رہا ہوں تھوڑا آرام کروں گا اڈے پر نہیں آؤں گا رات کو۔"

"کیوں بھئی؟ کیا بات ہے آج پھر کسی چڑیا کے ساتھ گزارنی ہے؟" نادر جناتی قہقہے لگاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"بھائی تم تو پھر جانتے ہو اپنے شیر کو۔" حیدر خباثت سے آنکھ دباتا اٹھ گیا۔ پیچھے نادر حلق پھاڑے قہقہے لگا رہا تھا۔

****

اس کے فلیٹ کی حالت بڑی خراب تھی۔ لاؤنج کے صوفوں پر بیئر اور شراب کی بوتلیں، سگریٹ کے پیکٹ اور اسٹریٹ فوڈ کے ڈبے وغیرہ پڑے تھے۔ کولڈ رنک کی بوتلیں بھی جگہ جگہ بکھری ہوئی تھیں۔ وہ لاؤنج کی حالت کو نظر انداز کرتا کمرے میں آیا۔ جینز کے ساتھ اڑسی نئے ماڈل کی نائن ایم ایم پستول اس نے پلنگ پر پھینکی اور شرٹ اتارتا غسل خانے کی جانب بڑھ گیا۔

کمرے کی حالت بھی لاؤنج سے کچھ کم نہ تھی۔ تکیے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ بیڈ کے دائیں جانب ایک حقہ بے ڈھنگے پن سے رکھا ہوا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر ادھ جلی سگریٹیں تھیں۔ بائیں جانب صوفوں کے ساتھ پڑی میز پر لیز چپس کے کچھ خالی اور کچھ بھرے پیکٹ رکھے تھے۔ زمین پر کولڈ رنک کی ادھ بھری بوتل اوندھے منہ پڑی

تھی۔ابھی وہ غسل خانے سے نکلا ہی تھا جب دروازہ بجنے لگا۔اس نے الماری کھول کر ایک شرٹ نکالی اور پہنتا ہوا باہر آیا۔باہر آکر اس نے گیٹ کھولا تو سامنے ایک خوبصورت لڑکی کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"ہائے ڈارلنگ!"لڑکی نے آگے بڑھ کر اس کا گال چومتے ہوئے کہا اور اندر داخل ہوئی۔

"ہائے!اچانک کیسے؟"حیدر جو بسمہ کو ٹائم دیئے بیٹھا تھا رباب کو دیکھ کر الجھ گیا۔

"کیوں تمہیں اچھا نہیں لگا؟"رباب صوفوں کی جانب بڑھتی اٹھلا کر بولی۔

"میری جان تم جیسی کس کو اچھی نہیں لگے گی۔"وہ اس کے دلکش سراپے پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔وہ سیاہ چست شرٹ اور نیلی جینز میں ملبوس تھی۔

"ہاٹ لگ رہی ہو بے بی!"حیدر نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔رباب کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ہاٹ ہوں ہاٹ نہیں لگوں گی تو کیا لگوں گی ویسے تم نے یہ حال کیا بنا رکھا ہے فلیٹ کا۔"رباب نے ارد گرد نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیا کروں کوئی ماسی ٹکتی ہی نہیں ہے۔ا

یہ والی بھی بھاگ گئی۔"حیدر لاپرواہی سے بولا۔

"تم آہی گئی ہو تو کردو صفائی! میں ذرا ریڈی ہو کر آتا ہوں پھر حقہ جلائیں گے۔"حیدر کہتے ہوئے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔رباب کڑوے منہ بناتی اپنا پرس رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔بھلا اسے کہاں پسند تھا یہ کام! وہ تو حیدر کے پاس اس کے پیسے اور پارٹیز کے لیے آیا کرتی تھی۔لیکن وہ اس کے مزاج سے بھی خوب واقف تھی۔وہ کہہ گیا تھا تو اسے کرنا تھا۔ورنہ اس کا غصہ برداشت کرنا کہاں آسان تھا۔؟

****

"ہاں شونا! آج کا ملنا کینسل کردیتے ہیں مجھے ذرا کام ہے۔کل کا رکھ لیں؟"حیدر خود پر پرفیوم چھڑکتا فون پر کہہ رہا تھا

"پرسوں بھی یہی کہا تھا تو نے حرامی!"دوسری طرف بسمہ چڑ کر بولی۔

"ابے او! کام ہے تو کیا کروں چھوڑ کر آجاؤں تیرے پاس! بکواس کرتی ہے آگے سے۔"حیدر بھڑک کر بولا۔

"سالے حرامی صاف بول دے وہ لائنز ایریا والی خبیث عورت آگئی ہے تیرے گھر۔"بسمہ نے غصے سے کہا۔

"ہاں آگئی ہے تو؟ کیا کرلے گی تو؟ تیرے کو کوئی مسئلہ ہے؟"حیدر نے سرد مہری سے پوچھا۔

"غرق ہو جا۔۔اب مت آئیو میرے پاس۔اسی کے ساتھ رہ چل میں رکھ رہی ہوں فون۔ابھی میں نے چڑیل کو تیری بلڈنگ میں گھستے دیکھا ہے۔"بسمہ غصے سے بولی۔

"ابے او نکل زیادہ دماغ میں مت لگ! رکھ فون! مت آئیو کی بچی! تیرے لیے میری سانس تھوڑی نکل رہی ہے کمی ہے کیا مجھے تجھ سے اچھی اچھی پیروں میں پڑی رہتی ہیں۔"حیدر حقارت سے کہتا فون بند کر گیا۔یہ حقیقت بھی تھی اس کے پاس لڑکیوں کی کمی واقعی نہیں تھی۔ایک سے بڑھ کر ایک اس کا وقت رنگین کرنے کو تیار رہتی تھیں۔اس کا فون پھر بجنے لگا تھا لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔فون پلنگ پر پھینکتے اس نے قریب رکھا حقہ اٹھایا اور کمرے سے نکل گیا۔آج کی شب رنگینی سامان مکمل تھا۔رباب ہال کی حالت سنوار چکی تھی۔حیدر ایک معنی خیز مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتا کچن کی طرف چلا آیا۔جس کا استعمال وہ فقط حقہ جلانے کے لیے ہی کرتا تھا۔

"جانم! میں حقہ جلا رہا ہوں تم فریج سے ڈرنکس نکال لو۔" حیدر نے اس سے کہا۔

"اچھا اوکے۔۔ پتا ہے شونا۔ کل میں ایٹریم مال گئی وہاں ایک واچ دیکھی بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔ لیکن پینتالیس ہزار۔۔"

"ڈونٹ وری۔ لے لینا!" حیدر لاپرواہی سے کہتا فلیم جلانے لگا۔

"ہائے تھینک یو سوچ مائے لو۔۔!" رباب خوشی سے نہال ہوتی بولی۔ حیدر فقط مسکرا دیا۔

اسے رباب کی اتنے دن بعد آمد کا مقصد ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں سمجھ آگیا تھا لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔ اس کے تمام تعلقات کچھ لو اور کچھ دو کے نظریے پر قائم تھے۔ اسے ان کی جوانی سے مطلب تھا اور انھیں اس کے پیسے سے۔

****

صبح کا آغاز مسلسل بجتے فون سے ہوئی۔ وہ آنکھیں رگڑتا اٹھ بیٹھا۔ گھڑی ساڑھے سات بجا رہی تھی۔ عموماً اس کی صبح ایک بجے سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت بجتے فون

نے اس کا موڈ بری طرح بگاڑ دیا تھا۔ فون دوبارہ بجنے لگا۔ اس نے گالیاں دیتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

"ہاں کیا ہے؟ کیا موت پڑ گئی ہے؟" وہ بگڑے مزاج سے پوچھنے لگا۔

"جِبّو کو کسی نے گولی مار دی ہے۔ پھڈا ہو گیا ہے اڈے میں تو جلدی آ۔" دوسری طرف محسن پریشانی سے بولا۔

"کس سے ہوا ہے پھڈا؟ جِبّو کیسا ہے؟" وہ پلنگ سے اترتے ہوئے پوچھنے لگا۔ وہ بالکل پرسکون تھا۔ کیوں کہ یہ روز کا معمول تھا اور یوں بھی وہ خاصا بے دید واقع ہوا تھا اسے کسی کے مرنے جینے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔

"تو آ تجھے بتاتا ہوں۔" محسن نے کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔ حیدر سر بال سہلاتا غسل خانے میں گھس گیا۔ غسل خانے سے نکل کر اس نے بال بنائے اور جوتے پہن کر اپنی پستول میں گولیاں بھرنے لگا۔

****

تیزی سے سیڑھیاں اترتا وہ نیچے کی جانب آ رہا تھا۔ پہلی منزل پر پہنچا ہی تھا جب سامنے اسے وہی لڑکی بیگ کندھوں پر ڈالے اسکارف لپیٹے سیڑھیوں کی جانب آتی دکھائی

دی۔دفعتاًاس کہ نگاہ حیدر پر پڑی۔اس کے چہرے پر شناسائی کے تاثرات ظاہر ہوئے۔وہ اسے پہچان گئی تھی۔حیدر اسے دیکھ کر مسکرایا۔وہ بھی ہلکا سا مسکرا کر تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"حیدر بھی ساتھ ہی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

"خضریٰ!"وہ الجھن آمیز نگاہ اس پر ڈال کر بولی۔کل ہی تو بتایا تھا اس نے نام!حیدر اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑھے رہا۔

"اوہ۔ہاں یاد آیا.تم تو بتا چکی تھی۔میں حیدر ہوں۔"اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔نگاہیں ہنوز،اس کے چہرے پر تھیں

"اچھا!"خضریٰ سادہ انداز میں کہتی سر جھکا گئی وہ اس کی نگاہوں سے خائف ہو رہی تھی ۔تیزی سے سیڑھیاں اترتی بلڈنگ کے بیرونی گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔حیدر وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔بلڈنگ کے گیٹ کے عین سامنے ایک رکشہ کھڑا تھا۔خضریٰ بیگ سنبھالتی اس میں سوار ہوئی اور رکشہ آگے بڑھ گیا۔حیدر پر سوچ انداز میں اپنی داڑھی کھجاتا پارکنگ کی طرف بڑھ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

"مجھے نہیں پتا۔بس یوں ہی مجھے لگا دیکھ رہا تھا بہت غور سے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"اچھا کیسا ہے دکھنے میں؟" پری نے متجسس ہو رہی تھی۔اس کی بات پر خضریٰ ہنس دی۔پری نے چڑھ کر اسے گھورا۔

"بتانا! کیسا ہے؟" وہ اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولی۔

"براؤن آنکھیں ہیں۔اور اتنی بڑی ہائٹ ہے۔" خضریٰ نے مسکراہٹ دبائی۔

"بس نام ہی بتایا اور کچھ نہیں کہا؟" پری نے ایک اور سوال کیا۔

"اور کچھ کیوں کہے گا؟ تجھے تو ایک بات بتا دوں تو رشتہ ہی جوڑنے لگتی ہے۔میں صرف بتا رہی تھی کہ وہ دکھا اور مجھے دیکھ رہا تھا مسکرا کر " خضریٰ چڑ کر بولی۔پری ہنس کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ویسے یار سنا ہے وہ علاقہ خطرناک ہے نادر پنچولی نام سنا ہے نا؟ یاد ہے جو ایک سال پہلے ویڈیو آئی تھی؟ ایک آدمی کا سر کاٹ کر اس سے فٹ بال کھیل رہے تھے اس میں؟"

"اوئے۔چپ میں نہیں دیکھتی ایسی خطرناک چیزیں۔" خضریٰ نے جھرجھری لی۔

"سن تو! وہی نادر پنچولی اور اس کا چھوٹا بھائی اف بہت خطرناک ہیں۔ تم لوگوں نے وہاں گھر کیوں لیا ویسے؟"

"تجھے تو پتا ہے کتنا ایمر جنسی میں ہمیں گھر خالی کرنا پڑا اور اتنی قیمت میں صرف یہیں گھر ملا ہے۔ اور ویسے بھی بلڈنگ اس طرف ہے وہ علاقہ تو سامنے ہے ہم اس علاقے میں تھوڑی رہتے ہیں۔ وہ دلشاد نگر کہلاتا ہے دلشاد نگر کے آگے روشن نگر شروع ہوتا ہے روشن اپارٹمنٹس میں لیا ہے گھر۔"

"ہاں لیکن جب کچھ ہوتا ہے نا بیٹا جانی! دستی بم اور گولیاں ادھر آکر ہی گرتی ہیں۔ پچھلے دنوں جوان کاؤنٹر ہوا تھا روشن نگر میں کتنی فائرنگ ہوئی تھی۔" پری بولی۔

"کچھ نہیں ہوتا۔ اسٹیٹ ایجنٹ نے بتایا ہے یہ جگہ بالکل سیف ہے بلڈنگ میں سارے پڑھے لکھے اور اچھے لوگ رہتے ہیں۔" خضریٰ نے تسلی دی

"ہاں جیسے کہ تمہارا وہ بیگ اٹھانے والا ہینڈسم لڑکا۔" پری پھر اسی کو یاد کر بیٹھی۔ خضریٰ نے جھینپ کر اسے چپت لگائی۔

اسی لمحے کلاس میں ٹیچر داخل ہوئی۔ وہ دونوں باتیں چھوڑ کر کتابیں کھولنے لگیں۔

****

اڈے میں اس وقت خوب بھیڑ تھی۔گینگ کے تمام لڑکے نادر پنچولی سمیت وہیں موجود تھے۔جبران عرف جبو کو ہسپتال لے جایا جاچکا تھا۔فرش پر خون ہنوز موجود تھا۔حیدر سر پر رومال باندھتا اندر داخل ہوا۔

"حیدر بھائی آگیا۔"ایک لڑکا اسے دیکھ کر پر جوش ہوا۔حیدر طنزیہ نگاہ سب پر ڈالتا آگے آیا۔سامنے ہی نادر پنچولی غصے میں بھرا بیٹھا تھا۔

"کس کتے کی نسل نے یہاں گھس کر پھڈا ڈالا ہے؟اور تم لوگوں نے بدلے میں کیا کیا؟"حیدر نے آتے ہی سب سے سوال کر ڈالا۔نادر پنچولی اب صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

"بھائی ہم سو رہے تھے۔"

"شاباش!شاباش!!"حیدر نے تالیاں بجا کر سر اثبات میں ہلایا۔

"آگے؟پھر؟"اس نے سوالیہ انداز میں محسن کو دیکھا جو خاموشی سے سر جھکا گیا۔

"ابے حرام خوروں پھوٹو اب منہ سے؟ایک دن میں اڈے پر نہ آؤں تم سب چوڑیاں

پہن لیتے ہو؟کون تھے وہ خنزیر کے تخم؟پستولیں نکالو ان کی ساتھ نسلیں قبر میں واڑ کر آئیں گے۔"اس کی گرج دار آواز پورے اڈے کو ہلا رہی تھی۔

اڈے کے آس پاس چھوٹے چھوٹے گھروں تک اس کی آواز پہنچ چکی تھی۔سب عورتیں گھروں سے اپنے بچوں کی تلاش میں نکلنے لگیں۔

"جلدی تیاری کرو۔بائیکیں لے کر آؤ سب!"اس نے حکم دیا سب لڑکے تیزی سے اڈے سے نکلتے چلے گئے۔خون کی ہولی شروع ہونے میں زیادہ وقت نہیں رہا تھا۔عورتیں بچے بھاگتے ہوئے گھروں کو اندر سے تالے لگا رہی تھیں۔خبر آگ کی طرح پھیلنے لگی۔دکانیں بند ہونے لگیں۔شٹر گرنے کی آوازیں ہر جگہ سے آ رہی تھیں۔حیدر آنکھوں میں خون لیے اڈے میں ٹہل رہا تھا۔

"تیری بلٹ پروف کدھر ہے۔"نادر پنچولی نے اس سے پوچھا۔

"گھر پڑی ہے۔ایسے ہی چلا جاؤں گا۔"وہ لاپرواہی سے بولا۔نادر نے اسے زبردست گھوری ڈالی۔

"چل واپس گھر جا۔جیکٹ ڈال کے واپس آ۔ان کے اڈے میں گھسنے کو جا رہا ہے

ننگا۔؟ سر پر وہ ٹین کی ٹوپی ڈال ساری تیاری کر کے آ۔ چل جا!" نادر نے اسے جھڑکا۔ وہ خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اور بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گلیاں سنسان پڑی تھیں۔ اس کے چہرے پر محفوظ سی مسکراہٹ چھا گئی۔

وہ بائیک ہوا کی تیزی سے چلاتا واپس روشن اپارٹمنٹس میں آیا۔ پہلی منزل کی راہداری میں قدم رکھتے ہی اس کی نگاہ سامنے سے آتی رابعہ خاتون پر پڑی۔ اسے دماغ لگانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ انھیں دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ وہ کون ہو سکتی ہیں۔ اس کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ نے چھب دکھلائی اگلے ہی پل وہ معصوم سی شکل بنا کر ان کے سامنے آیا۔

"آنٹی اس وقت آپ کہاں جا رہی ہیں۔ حالات ٹھیک نہیں ہیں آج یہاں کے ہنگامے فائرنگ ہونے والی ہے۔" وہ پریشان تاثرات لیے بولا۔

"بیڑا غرق ہو اسے لوگوں کا۔"

"منحوس بڑھیا!" وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

"جانتی ہوں بیٹا ابھی میری پڑوسن نے بتایا کہ دو گروپ میں فساد ہو گیا ہے۔ اب ایک

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دو روز یہاں یہ حالات رہیں گے فائرنگ مار ڈھار۔مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ اسی بلڈنگ میں دو بڑے گنڈے رہتے ہیں۔میری بچی کالج گئی ہوئی ہے۔اسی کو لینے جا رہی ہوں۔جانے اس کی واپسی کے وقت تک حالات کیسے ہوں۔" وہ بری طرح ڈری ہوئی لگتی تھیں۔حیدر ضبط کر کے رہ گیا۔

"اس وقت تو آپ کو یہاں سے کوئی گاڑی نہیں ملے گی باہر سناٹا ہوا پڑا ہے۔میں چھوڑ دیتا ہوں؟کالج کدھر ہے؟"

"ارے بڑی مہربانی بیٹا تمہاری کالج یہیں اردو بازار کے پاس ہے۔" وہ جلدی سے بولیں۔اس وقت انھیں حیدر کسی فرشتے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

"اچھا،رکیں میں گاڑی کی چابی لے کر آتا ہوں۔" وہ کہہ کر اوپر کی جانب بڑھ گیا۔دوسری منزل پر موجود نادر پنچولی کے گھر پر دستک دیتے ہوئے وہ اپنے آپ میں ہی مسکرا رہا تھا۔"بہت جلد یہ نئی چڑیا بھی میری مٹھی میں قید ہو گی۔" وہ سوچ رہا تھا جب دروازہ کھلا۔

"کیا ہوا؟سب ٹھیک ہے بھائی کدھر ہے تمہارا؟" نادر پنچولی کی بیوی آصفہ سامنے کھڑی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے سب! لاؤ گاڑی کی چابی دو کام سے جارہا ہوں۔"اس نے کہا۔

"لاتی ہوں۔" کہہ کر وہ اندر کی جانب گئی اسی پل ننھا زین باہر آیا۔وہ سانولے رنگ کا پر کشش بچہ نادر پنچولی کا تھا۔

"چاچو چیز!"وہ مسکراتے ہوئے نخریلے پن سے بولا۔

"چل ابھی تو اندر جارات کو لے جاؤں گا۔گھمانے چیز بھی دلاؤں گا۔"وہ اس کے بال سہلا کر بولا۔

"بھابی جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔"اس نے اندر جھانک کر آواز دی۔

"ہاں آئی۔"آصفہ کہتی ہوئی باہر آئی اور چابی اسے پکڑائی۔حیدر نے ارد گرد نگاہ دوڑاتے ہوئے گن جینز سے نکال کر آصفہ کی طرف بڑھائی۔

"یہ رکھو ابھی آکر لے جارہا ہوں۔"اس نے کہتے ہوئے تیزی سے قدم نیچے کی جانب بڑھا دیے۔

آصفہ نے تاسف سے سر جھٹکا اور بیٹے کو اندر لے کر گیٹ بند کر دیا۔

وہ چابی سے کھیلتا نیچے آیا تو رابعہ خاتون اسی کے انتظار میں کھڑی تھیں۔وہ مسکرایا۔

"چلیں آجائیں۔" وہ کہتا نیچے کی جانب بڑھنے لگا۔ ابھی وہ پارکنگ کی طرف ہی آیا تھا جب سامنے محسن آتا دکھائی دیا۔ اس نے دور سے ہی اسے شہادت کی انگلی سے چپ رہنے اور وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔ محسن نے الجھی نگاہ اس پر ڈالی اور اپنا رخ دوسری جانب کر کے آگے بڑھ گیا۔

****

"تم کیا کرتے ہو بیٹا؟" رابعہ خاتون نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ حیدر جو خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ ان کے سوال پر چونکا۔

"میری ایک بیکری ہے۔ ویسے میں ابھی پڑھ رہا ہوں۔ لیکن بیکری کو بھی دیکھتا ہوں۔" اس نے نفاست سے جھوٹ بولا۔

"اچھا، اچھا ماشاءاللہ۔ کب سے رہ رہے ہو یہاں؟"

"بچپن سے یہی رہتا ہوں۔" وہ بمشکل بیزاری چھپاتا بولا۔

"اچھا پڑوسن بتا رہی تھی۔ اسی بلڈنگ میں، رہتے ہیں نادر اور اس کا بھائی تم جانتے ہو ان کو؟" وہ جھجھکتے ہوئے پوچھنے لگیں۔ حیدر نے دل ہی دل میں ہنستے ہوئے لیکن

بظاہر سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھا۔

"نہیں آنٹی میں ایسے لوگوں سے دور دور رہتا ہوں۔ویسے وہ لوگ نقصان نہیں پہنچاتے کسی کو۔۔اپنے دھندے سے مطلب ہے ان کو۔بس کسی گینگ سے لڑائی ہو جائے تو ہنگامہ ہوتا ہے۔ورنہ وہ بھی عام سے انسان ہیں ہماری طرح"!

"لیکن میں نے تو سنا ہے نادر کا چھوٹا بھائی بڑا خطرناک گینگسٹر ہے۔کوئی لحاظ کیے بغیر لوگوں کو گولیوں سے ختم کر دیتا ہے۔ویسے کیا نام ہے اس کا؟"وہ سادگی سے پوچھ رہی تھیں۔ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا جس شیطان کا ذکر وہ کر رہی ہیں وہ ان کے ساتھ ہی بیٹھا گاڑی چلا رہا ہے۔

"چیتا کے نام سے مشہور ہے وہ۔۔نام تو اس کا بھی شاید حیدر رہے۔"حیدر نے بظاہر سادگی سے کہا۔

"دیکھو تو کتنا پیارا نام ہے اور اعمال توبہ توبہ! خدا غارت کرے ایسے لوگوں کو۔۔شریفوں پر عذاب کی صورت نازل ہیں۔خدا نیست و نابود کرے ایسے لوگوں کو۔"

حیدر نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا۔اس کا دل چاہا ایک ہی ہاتھ مار کے اس بڑھیا کا کام تمام کر دے لیکن خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا۔رابعہ خاتون ہنوز بڑبڑا رہی تھیں۔

********__

اڈے کے باہر درجنوں بائیکیں کھڑی تھیں۔جن کے پاس پنچولی گینگ کے لڑکے کھڑے تھے۔کسی کے ہاتھ میں رائفل تھی تو کوئی پستول تھامے کھڑا تھا۔ہاتھوں میں بندوقیں چہروں پر رومال وہ سب اپنے چہرے چھپائے کھڑے تھے۔ان میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ آج کی لڑائی میں ان میں سے کتنے لوگ واپس آئیں گے اور کتنے مارے جائیں گے۔لیکن اس کے باوجود وہ وہاں دلیری سے کھڑے تھے۔ان میں سے زیادہ تر اسی علاقے کے تھے۔جن کے ماں باپ بے بس تھے۔وہ اپنے بچوں کو اس جنگ سے نہیں روک سکتے تھے۔کیسے روکتے پیدا ہوتے ہی ان مار دھاڑ لڑائی جھگڑوں میں رہتے رہتے یہاں کے بچے موت کے خوف سے آزاد ہو چکے تھے۔نوے فیصد لڑکوں کی عمریں بیس سے زیادہ کی نہیں تھیں۔اس گینگ کا اہم ترین کارندہ حیدر خود صرف تیئیس سال کا تھا۔لیکن ان میں خوف نہیں تھا۔یہ گینگ وارز یہاں کے بچے بچے کی رگوں میں سرائیت کر چکی تھیں۔بچوں سے پوچھنے پر ان کی خواہش گینگسٹر بننا

۔۔گینگوارز کے کمانڈوز بننا۔ان کی کوئی ٹریننگ نہیں تھی لیکن یہ لوگ اپنے کام میں ماہر تھے۔ہتھیار چلانا چاقو سے وار کرنا یہ سب ایک کھیل سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔

"حیدر بھائی کدھر رہ گیا ہے؟"ایک لڑکا بے تابی سے بولا۔

"آتا ہی ہو گا۔"کسی دوسرے نے اپنی پستول پر گرفت مضبوط کر کے اس کا جائزہ لیا۔

"محسن بھائی آگیا۔"ایک نے بائیک پر اسی جانب آتے محسن کو دیکھ کر کہا۔اسی لمحے نادر پنچولی بھی باہر نکل آیا۔اسے دیکھ گینگ کے لڑکے خاموش ہوئے۔نادر کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں چالاکی،مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔جب سے حیدر جوان ہوا تھا اس نے میدان میں اترنا چھوڑ دیا تھا۔وہ فقط حکم صادر کرتا تھا۔اور مال جمع کرتا تھا۔عرصہ ہوا اس نے مار دھاڑ سے کنارہ کشی کر لی تھی اب وہ فقط مار دھاڑ کروانے میں اپنی مثال آپ تھا۔

"چن چن کے مارنا سالوں کو۔"وہ گونج دار آواز میں بولا۔

"جی استاد!"وہ سب یک زبان ہو کر بولے۔

"ہمارا ایک گرے تو ان کے چار گرنے چاہیے۔۔اگر واپس آئے اور ہماری گینگ کے

مرنے والے زیادہ اور ان کے کم ہوئے تو تم سب کو میں اپنے ہاتھوں دے قبر میں اتاروں گا۔"

"جی استاد!" ان کی آواز سے گلی گونج اٹھی تھی۔

"پنچولی گینگ!" نادر نے بلند آواز میں کہا۔

"زندہ آباد"!

"لنگڑا گینگ"!

"مردہ آباد"!

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

گلی ان کی آوازوں سے گونج رہی تھی۔ نادر نے ایک طرف ماسک لگاتے محسن کو اشارہ کر کے اپنے پاس بلایا۔

"جی استاد"!

"چیتا کدھر ہے؟" اس نے حیدر کے متعلق پوچھا۔

"پتا نہیں بھائی میں گیا تو کسی عورت کو آپ کی گاڑی میں بٹھا کر لے جا رہا تھا۔" محسن نے بتایا

"ہیں؟ یہ کیا بول رہا ہے؟" وہ الجھا۔اور فون نکالنے لگا۔اس کے چہرے پر غصے کی جھلک تھی۔

"ہاں! کدھر ہے تو؟" کال لگتے ہی وہ غصے سے بولا۔

"آتا ہوں بھائی ذرا صبر کرو۔" حیدر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

نادر نے غصے پر بمشکل قابو پایا وہ کوشش کرتا تھا کہ حیدر پر غصہ نہ کرے لیکن کبھی کبھار وہ لاپرواہی کی حد کر جاتا تھا۔

"جلدی آ!" نادر نے سختی سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

وہ کالج گیٹ کے باہر کار میں بیٹھا تھا۔وہ آتو گیا تھا لیکن اب نادر کی کال اور ناراضی سے وہ کچھ کھٹک گیا تھا۔رابعہ خاتون اندر بیٹی کی چھٹی لینے گئی تھیں۔ جبکہ وہ ڈیش بورڈ پر انگلیوں سے ڈھول بجانے میں مگن تھا۔تب ہی کالج گیٹ سے رابعہ اور خضریٰ آتی دکھائی دیں۔اس کی نگاہیں خضریٰ کے وجود کے گرد طواف کرنے لگیں۔لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ کھیلنے لگی۔وہ قریب آئے تو حیدر خود کو بے نیاز ظاہر کرنے لگا۔وہ گاڑی

میں آکر بیٹھیں تو اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔ خضریٰ چپ چاپ بیٹھی کبھی کن اکھیوں سے گاڑی چلاتے حیدر کو دیکھتی تو کبھی ماں کو دیکھنے لگتی۔

"ویسے تم نے بتایا نہیں بیٹا تمہارے گھر میں اور کون کون ہے؟" رابعہ خاتون بے تکلفی سے پوچھنے لگیں۔

"میں ہوں، بھائی بھابھی ہیں۔ ماں باپ گاؤں میں رہتے ہیں۔" اس نے شیشے میں خضریٰ پر نگاہیں جما کر کہا۔ خضری محسوس کر چکی تھی کہ وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ وہ سٹپٹا کر کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر غیر محسوس سی مسکراہٹ آنے لگی تھی مگر اس نے ضبط کر کے چہرہ مزید موڑ دیا۔

"اچھا بیٹا سنو یہی فروٹ بازار ہے ذرا گاڑی روکنا سودا بھی لے لیتے ہیں اب جانے کب تک منحوس یہ ہنگامے کریں گے باہر نکلنا ہی کہاں ہو گا۔" وہ پھر کوسنے لگیں۔ حیدر نے ضبط سے گہری سانس لے کر گاڑی روک دی۔

"منحوس بڑھیا!" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"چلو آجاؤ سودا لے۔۔

"نہیں امی! اتنی دھوپ ہے باہر آپ جا کر لے آئیں۔ پلیز زیادہ دیر نہ لگایئے گا۔" خضریٰ منمنائی۔ حیدر دل ہی دل میں اس کے انکار پر خوش ہوا۔ رابعہ خاتون سر ہلا کر گاڑی سے نکل گئیں۔ حیدر نے ذرا سی گردن گھما کر ایک بھرپور نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی اور مسکرادیا وہ بھی جھجک کر مسکرادی اور سر جھکا لیا۔ حیدر کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"اتنی کیا ہے تمہاری؟"

"اٹھارہ سال کی ہو گئی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ وہ انگلیاں مڑوڑتی جذبز ہو رہی تھی۔ اسے حیدر کا خود پر نگاہیں جمائے رکھنا زچ کر رہا تھا۔

"کون سی کلاس میں ہو؟" حیدر نے ایک اور سوال کیا۔

"سیکنڈ ائیر میں۔" اس نے جواب دیا۔

"بہت خوبصورت ہو تم!" حیدر کی نگاہیں اسی پر تھیں۔ خضریٰ کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگنے لگیں۔ چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ گھبرا کر رہ گئی۔ حیدر نے معنی خیزی سے مسکرا کر رخ سامنے کی جانب موڑ لیا۔ خضریٰ دعائیں کرنے لگی کہ امی جلدی واپس لوٹ آئے۔ وہ

اس صورتحال سے گھبرا گئی تھی۔آج سے پہلے کسی نے اس سے ایسا نہیں کہا تھا۔حیدر بھی سمجھ گیا تھا کہ یہ نئی چڑیا یکسر نادان ہے۔ایسی معصومیت کو ختم کرنے کا اسے الگ ہی لطف آتا تھا وہ سامنے کی جانب دیکھتا زیر لب مسکراتا رہا۔جبکہ خضریٰ ابھی تک اس کے کہے اس ایک جملے کے زیر اثر تھی۔اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

****

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اڈے پر آیا تو باہر گینگ کے لڑکے تیار کھڑے تھے۔نادر بھی اڈے کے باہر کھڑا تھا۔اسے سخت نظروں سے دیکھ کر اپنی طرف بلایا۔وہ فوراً نادر کے قریب آیا۔

"ہاں بھائی؟کیا لال ٹماٹر بنے کھڑے ہو ذرا سی دیر تو ہوئی ہے۔"وہ مسکرایا۔

"تجھے میں بعد میں پوچھوں گا ابھی تو تو نکل!"نادر نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔وہ وکٹری کا نشان بناتا اپنی بائیک کی طرف آیا۔بائیک پر بیٹھنے سے قبل اس نے لڑکوں کو فائر کا اشارہ کیا تو سب نے ایک ساتھ اپنی بندوقیں لوڈ کی اور ایک ساتھ فائر کیا۔علاقہ

گولیوں کی آواز سے گونجا۔پرندے اڑتے چلے گئے۔موٹر سائیکلیں اسٹارٹ ہوئیں اور زن سے آگے بڑھتی گئیں۔گھروں کی کھڑکیوں،جالیوں سے لوگ دبکے پیچھے اڑتی دھول کو دیکھتے رہ گئے تھے۔اگلے چار گھنٹے تک دلشاد نگر گولیوں کی گھن گرج سے گونجتا رہا تھا۔جانے کتنے ہی گینگسٹرز زخمی ہوئے تھے۔لنگڑا گینگ کے لوگ بھی پوری طرح تیار تھے۔تبھی کوئی کمزور نہیں پڑا تھا دونوں طرف سے اندھادھند فائرنگ کی جارہی تھی۔عصر کی ازان ہوئی تو دونوں جانب خاموشی چھا گئی۔دلشاد نگر کی تنگ بھول بھلیوں سی گلیوں میں گینگسٹرز چھپے مخالف گروپ کی گلیوں پر فائرنگ کر رہے تھے۔حکومت کی جانب سے بالکل خاموشی تھی۔پولیس نیند کی گولیاں کھائے سو رہی تھیں۔میڈیا یا پولیس کی غیر موجودگی میں اس علاقے میں داخل ہونے کی جرت تو دور سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔آخر پانچ گھنٹے مسلسل فائرنگ کے بعد دونوں گروپوں میں سناٹا چھا گیا۔پنچولی گینگ کے لڑکے اپنے زخمیوں اور مرنے والے تین لڑکوں کو پہلے ہی اٹھا کر جا چکے تھے۔جو باقی بچے تھے وہ حیدر کی ہمراہی میں اڈے پر واپس لوٹ آئے تھے۔

"بھائی چیتے نے سات لوگوں کو ہیڈ شوٹ کیا۔میرے سامنے سامنے یوں تڑپ تڑپ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کر مرے ہیں سالے۔" محسن فخریہ انداز میں پنچولی کو آگاہ کر رہا تھا۔

"راجو نے ایک میں نے تین! باقیوں کو پیچھے رکھا، تاہم چھ آ گئے تھے۔" زبیر نامی سیاہ فام لڑکے نے بتایا۔

"گیارہ ہم نے مارے ہمارے تین گئے ہیں۔" ایک نے بتایا۔

"کچھ دیر میں پولیس آجائے گی۔ سارے اپنی اپنی گلیوں میں جاؤ۔ اجمل، عمر، ایشان کی میتیں غسل کے بعد ان کے گھر پہنچادی جائیں صبح حیدر تو معاوضہ لے کر جائے گا ان کے گھر۔"

"چار لاکھ نا؟" حیدر اپنے بازو پر روئی سے دوائی لگاتے ہوئے بولا۔ اس کے بازو سے گولی چھو کر گزر گئی تھی۔ ایک گولی کندھے سے چھو کر گئی تھی جبکہ ایک کان سے کافی خون رس چکا تھا۔ لیکن وہ یکسر لاپرواہ تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ یہی حال باقی لڑکوں کا بھی تھا۔ سوائے چند لڑکے جو مرنے والوں کے قریبی دوست تھے اداس بیٹھے تھے۔

"اس بار پانچ لاکھ دیں گے۔" نادر نے کہا۔

"او کے۔" حیدر اب بلٹ پروف جیکٹ نکالتے ہوئے بولا۔

"تو صبح کدھر مر گیا تھا۔ محسن بتا رہا کسی عورت کو گاڑی میں گھمارہ۔۔

"وہ میں کسی کی مدد کر رہا تھا۔" وہ خباثت سے ہنستا ہوا بولا۔

"تو اور مدد بڑا خدائی فوجدار ہے سالے۔" نادر نے اس کے بازو پر مکا مارا۔

"آہ۔۔ زخم ہے بھائی!" حیدر بدک کر بولا۔

"لڑکی کا چکر ہو گا۔ ضرور!" محسن نے دانت نکالے۔

حیدر نے معنی خیزی سے آنکھ دبائی اور قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

"ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ امی بھی ٹھیک ہیں۔ ہاں ہاں پتا ہے اس لیے تو امی آج جلدی لینے آگئی تھیں۔" خضریٰ نے رک کر اس پری کی بات سنی۔

"ہاں! بہت فائرنگ ہوئی ہے میرا تو سانس رکا ہوا تھا تب سے ہی۔ اب جا کر رکی

ہے۔"خضریٰ نے جھر جھری لیتے ہوئے بتایا۔

"اچھا تمہیں پتا ہے میں گھر کیسے آئی؟"خضریٰ کو حیدر اور اس کی بات یاد آئی۔

"کیسے؟"پری عادت کے مطابق فوراً تجسس سے بولی۔

"وہی۔۔ہماری بلڈنگ والا لڑکا ہے نا؟ لمبی ہائٹ والا۔۔ہاں وہی حیدر!" وہ دبی دبی ہنسی ہنس کر بولی۔

"ہاں؟ کیا ہوا اسے؟"پری نے پوچھا۔

"اف! پاگل اسے کچھ نہیں ہوا۔امی اسی کو لے کر آئی تھیں۔کالج چھٹی لینے اسی کی کار پر تو آئے۔۔"وہ پرجوشی سے اسے بتاتی جا رہی تھی۔

"ہائے سچی! لگتا ہے اسے تو پسند آ گئی ہے۔"پری کو سوچ کر ہی لطف آیا۔

"مجھے بھی یہی لگتا ہے۔"خضریٰ کھلکھلا کر ہنس دی۔حیدر کا جملا یاد آتے ہی اس کے گال دہک اٹھے۔دل گدگدایا۔

"اچھا میں اب فون رکھتی ہوں کل کالج آئے گی؟"پری نے فون رکھتے رکھتے پوچھا۔

"پتا نہیں امی بھیجیں گی تو آؤں گی۔ویسے اس علاقے میں آ کر تو لگتا ہے اب چھٹیاں ہی

چھٹیاں ہوں گی۔" خضریٰ ہنستے ہوئے بولی۔

"اچھا چل فون رکھتی ہوں۔" پری نے کہتے ہوئے فون رکھا۔ خضریٰ بھی فون لیے کمرے سے نکل آئی۔ رابعہ خاتون کچن میں کھانا بنا رہی تھیں۔

"بات ہو گئی پری سے۔ لاؤ فون دو مجھے وکیل سے بات کرنی ہے۔" رابعہ خاتون نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ خضریٰ خاموشی سے فون کاؤنٹر پر رکھا اور فریج سے سیب نکال کر دھونے لگی۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ آنکھوں میں حیدر کا چہرہ اور اس کی نگاہیں گھوم رہی تھیں۔ کانوں میں بار بار اس کا کہا جملہ گونجنے لگتا۔

"امی وکیل سے کیا بات کرنی ہے؟" اچانک اسے یاد آیا تو ماں سے پوچھنے لگی۔

"ظاہر ہے گھر کی ہی۔۔ ایک کروڑ کا گھر بکا ہے تین حصے ہوئے ہیں ہمارے حصے میں صرف بارہ لاکھ؟ کیا تمہارا باپ حقدار نہیں تھا کیا ریاض علی صرف تمہارے چچاؤں کے باپ تھے؟ ان غاصبوں کی وجہ سے آج اس منحوس جگہ آکر رہنا پڑ رہا ہے۔ گولیاں ایسے چلتی ہیں جیسے دیوالی پر پٹاخے چل رہے ہوں۔ توبہ توبہ! اوپر سے وہ جو دلشاد، نگر کی گینگ ہے ناپنچولی اس کے سرغنہ اسی بلڈنگ میں خیر سے رہائش پذیر ہیں مجھے معلوم ہوتا میں یہاں کبھی گھر نہ لیتی۔" وہ برے مزاج سے کہتی دیگچے میں چمچ ہلا رہی

تھیں۔ خضریٰ خاموشی سے سیب کھاتی پھر کسی اور ہی جہاں میں پہنچی ہوئی تھی۔ خضریٰ فطرتاً سادہ سی تھی کچھ رابعہ بیگم کی سخت مزاجی تھی کہ وہ آج کل کی تیز طراریوں سے دور تھی۔ پری اس کی واحد دوست تھی جو اسکول کے زمانے سے اس کے ساتھ تھی ایک وہی تھی جس سے وہ دل کھول کر باتیں کیا کرتی تھی۔

****

حیدر اپنے فلیٹ کے لاؤنج میں صوفے پر نیم دراز چرس پی رہا تھا۔ لاؤنج میں ایک ناگوار سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ قریب میز پر برگر پڑا ہوا تھا۔ ساتھ بیئر کا کین تھا۔ حیدر بنیان اور جینز میں ملبوس تھا۔ کندھے اور بازو پر پٹی بندھی تھی کان پر بھی روئی چپکی ہوئی تھی۔ وہ بالکل پر سکون تھا کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کہ وہ آج موت کی جنگ کر کے آیا ہے۔ کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کہ وہ آج سات لوگوں کا قتل کر کے آیا ہے۔ پستول قریب پڑی تھی۔ دفعتاً دروازہ بجا۔ اس نے نگاہ گھڑی پر ڈالی رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ اس نے آج کسی سے ملنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ دل ہی دل میں الجھتا وہ اٹھا اور گیٹ پر آیا۔ گیٹ پر بنے شیشے کے ننھے سے سوراخ سے جھانک کر اس نے باہر دیکھا۔

"ابے یار یہ کہاں سے ٹپک گئی۔" وہ بڑبڑایا اور گیٹ کھول دیا۔

"اسلام و علیکم! کیسے ہیں آپ حیدر؟" وہ ایک درمیانے قد کی پر کشش لڑکی تھی۔ آنکھوں پر نازک فریم کا چشمہ تھا۔ حیدر نے منہ بنا کر اسے دیکھا۔

"کیا میں اندر آجاؤں؟" اس نے اجازت چاہی۔ حیدر، گہری سانس لیتا راستے سے ہٹ گیا وہ جوتے اتارنے لگی۔

"مسجد نہیں ہے یہ ایسے ہی آجا۔" حیدر نے اسے جوتے اتارتے دیکھا تو بیزاری سے بولا اور ہاتھ میں پکڑی سگریٹ بجھا کر ایش ٹرے میں پھینک دی۔

وہ لڑکی آہستگی سے چلتی اس کے پیچھے لاؤنج میں آئی۔ بو محسوس کرتے ہی اس کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔

"چرس پی رہے تھے آپ!" اس نے کہا۔

حیدر کوئی جواب دیے بغیر صوفے پر بیٹھا۔

"میں صبح سے پریشان تھی آپ کے لیے بہت دعائیں کی کہ آپ محفوظ رہیں۔ آپ کے ہاتھ پر۔۔"

"ارے یار ٹھیک ہوں میں، تو یہاں کیوں آئی ہے؟" اس نے پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپ کو دیکھنے آئی ہوں آپ تو فون ہی نہیں اٹھاتے میرا۔" زینب افسردگی سے بولی۔ حیدر جواب دیے بغیر فرش کو گھورتا رہا۔

"ٹھیک ہوں میں، دیکھ لیا؟ اب جا!"

"آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ؟" وہ نم ہوتی آنکھیں اس کے چہرے پر ٹکائے پوچھنے لگی۔

"تیرے ساتھ کیا کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ سمجھی!" حیدر نے اسے جھڑک دیا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟ میرے ساتھ اگر آپ۔۔"

"چپ! بالکل مجھے کوئی بات نہیں کرنی تیرے سے۔ تو جا!" حیدر نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

"حیدر!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ حیدر چپ چاپ پتھر بنا بیٹھا رہا۔

"میں محبت کرتی ہوں آپ سے۔ آپ۔۔"

"مت کر زینب مت کر! مت کر میرے سے محبت۔۔ میں نہیں مانتا یہ محبت۔۔ میں نے تیرے سے بات کی پر تو میرے مطلب کی لڑکی نہیں ہے میں تجھ سے کوئی غلط

مطلب نہیں نکالنا چاہتا میرے کو پتا ہے تو ایسی لڑکی نہیں ہے۔"

"لیکن آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کو اچھی لگتی ہوں۔" وہ نم آنکھیں لیے بولی

"ہاں تو لگتی ہے۔۔ تو ہے اچھی۔۔ میرے کو تو بہت سی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں کیا سب سے شادی کر لوں؟" وہ بیزاری سے بولا۔

"آپ نے کہا تھا میں باقی لڑکیوں جیسی، نہیں ہوں۔"

ہاں تو نہیں ہے۔۔ بولا تھا۔۔ تو میرے مزاج کی بندی نہیں ہے۔۔ تیرے میرے راستے الگ ہیں تو جا"!

"تو آپ میرے ساتھ کیوں تھے؟ آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟" وہ رو دی۔

"ابے او چھوکری! میرے دماغ کو مت لگ! نہیں ہے تیرے سے محبت تو تیرے کو بول رہا ہوں تو نکل لے۔ دیکھ زینب ابھی میں اچھے موڈ میں ہوں تیرے کو بول رہا ہوں جا۔۔ ورنہ اٹھا کر باہر پھینک کر آؤں؟" وہ معمول کے مطابق بھڑک چکا تھا۔

زینب پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ حیدر سپاٹ چہرہ لیے سامنے دیکھتا رہا۔ وہ اپنی جگہ سے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اٹھ کھڑی ہوئی۔آنکھوں میں بے بسی اور لاچاری تھی۔

"اور سن! میرے جیسے مرد محبت نہیں کرتے۔۔ہوس! ہوس! سمجھتی ہے کہ نہیں؟ ہاں وہی۔۔جو مرد محبت کرتا ہے نا،؟وہ نکاح کرتا ہے کیا سمجھی؟تو میرے لیے رو مت! تو اچھی لڑکی،ہے تیرے کو تیرے جیسا اچھا لڑکا ملے گا۔مردوں کی میٹھی میٹھی باتوں میں نہیں آنے کا سمجھی! نکاح کرنے والا ہی سچا عاشق ہوتا ہے باقی میرے میرے جیسے اٹھائی گیر اب جا۔"اس نے کہتے ہوئے اشارہ کیا۔

اور اسے سمجھ آگئی تھی۔وہ چند پل بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی پھر تیزی سے چلتی اس کے فلیٹ سے نکل گئی۔حیدر لاپرواہی سے اٹھا اور فلیٹ کا گیٹ بند کر کے واپس اپنی جگہ پر آبیٹھا۔اس کی زندگی میں کوئی لڑکی مسلسل نہیں رہی تھی۔دل بھرتے ہی وہ ان کو زندگی سے نکال دیتا تھا۔لیکن زینب ان میں سے نہیں تھی جنھیں وہ اپنے مطلب کے لیے استعمال کر چکا تھا۔زینب نے اس سے محبت کی تھی وہ جانتا تھا لیکن حیدر جیسا شخص ابھی تک محبت کے م سے بھی واقف نہیں تھا۔اس نے زینب کے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا تھا۔اسے زندگی سے جانے دیا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا وہ ایسی لڑکی کے قابل نہیں۔۔نہ وہ اس جیسے مرد کے لائق ہے۔۔

****

وہ لاؤنج میں نیم دراز خبریں سن رہا تھا جہاں آج کے گینگ وار کے متعلق تازہ ترین معلومات فراہم کی جا رہی تھیں۔ حیدر نے چرس بھری سگریٹ کا ایک آخری گہرا کش لیا اور اسے ایش ٹرے میں اچھال دیا۔ تب ہی دروازہ بجا۔ حیدر کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات چھلکے۔

"اب کون ہے؟" وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھ کر گیٹ کے پاس آیا۔ درز سے جھانکا۔ باہر محسن کھڑا تھا۔ اس نے گیٹ کھول دیا۔

"زخم کیسے ہیں؟" اس نے اندر داخل ہوتے ہی پوچھا۔

"بہتر! تو اس وقت؟" حیدر لاؤنج کی جانب آیا۔

"ہاں، باہر ناکہ بندی ہے۔ اس لیے ادھر چلا آیا۔ کھانے کو کچھ ہے؟" محسن سیدھا کچن کی جانب مڑ گیا۔ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ یہ زخم آج کی لڑائی میں اسے آئے تھے۔

"ہاں۔ فریج میں پیزا اور چکن رکھا ہے۔ اوون میں ڈال لے۔" حیدر نے لاؤنج میں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بیٹھے بیٹھے بلند آواز میں جواب دیا۔ محسن فریج کھول کر جائزہ لینے لگا۔ حیدر ریموٹ پکڑے چینل تبدیل کر رہا تھا۔

"سن! ابھی جب میں آ رہا تھا زینب جا رہی تھی۔ وہ یہاں کیوں آئی تھی؟" محسن نے پیزا اوون میں ڈالا اور فریج سے بئیر کے کین نکال کر کاؤنٹر پر دھر دیے۔

"ہاں، بھیج دیا میں نے۔" حیدر نے کہا۔

محسن نے چونک کر سامنے لاؤنج پر نیم دراز حیدر کی جانب دیکھا لیکن کچھ کہنے سے گریز کیا۔ کچھ دیر بعد پلیٹ میں پیزا اور بئیر کے کین لیے وہ لاؤنج میں آیا۔

"ہاں اب بتا۔" محسن نے دلچسپی سے پوچھا۔ زینب کا قصہ اسے شروع سے بہت سنجیدہ لگتا تھا۔ کیوں کہ وہ واحد لڑکی تھی جسے حیدر کی فکر رہتی تھی وہ اکثر محسن کو کال کر کے حیدر کی خبر لیا کرتی اور اسے حیدر کا خیال رکھنے کی تاکید کرتی رہتی تھی۔

"کیا بتاؤں؟ نہ وہ میرے مزاج میں ڈھل سکتی تھی نہ میں اس کے۔ صاف سیدھی بات ہے میں بلاوجہ کے واسطے نہیں رکھتا میرا کام بنتا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ اپنے رستے، میں اپنے!" حیدر لاپرواہی سے بولا۔ محسن نے تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"محبت کرتی ہے تجھ سے۔" محسن نے اسے شرم دلانا چاہی۔ حیدر نے ہاتھ جھلایا لیکن خاموش رہا۔

"اچھی لڑکی ہے۔ تیرے ساتھ ہر حال میں رہنا چاہتی ہے۔" محسن چاہتا تھا حیدر اسے دل سے اپنا لے۔

"دیکھ یار! یہ جو محبتیں کرتے ہو نا تم لوگ۔ جیسے تو نے رمشاء سے کی ہے۔اب تو اس کا پابند ہے۔ کوئی اور پسند آجائے تب بھی تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے نہ کھل کر جی سکتے ہو نا کھل کر مزے کر سکتے ہو۔مانا وہ اچھی لڑکی ہے۔مجھے اچھی بھی لگتی ہے۔ لیکن آزادی مجھے زیادہ عزیز ہے اور ویسے بھی یہ محبت وغیرہ میرے سمجھ میں نہیں آتی۔ ایسا بھلا کیسے ممکن ہے ایک انسان سے ہو جائے تو اسی کے ہو کر رہ جاؤ۔" حیدر طنزیہ انداز میں بولا۔

"پسند تو آتی ہے لڑکیاں۔ خوبصورت لڑکیوں سے باتیں بھی کر لیتے ہیں دل بھی بہلا لیتے ہیں کوئی راضی ہو جائے تو بات آگے بھی بڑھا لیتے ہیں۔ لیکن جو دل میں ہوتی ہے وہ تو رمشاء ہی ہے اسی سے ہے محبت۔ محبت جس سے ہوتی ہے اس کا بن کر رہنا پڑتا ہے۔" محسن پیزہ کھاتے ہوئے بولا۔

حیدر نے مسکراتی نگاہ اس پر ڈالی۔

"یہ محبت شحبت تم لوگ ہی کرو میں ایسے ہی خوش ہوں۔ جو میرے ساتھ رہے گی اسے میری بات ماننی پڑے گی۔ میرے ساتھ وہ تب تک ہی رہے گی جب تک میرا دل چاہے گا۔ جب دل بھر جائے گا۔ واسطہ ختم! اور رہی زینب جیسی لڑکیاں تو ان کو ان جیسے ہی ملنے چاہیے۔ میں نے اس سے کہا تو اس نے کہہ دیا کہ وہ ایسا کچھ نہیں کرے گی ۔ تو میں نے کہہ دیا کہ بھئی پھر واسطہ بھی نہیں رکھنا۔ کیا کروں گا واسطہ رکھ کر؟

"حیدر نے کہہ کر بیئر کا کین منہ سے لگا یا۔

"اور یہ نیا کیا چکر ہے؟" محسن نے بھی بیئر کا کین اٹھالیا۔

"باہر کی ہے۔ معصوم سی۔ حسین ہے آنکھیں اس کی!" حیدر کی آنکھوں میں خضریٰ کا سراپا لہرایا۔

"معصومیت تو تجھے ویسے ہی بہت پسند ہے۔" محسن ہنسا۔

حیدر بھی قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور نفی میں گردن ہلائی۔

"نہیں مجھے معصومیت نہیں، معصومیت کا چولا اتار نا پسند ہے۔ یہ جو معصومیت کا روپ

دھارے لڑکیاں ہوتی ہیں ناان کو چکنی چپڑی باتوں میں گھما کر رکھنا ہوتا ہے اور یہ مکھن کی طرح پگھلتی ہوئیں ہمارے ہاتھوں میں۔۔یوں!" حیدر نے ہنستے ہوئے ہاتھوں کا پیالا بنایا۔

"اور اگر وہ نہ مانے زینب کی طرح؟" محسن نے سوال کیا۔

"آج تک سوائے زینب کے کوئی لڑکی ایسی نہیں جسے میں نے مٹھی میں نہ کیا ہو۔اور اگر یہ بھی میرے مطلب پر نہیں آتی تو اسے بھی یوں کک مار کر آؤٹ!" حیدر نے ہوا میں لات رسید کی اور آنکھ دبا کر مسکرا دیا۔

"اسے معلوم ہے کہ تو۔۔

"نہیں! جب تک میرا مطلب پورا نہ ہو میں یہ بات چھپا کر رکھوں گا پھر میری بلا سے لگ جائے پتا۔میں ڈرتا ہوں کیا۔۔" حیدر نے بئیر کا خالی کین میز پر رکھا۔

"آج تو جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔چل میں تو چلا سونے۔" حیدر نے اونگھتے ہوئے کہا اور محسن کی طرف دیکھا۔

"تو اپنی رمشاء سے باتیں کر۔۔ویسے بور نہیں ہوتا تو روز اسی سے گھنٹوں باتیں کر کے؟

"حیدر نے جاتے جاتے سوال کیا۔ محسن نے ہنستے ہوئے نفی میں گردن ہلا دی۔

"کمال ہے یار!" حیدر منہ بناتا کمرے کی جانب چل دیا۔

****

اتوار کا دن تھا۔اتوار کے دن حیدر کا معمول تھا وہ علاقے کے بازار اور دکانوں میں چکر لگایا کرتا۔اسی علاقے کے قریب ایک وسیع گراؤنڈ تھا جہاں اتوار کے دن اتوار بازار لگتا تھا۔اس بازار میں حیدر جا کر ہر دکاندار سے پیسے وصول کرتا تھا۔حیدر نے اٹھ کر گھڑی پر نگاہ ڈالی ساڑھے دس بج رہے تھے۔اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا کالا پلاسٹک اپنے زخموں پر ٹیپ کے ساتھ لگایا اور کپڑے لیے نہانے گھس گیا۔واپس آکر اس نے بال بنائے گن جیب میں اڑسی اور بائیک کی چابی اٹھاتا باہر نکل آیا وہ اپنے آپ میں گنگناتا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔پہلی منزل پر پہنچتے ہی وہ رک گیا۔کونے والے فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔اگلے ہی پل خضریٰ باہر نکلی حیدر پر نگاہ پڑتے ہی وہ پل بھر کو رکی۔حیدر نے بھی لبوں پر نرم مسکراہٹ سجائی آنکھوں میں نرم تاثرات لایا۔خضریٰ بھی جھجک کر مسکرا دی۔تب ہی رابعہ خاتون چادر سنبھالتی باہر نکلیں۔حیدر کو دیکھ کر مسکرائیں۔حیدر بھی مسکراتا ہوا سیڑھیاں اتر گیا۔نیچے تک پہنچتے اس کے وہ نرم

تاثرات اور مسکراہٹ غائب تھی۔وہی سنجیدہ چہرہ اور سفاک آنکھیں۔پارکنگ میں بائیک تک آکر اس نے سیاہ رومال چہرے پر باندھا اور سیاہ کیپ سر پر ڈالی۔بائیک اسٹارٹ کرتا زن سے نکال لے گیا۔

****

وہ بائیک روک کر سب سے پہلے علاقے کی مشہور ترین بیکری میں گھسا۔اس کا ارادہ بھتے کے علاوہ کچھ کھانے پینے کا بھی تھا۔چہرے پر بندھا کپڑا نیچے کرتے شیشے کا گیٹ سرکاتا اندر داخل ہوا۔ایک لمحے کو ٹھہر کر رہ گیا۔سامنے ہی خضریٰ اور اس کی ماں کاؤنٹر پر کھڑیں تھیں۔

"سلام استاد!"بیکری مالک جو کاؤنٹر پر نیم دراز تھا اٹھ کھڑا ہوا۔بیکری میں کام کرنے والے باقی لڑکے بھی چوکنے ہوئے ان کے چہروں پر خوف صاف ظاہر تھا۔

"وعلیکم اسلام!کیسے ہیں طاہر بھائی؟"حیدر نرمی سے مسکرایا۔پھر خضریٰ اور اس کی ماں کی طرف دیکھا۔

"ارے یہی تمہاری بیکری ہے کیا؟"خضریٰ کی ماں رابعہ خاتون نے مسکراتے ہوئے

پوچھا۔

"جی جی ! باجی ! سارا علاقہ ہی استاد کا ہے۔" دکاندار حیدر سے پہلے بول اٹھا۔ حیدر نے سخت نگاہ دکاندار پر ڈالی اور ان کے قریب آیا۔

"جی بس ! محبت ہے لوگوں کی۔ آپ یہاں ! طاہر صاحب ! پہلے آنٹی کو فارغ کریں۔" حیدر نرم نگاہوں سے باری باری خضریٰ اور رابعہ خاتون کو دیکھا۔ خضریٰ ماں سے نظریں بچا کر مسکرائی۔

"بس کیا کہوں یہ لڑکی ہے نا، کیک، چاکلیٹ بس ان چیزوں کے لیے ہی زندہ ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولیں۔ خضریٰ کی بات پر خجالت سے سرخ ہوئی تھی۔ حیدر مزید مسکرا دیا تھا۔ چند منٹ بعد دکاندار نے سامان رابعہ خاتون کو پکڑایا۔ رابعہ خاتون نے ادائیگی کرنے کو اپنا پرس کھولنا چاہا۔

"ارے باجی رہنے دیں۔ حیدر استاد کے جاننے والے ہیں آپ، آپ سے کیسے پیسے لے سکتے ہیں۔"

"ارے نہیں بھئی، جان پہچان اپنی جگہ دکانداری اپنی جگہ۔۔۔ رکھیں پیسے۔" رابعہ

خاتون نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ارے کچھ نہیں ہوتا آنٹی۔۔

"نہیں۔۔ بھئی! پیسے رکھیں۔"

"ارے کہانا باجی! آپ سے نہیں لے سکتے اب! بس آپ خیال سے جائیں گھر۔۔"

بیکری کا مالک بولا۔

اس دوران خضریٰ کن اکھیوں سے حیدر کو دیکھتی رہی۔اس کی نرم نگاہیں خود پر پڑنے کی منتظر۔۔جب وہ اسے دیکھتا خضریٰ خوش فہمیوں میں گھرنے لگتی۔حیدر کی نگاہوں میں نرمی اور پسندیدگی دیکھ وہ یہ جان ہی نہیں پاتی تھی کہ کچھ معاملات میں مرد زبردست اداکار ہوتا ہے۔حیدر اسے گھیرنے کی خاطر آنکھوں میں نرمی، شرافت اور پسندیدگی سجائے اسے دیکھتا اور وہ اسے پسندیدگی ہی سمجھتی۔رابعہ خاتون کے قطعیت بھرے انکار کے باوجود بھی وہ پیسے لینے پر راضی نہ ہوئے تو وہ ناچار ادائیگی کیے بغیر ہی بیکری سے نکل آئیں۔

"سالے زبان اتنی ہی چلایا کر جتنی چلانی چاہیے ہو۔ سمجھا! چل اب ہفتہ نکال!"ان

کے جاتے ہی حیدر اپنے اصلی روپ میں نکل آیا۔

"استاد میں تو۔۔

"بس بس! جلدی کر آگے جانا ہے مجھے۔اور سن اگران کو آئندہ بھی کبھی بھنک پڑی نا کہ میں کون ہوں تو ادھر ہی مار کے تیرے کو میں اسی زمین میں دفناؤں گا۔اوئے سن لو سارے!"حیدر نے درشتی سے کہتے بیکری کے دیگر تین لڑکوں کو بھی خبر دار کیا۔وہ سب فوراً اثبات میں سر ہلانے لگے۔

****

وہ مارکیٹ میں اپنی اسپورٹ بائیک پر چکر لگاتا گینگ کے لڑکوں کو وصولی کرتا دیکھ رہا تھا۔اسے چکر لگاتا دیکھ دکاندار بغیر کسی چوں چراں کے بھتہ دے رہے تھے ان سب کو اپنی جان اور روزی عزیز تھی وہ پانچ سو، ہزار کے چکر میں اپنی جان گنوانا نہیں چاہتے تھے۔یوں ہی چکر لگاتے وہ دو تین دفعہ خضریٰ کو مختلف دکانوں پر ماں کے ساتھ سبزی خریدتا تو کبھی کسی گوشت کی دکان پر کھڑا دیکھ چکا تھا۔خضریٰ بھی اسے ایک بار دیکھ چکی تھی۔اسے یہی لگا کہ وہ بھی شاید خریداری کرنے آیا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

"اتنی دیر کدھر لگی؟" نادر پنچولی اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"بازار میں تھا۔" وہ گن نکال کر میز پر رکھتے ہوئے بولا۔ جیب سے نکال کر اس نے پیسے پنچولی کی جانب بڑھائے۔ اس کا چہرہ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا۔ نادر پنچولی نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا پھر محسن کی جانب دیکھا محسن نے نظریں گھمالیں۔ نادر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن خاموش رہا۔ حیدر نے قریب رکھی پانی کی بوتل منہ سے لگائی۔ اسی پل اس کا فون بجنے لگا۔ بوتل رکھ کر اس نے اپنا موبائل جیب سے نکالا اور فون ریسیو کرکے کان سے لگایا۔

"ہاں بول!" لاپرواہی سے پوچھا۔

"آج اتوار ہے۔ تم نے کیا وعدہ کیا تھا اس دن؟" دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز آئی۔

حیدر جو جانے دن میں کتنوں سے کتنے وعدے کیا کرتا تھا سوچنے لگا۔

"اوہ، سدرہ! ہاں یاد ہے میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ ملتے ہیں شام کو! پھر چلیں

گے۔"حیدر یاد آتے ہی بولا۔

نادر پنچولی محسن کی جانب دیکھ کر ہنس دیا۔

"یہ لڑکے کے کتنے لفڑے ہیں بھئی لڑکیوں سے! سدرہ، رمشاء، رباب۔۔"وہ دبے لہجے میں بولا۔

"روشنی، دعا، ماریہ، مریم، سوہا، وجیہہ!"محسن کو بھی جو جو یاد تھیں۔انگلیوں پر گننے لگا۔

اسی پل حیدر فون جیب میں ڈالتا ان کی طرف آیا۔

"یہ کیا گن رہا ہے سالے نظر لگائے گا؟"حیدر قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔

"تجھے نہیں لگتی نظر!"نادر مسکرایا۔

"بھائی یہ روز ایک سے بھی ملے گا نا تو اس ایک نا نمبر اگلے مہینے آئے گا اتنی لڑکیاں ہیں اس کے پاس"!

"کیا بات ہے ہم سے بھی ملایا کر!"نادر پنچولی آنکھ دبا کر بولا۔

"مجھ سے زیادہ مال لٹاؤ ساری تمہارے پاس آئیں گی استاد۔۔"حیدر ہنستے ہوئے بولا۔

"ویسے ہیں کافی ہیں جن سے اب واسطہ نہیں ہے تم اپنا کام چلاؤ۔"حیدر نے آنکھ دبا کر کہا۔نادر بھی قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"چلو میں پھر نکلتا ہوں۔بخشی تھوڑی دیر تک مال لا رہا ہے محسن تو مال گودام میں رکھوا دئیو۔گن کے رکھنا۔۔چار سو پیکٹ ہونگے۔چار لاکھ دے دینا بھائی!اس نے کہہ کر نادر کی طرف دیکھا۔

"چھ کہہ رہا تھا وہ تو؟"

"چار دینا چھ مانگے تو مجھے فون کر دینا۔میں ٹھنڈا کرتا ہوں سالے کو ڈھائی کا لا کر ادھر چھ کا دے گا؟ ڈیڑھ لاکھ لوڈنگ کے؟تم نے سر چڑھا رکھا تھا سالوں کو۔۔میں پتا کر کے آیا ہوں مین منڈی میں اصل ریٹ!"حیدر بولا۔

نادر کا منہ کھلا رہ گیا۔اگلے پل ہی وہ ستائشی انداز میں گردن ہلا کر ہنس دیا۔

"چیتے تو واقعی پہنچی ہوئی چیز ہے۔دیکھ رہا ہے محسن تو!"نادر فخریہ انداز میں بولا۔حیدر لاپروائی سے مسکراتا اڈے سے نکل آیا۔وہ نادر کے لیے دن بہ دن بے حد ضروری ہوتا جا رہا تھا۔اس بات کا احساس نادر پنچولی کو ہو چکا تھا۔یہی وجہ تھی اس کی ہر کوتاہی کو وہ

فوراً بھول جایا کرتا تھا جتنا وہ پندرہ سالوں میں نہیں کر پایا چھ سالوں میں حیدر اس کو جمع کر کے دے چکا تھا۔

****

وہ گنگناتے ہوئے اپنے بال بنا رہا تھا۔ بے فکری اس کے ہر انداز سے ظاہر تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی پرفیوم اٹھا کر اس نے خود پر چھڑکاؤ کیا۔ ڈریسنگ ٹیبل کی دراز کھول کر نوٹوں کی گڈی نکال کر گنتے ہوئے اس نے پانچ ہزار کے کئی نوٹ والٹ میں ڈال کر گڈی دوبارہ اندر رکھی۔ جیکٹ زیب تن کرتا جوتے پہننے لگا۔ وہ نک سک سے تیار تھا۔ فلیٹ پر تالا لگاتے وہ پہلے دوسری منزل پر آیا۔ نادر پنچولی کے گھر کا دروازہ بجا کر اس نے کار کی چابی لی اور نیچے اترنے لگا۔ پہلی منزل پر پہنچتے ہی اس نے قدم سست کیے۔ سامنے ہی خضریٰ اپنے ساتھ ایک درمیانے قد کی سانولی سی لڑکی کو لیے چلی آ رہی تھی۔ حیدر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ خضریٰ نے اسے دیکھ کر اپنے ساتھ موجود لڑکی کو اشارہ کیا تھا۔ وہ مزید قریب پہنچی تو حیدر خضریٰ کی جانب براہ راست متوجہ ہوا۔

"کیا حال ہیں؟" حیدر نے آنکھوں اور لہجے میں وہی نرمی سجالی تھی۔

"ٹھیک۔"خضریٰ جھجک کر مسکرائی۔

"یہ کون ہے سہیلی ہے تمہاری؟"وہ اب کے پریبہ کی جانب دیکھ کر مسکرایا۔

"جی میں اس کی اکلوتی بیسٹ،فرینڈ پریبہ ہوں۔سب پیار سے پری کہتے ہیں۔اور آپ حیدرہ۔۔"اسی پل خضریٰ نے اسے کہنی ماری۔حیدر نے مسکراہٹ روکی۔

"یہ بیوقوف لڑکیاں بھی نا!"دل ہی دل میں ہنسا۔

"جی میں حیدر ہوں۔اسی بلڈنگ میں رہتا ہوں۔کہیں جا رہی ہو دونوں۔؟"وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے پوچھنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جی۔امی نے کہا بلڈنگ کے نیچے ہی ایک کاکا بیٹھے ہوتے ان کے رکشے پر پری کے ساتھ چلی جاؤں۔آج اس کے گھر قرآن خوانی ہے نا تو یہ مجھے لینے آئی ہے۔"خضریٰ کا لہجہ بچوں کی طرح معصومیت سے لبریز تھا۔آواز بھی کافی نرم تھی۔

"میں چھوڑ دیتا ہوں۔آنٹی سے پوچھ لو۔"حیدر نے فوراً پیشکش کی۔

خضریٰ نے پہلے جذبذ ہو کر پری کی جانب دیکھا پھر نفی میں گردن ہلائی۔

"نہیں رکشا۔۔

"ارے یار حیدر بھائی کہہ رہے ہیں تو ان کے ساتھ ہی چلے جاتے ہیں۔رکو میں یہیں سے آنٹی کو کال کرکے کہہ دیتی ہوں۔"پری پرجوش سی کہہ کر فون نکالنے لگی۔حیدر نے نرم نگاہیں خضریٰ پر ڈالی۔معمول سے ہٹ کر آج وہ سیاہ برقعے میں تھی۔اسکارف گلابی رنگ کا تھا جو اس کی معصومیت پر مزید کھل رہا تھا۔

"جی،اوکے۔"پری فون رکھتی ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"آنٹی کہہ رہی ہیں ٹھیک ہے۔حیدر بھائی کے ساتھ چلے جاؤ۔لینے وہ خود ہی آئیں گی۔"پری نے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"چلو آجاؤ پھر!"حیدر کہتے ہوئے پارکنگ کی جانب بڑھنے لگا۔

"یار کیا ضرورت تھی۔شرم آتی ہے ان کے سامنے مجھے۔۔"خضریٰ منمنائی۔

"چپ کر۔شرم کی بچی۔۔ویسے یار بندہ بڑا ہینڈسم ہے۔"پری شرارتی انداز میں بولی تو خضریٰ شرما گئی۔گاڑی میں بیٹھتے ہی خضریٰ نے چپ سادھ لی۔جبکہ پری حیدر سے سوال کرتی رہی جوں حیدر خضریٰ کی جانب دیکھتا وہ گھبرا جاتی۔

پری کے گھر کے قریب پہنچتے ہی حیدر نے خضریٰ کی جانب دیکھا۔

"واپسی پر لینے آجاؤں؟"

"ن۔۔ نہیں امی آجائیں گی۔آپ پریشان نہ ہوں۔"خضریٰ فوراً سے بولی۔پری شرارتی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھتی رہی۔

"یہ لو اس پر میرا نمبر ہے۔جب کبھی کوئی کام ہو مجھے کال یا میسج کر لینا۔"اس نے جیب سے کارڈ نکالا جس پر اس کا نمبر درج تھا۔خضریٰ پہلے حیران ہوئی پھر پری کو دیکھا۔

"ل۔لیکن مجھے کیا کام ہوگا۔۔م۔میرے پاس تو موبائل نہیں۔۔"خضریٰ ہچکچائی۔حیدر نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"موبائل نہیں ہے؟"حیدر کو جیسے یقین نہ آیا ہو۔

"نہیں۔"

"ارے لائیں دیں مجھے۔۔میں اسے دے دوں گی۔دراصل جب اسے مجھ سے بات کرنی ہوتی ہے تب یہ آنٹی کا فون ہی استعمال کرتی ہے۔آپ کے سامنے بول نہیں رہی یوں تو روز فون کر کے بتاتی ہے کہ آج حیدر نے اس رنگ کی جی۔۔اف۔"

خضریٰ نے اسے زوردار چیونٹی بھری اور سرخ چہرہ لیے پری کو گھورنے لگی۔حیدر پہلے

تو حیران ہوا پھر مسکرا دیا۔دل میں ایک کمینی سی خوشی کا احساس جاگا یہ تو بغیر کسی محنت کے ہی ہاتھ لگ گئی۔وہ سوچنے لگا۔خضریٰ گھبرا کر فوراً گاڑی سے اتر کر پری کے گھر کی جانب بڑھتی گئی۔پری حیدر کو سلام کرتی گاڑی سے اتر کر اس کے پیچھے لپکی۔حیدر کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

****

"تم نے یہ سب بکواس کیوں کی ان کے سامنے کیا سوچیں گے وہ کہ میں کیسی لڑکی ہوں۔"خضریٰ سرخ چہرہ لیے غصے سے کہہ رہی تھی۔

"پاگل! وہ بھی تجھے پسند کرتا ہے۔اور ویسے کیا مطلب کیسی لڑکی ہے۔۔ محبت کرنا جرم تھوڑی ہے۔اگر،ایسی بات ہوتی تو اپنا نمبر کیوں دیتا وہ۔"

"بس چپ کر و یار۔بات مت کرو مجھ سے۔"خضریٰ شرمندگی میں ڈوبی جارہی تھی اسے سوچ سوچ کر شرم آرہی تھی۔اس کا دل چاہا پری کا منہ توڑ دے لیکن پری مطمئن سی مسکراتی رہی۔خضریٰ سارا وقت غصے میں بھری بیٹھی رہی۔قرآن خوانی ختم ہونے تک اس نے پری سے بات نہ کی۔پری نے چھپکے سے وہ کارڈ خضریٰ کے پرس میں ڈال دیا تھا اس بات سے خضریٰ ناواقف تھی۔

واپسی پر اسے رابعہ خاتون لینے آئیں تو بادل نخواستہ اسے اپنا موڈ ٹھیک کرنا پڑا۔ ورنہ ممکن تھا اسے امی کو جواب دینا پڑ جاتا۔

****

کلب میں شوروغل عروج پر تھا۔ رنگ برنگی روشنیوں میں عورتوں کے آدھے ننگے بدن تھرک رہے تھے۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کے گلوں کا ہار بنے بے دھڑک جھوم رہے تھے۔ حیدر ایک طرف کاؤچ پر بیٹھا تھا۔ قریب ہی سدرہ نیم دراز شراب لبوں سے لگائے ہوئے تھی۔ حیدر نے بھی پی رکھی تھی لیکن اسے اتنی آسانی سے نہیں چڑھتی تھی۔ وہ عادی ہو چکا تھا۔

"آؤ حیدر ڈانس کریں۔" سدرہ گلاس سامنے میز پر رکھ کر اس کا بازو کھینچنے لگی۔

"نہیں تم ڈانس کرو۔ ادھر ہی میں صرف دیکھوں گا۔" حیدر آنکھوں میں شوخی لیے اس کے سراپے پر نگاہیں گھماتا ہوا بولا۔

"اوکے!" سدرہ جھوم رہی تھی۔ اس کی شرٹ پیٹ سے ذرا اوپر تھی۔ آستین ندارد ۔ سیاہ چست پینٹ میں اس کی ٹانگیں نمایاں تھیں۔ وہ نشے میں دھت بے دھڑک ناچ

رہی تھی۔حیدر لبوں پر محضوظ مسکراہٹ لیے اسے دیکھتا رہا اور شراب کے گھونٹ بھرتا رہا۔شراب، ناچ گانے اور زنا کا دور رات کے آخری پہر تک چلتا رہا صبح کے قریب وہ ڈگمگاتے قدموں سے اس پرائیوٹ کلب سے نکل کر آیا تھا۔راستے میں دکھائی پڑتے چھوٹے سے ڈھابے پر رک کر اس نے قہوہ آرڈر کیا اور آنکھیں رگڑتا خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا۔

****

رات گہری سیاہ تھی۔ تیز ہوائیں زور و شور سے چل رہی تھیں۔ خضریٰ اپنے کمرے کی کھڑکی پر چائے کا کپ ہاتھ میں لیے کھڑی تھی۔اس کی نگاہیں بلڈنگ کی پارکنگ پر جمی تھیں۔اس وقت عموماً حیدر کی بائیک وہاں موجود ہوا کرتی تھی لیکن آج بائیک نہیں تھی۔

"اتنے خراب موسم میں وہ کہاں ہوں گے ؟"سوچتے ہوئے اس نے ذرا سا آگے ہو کر دیکھنا چاہا۔کہیں پلر کے پیچھے تو نہیں کھڑی۔ کبھی کبھار وہ بائیک کو پلر کے پیچھے کھڑا کیا کرتا تھا جو اس کی کھڑکی سے نظر نہیں آتی تھی۔ پلر کے پیچھے والا حصہ دیکھنے اسے ماں کے کمرے میں جانا پڑتا تھا۔اب بھی چائے کا خالی کپ لہراتی وہ چپکے سے ماں کے

کمرے میں داخل ہوئی۔رابعہ خاتون گہری نیند میں تھیں۔وہ دبے پاؤں چلتی کھڑکی کے قریب آئی اور آہستگی سے پردہ سرکا کر باہر جھانکا۔پلر کے پیچھے والے حصے میں بھی اس کی بائیک موجود نہیں تھی۔خضریٰ مایوسی سے گردن ہلا کر پردہ برابر کرتی دبے پاؤں واپس باہر نکل آئی خالی کپ کچن میں رکھا اور ایک نگاہ ماں کے کمرے میں ڈالی۔کاش وہ موبائل بھی ساتھ لے آتی نیند تو یوں بھی نہیں آرہی پری کو ہی کال کرلیتی۔اس نے سوچتے ہوئے دوبارہ ماں کے کمرے میں قدم رکھا اور موبائل اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔اس نے فوراً پری کا نمبر ملایا۔فون فوراً اٹھا لیا گیا۔

"ہائے چڑیل!"خضریٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تیری ماں۔"پری ترکی بہ ترکی بولی۔خضریٰ کا منہ کھلا رہ گیا۔

"بیٹا تو صبر کر بتاؤں گی امی کو چڑیل ..

"ارے میری جان میں تو مذاق کررہی تھی۔پلیز یہ چھاپے کٹنیوں والی حرکت نہ کرنا۔"پری کسی حد تک رابعہ خاتون سے ڈرتی تھی تبھی فوراً سہم گئی۔

"ویسے تو بتا اس وقت مجھے کیوں کال کی؟"

"نیند نہیں آرہی تھی۔" خضریٰ نے منہ بناتے ہوئے کہا اور دوبارہ کھڑکی کے پار پارکنگ میں جھانکنے لگی۔

"لے بھئی اس نے تیری زندگی میں آتے ہی نیندیں اڑا دیں۔" پری ہنستے ہوئے بولی۔

"بکواس نہیں کر یار۔" خضریٰ شرم سے سرخ پڑتی اپنی پیشانی کھجانے لگی۔ لبوں پر شرمگی مسکراہٹ کھل اٹھی تھی۔

"بات کی اس سے؟" پری پرشوق سی پوچھ رہی تھی۔

"پاگل ہے میں کیوں کروں گی بات اور کیا، بات کروں گی؟" خضریٰ سٹپٹائی۔

"لے۔۔ تو نے اب تک بات نہیں کی۔ تیرے والٹ میں میں نے اس کا نمبر ڈالا تھا کم عقل دیکھا نہیں اب تک؟" پری نے اسے بتایا۔ خضریٰ ساکت رہ گئی۔ فوراً الماری کی طرف بڑھی۔

"نہیں میں نے تو نہیں دیکھا۔" وہ کہتے ہوئے اپنا والٹ الماری سے نکالنے لگی۔ اگلے پل ہی اس نے والٹ سے وہ سفید کارڈ برآمد کیا۔

"تو نے یہ میرے والٹ میں کیوں ڈالا میں کیا کروں گی اس کا؟" خضریٰ گھبرا سی گئی۔

"فریم کروا لے اور کمرے میں ٹانگ۔۔پاگل بات کر کال کر اور کیا کرے گی؟ساری زندگی کھڑکی سے اس کی بائیک دیکھتی رہے گی یا اس کے کپڑے؟"پری نے اسے بری طرح لتاڑنا شروع کیا۔

"یار تو اتنی ڈرپوک کیوں ہے؟چل مان لیا وہ خرم تجھے پسند نہیں تھا۔سگریٹ پیتا تھا بقول تیرے لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔تو نے اس کا پرپوزل ریجکٹ کر دیا۔حالانکہ اسکول میں وہ سب سے مشہور اور ہینڈسم تھا۔لیکن تو ہے ہی پینڈو۔۔پر یہ حیدر تو کتنا کیوٹ بندہ ہے یار اسے تو اگنور مت کر۔۔"

"میں نے کب کیا اگنور؟"خضرٰی منمنائی۔

"نمبر دیے ہوئے چار دن ہو گئے ہیں۔تو نے اب تک کال نہیں کی؟"پری اس پر افسوس کرتے ہوئے بولی۔

"میں۔۔کیا کروں کیسے ابھی کال کروں؟"خضرٰی نے لب دانتوں میں دباتے ہوئے رخ ایک بار پھر کھڑکی کی جانب کیا۔وہ اب تک نہیں آیا تھا۔

"نہیں کل جمعہ ہے نا جمعہ کی نماز پڑھ کر۔۔باؤلی اب کال کرنے کے لیے تجھے کیا

پہلے روزے رکھنے ہیں؟ کر کال ابھی۔ چل فون بند کر اور اسے کال کر۔۔" پری نے جلدی سے کہہ کر فون خود ہی بند کر دیا۔ خضریٰ جذبذ سی کبھی فون کو دیکھتی تو کبھی نمبر پر نگاہیں ڈالتی۔ کئی منٹ تک نمبر ڈائل کر کے مٹاتی رہی۔ پھر آخر کار تنگ آ کر اس نے فون رکھ دیا۔ اور نمبر دوبارہ والٹ میں ڈال کر کھڑکی کے قریب چلی آئی۔ وہ اب تک نہیں لوٹا تھا۔

"یار صبح سے نہیں نظر آئے پتا نہیں کدھر ہیں۔" وہ بے دلی سے بڑبڑاتی پلنگ پر گری۔ اسے کھڑکی سے آتے جاتے بائیک کھڑکی کرتے دیکھنا اس کا معمول بنتا جارہا تھا۔ اس لیے آج اس کی غیر موجودگی اسے کھل رہی تھی۔

****

اڈے پر اس وقت زیادہ لوگ نہیں ہوا کرتے تھے لیکن اس وقت وہاں گینگ کے کئی لڑکے موجود تھے۔ نادر پنچولی بھی ایک طرف کھڑا تھا۔ صوفے پر حیدر لا پرواہ بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر بے نیازی تھی یوں لگتا تھا جیسے سامنے کھڑی لڑکی کی آواز اس کے کانوں تک آئی ہی نہ ہو۔

"تم نے کہا تھا شادی کرو گے!" وہ لڑکی ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

"دیکھ لڑکی تو اب حد سے بڑھ رہی ہے۔ چلا مت آس پاس لوگ رہتے ہیں۔" نادر پنچولی بھڑک کر بولا۔

"یار استاد نکالو اس کو بھئی کیا تماشہ ہو رہا ہے؟ چل بے نکل ادھر سے تو۔" یک دم حیدر نے رخ اس کی طرف پھیر کر اس کو جانے کا اشارہ کیا۔

"تم نے کہا تھا۔"

"او یار جا ادھر سے تم نے کہا تھا۔۔ میں کوئی ولی ہوں جو میری بات پہ یقین کیا شادی کرنی ہوتی تو شادی کے بعد کرتا شادیوں والے کام۔۔ معصوم تو پھر ایسی بنتی ہیں جیسے کہ کچھ پتا ہی نہیں۔۔ عقل سے اندھی تھی تو؟" وہ نہایت حقارت سے بولا۔ باقی تمام لوگ خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔ کسی کو پروا نہیں تھی۔ کسی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگ رہی تھی۔ وہ لڑکی آنسو بہا رہی تھی۔ اس کا چہرہ ذلت سے سرخ پڑا ہوا تھا۔

"جا یہاں سے۔۔!" حیدر نے پھر اسے جانے کا اشارہ کیا۔

"ہاں ہاں جا رہی ہوں۔ لیکن میری بات یاد رکھنا حیدر! آج جیسے میں تکلیف میں ہوں

نا میری بد دعا ہے کسی دن تو بھی ایسے تڑپے۔تجھے تڑپتے ہوئے کوئی پانی تک نہ پوچھے۔تجھے تیری موت تک سکون نہ ملے۔تو کتے کی موت مرے حیدر۔۔تجھے قبر بھی نصیب نہ ہو۔تجھے بھی کوئی ایسے ہی تڑپائے پھر تجھے میری بد دعا یاد آئے۔تو تڑپے ساری عمر جب تک تیری سانسیں چلیں تو تڑپتا رہے۔" وہ لڑکی روتے ہوئے بد دعائیں دیتی وہاں سے چلی گئی۔حیدر یک دم بے نیاز سا اپنی پستول سے کھیل رہا تھا۔اسے کوئی پروا نہیں تھی۔وہ جانتا تھا کہ وہ بہت مضبوط ہے۔اور ڈر تو اسے کبھی لگا ہی نہیں موت سے۔۔اس نے لڑکی کی بد دعا کو ہوا میں اڑا دیا۔پستول جینز میں اڑستا سگریٹ سلگاتا حیدر اڈے سے نکل گیا۔

"حیدر کے سینے میں دل نہیں، پتھر ہے پتھر!" محسن جھر جھری لیتے ہوئے بولا۔

"یہ پتھر نہ ہوتا تو آج دلشاد نگر پر ہمارا راج نہ ہوتا۔اس کا یہ کٹھور پن ہی ہماری طاقت ہے۔" نادر پنچولی فخریہ انداز میں کہتا خود بھی گھر جانے کی تیاری کرنے لگا۔

****

"کیا۔۔۔!تو نے اب تک اسے کانٹیکٹ نہیں کیا؟" پری سن کر ہی آگ بگولہ ہونے لگی۔خضریٰ نے لب دانتوں میں دباتے ہوئے اپنی گردن انکار میں ہلا دی۔

"یہ لے! یہ لے! لعنت کیچ کر! کرنا کیچ کر!" پری نے دونوں ہاتھوں سے اسے لعنت بھیجی۔

"تو بیٹا بوڑھی ہو جائے گی یوں ہی حیدر اپنے بچے جوان کر دے گا۔" پری نے کہا۔ خضریٰ منہ بسور کر، دوسری جانب دیکھنے لگی۔

"لیکن میں ان سے کیا کہوں گی؟ کیا بات کروں گی۔؟" خضریٰ اسی الجھن میں گھری اب تک اسے کلل کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔

"اسے بتانا کہ تو کیسے اس کے پیار میں دیوانی ہوتی جا رہی ہے۔ جب تک دوپہر ایک بجے اسے پارکنگ سے بائیک نکالتے ہوئے اور رات بارہ بجے پارکنگ میں بائیک پارک کرتے ہوئے نہ دیکھ لے تیرا دن نہیں گزرتا۔ یہ بھی بتانا کہ جمعہ کے دن جب وہ قمیص شلوار پہنتا ہے تو بہت پیارا لگتا ہے۔ اور اسے بتانا کہ اس کے ملائم بھورے بالوں کو جب وہ کیپ میں چھپاتا ہے تو تجھے رج کے تپ چڑھتی ہے۔ کمینی یہ ساری باتیں جو تو مجھ سے کرتی ہے اسی سے کرنا نا۔" پری اس پر پل پڑی۔

"ابے پاگل ہے کیا۔" خضریٰ بوکھلا کر پیچھے ہٹی۔ اس کے گال دہک اٹھے تھے۔

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا۔کل سنڈے ہے نا تیرے گھر آؤں گی۔" پری نے بتایا۔

"ہیں سچ؟وعدہ کر!" خضریٰ کھل اٹھی۔اس کی تنہائی کو پری جیسی نٹ کھٹ کمپنی ملتی تو وہ ہمیشہ ہی چہک اٹھتی تھی۔

"ایک شرط پر وعدہ کروں گی۔" پری نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"کون سی شرط؟" خضریٰ نے سوالیہ انداز اپنایا۔

"میرے لیے آلو کے پراٹھے اور لال والی چٹنی بنوائے گی تو میں آؤں گی۔" پری نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔آلو کے پراٹھے اور لال چٹنی ڈن!اب وعدہ کل آئے گی؟" خضریٰ نے خوشی سے کہتے ہوئے ہاتھ آگے کیا۔جسے پری نے فوراً تھام لیا۔

"پکا وعدہ"!

وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس دیں۔

****

اتوار کا دن تھا۔موسم صبح سے خوشگوار تھا۔ٹھنڈی میٹھی ہواؤں نے ہر سوں خوش نما سا

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

احساس پھیلا یا ہوا تھا۔ خضریٰ خوش تھی کہ آج پری گھر آ رہی تھی۔ رابعہ خاتون آج اکیلی ہی اتوار بازار جا کر تمام سودا سلف لے آئی تھیں۔ خضریٰ ماں کے ساتھ کام کروا رہی تھی۔ لیکن اس کا سارا دھیان حیدر پر تھا جو کچھ دیر قبل ہی سیڑھیاں اتر کر نیچے اترا تھا۔ سیاہ جیکٹ اور نیلی جینز پہنے وہ آج بھی اسے دنیا کا حسین ترین انسان لگا۔ وہ تب سے اسی کو تصور کیے مسکراہٹ چھپانے کے جتن کر رہی تھی۔ حیدر کی نگاہ اس پر نہیں پڑی تھی اس بات پر خضریٰ کچھ اداس ہوئی تھی لیکن اگلے پل ہی فورا مسکرا دی تھی۔ یہ سب کچھ اس کے لیے کسی حسین خواب کے مانند تھا جس میں سے وہ نکلنا نہیں چاہتی تھی۔ کبھی بھی نہیں۔۔

"خضریٰ جلدی جلدی پیس لو اسے۔۔ آٹا بھی گوندھنا ہے تمہیں۔۔"

"جی امی!" خضریٰ کہہ کر جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔

****

" کتنا پیارا موسم ہو رہا ہے نا؟ کاش میرے روم میں بالکنی ہوتی وہاں جھولا ہوتا اور۔۔ خیر۔۔" خضریٰ گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ پری نے تاسف بھری نظروں سے اپنی پیاری سہیلی کو دیکھا جو اس وقت بے حد اداس نظر آ رہی تھی۔

"چل مار یار! ساری زندگی تو تونے اپنی بالکنی کے جھولے پر گزاری ہے اب یہاں کھڑکی سے موسم کے مزے لے آجا حیدر کی بائیک دیکھیں۔"پری اس کا ہاتھ کھینچتی بولی۔

"اوئے۔۔!"پری نے دبے دبے انداز میں انگلی ہونٹ پر رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"امی سن لیں گی۔"خضریٰ نے خفگی سے کہتے کمرے کے دروازے کی جانب دیکھا جو کھلا ہوا تھا اور مزید پری کے قریب کھسک آئی۔

"اس وقت وہ گھر پر نہیں ہوتے۔"آہستگی سے سرگوشی کی۔

"آئے ہائے کتنا پتا ہے نا!"پری کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔خضریٰ نے اسے خفگی سے دیکھا۔

"اچھا جا اپنی امی کا مبلیل (موبائل) لے کر آ۔"پری نے حکم صادر کیا۔

"لیکن کیوں۔؟"پری نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"لے کر تو آ، بتاتی ہوں۔"پری نے اسے باہر کی جانب دھکیلا۔

"یار امی پوچھیں گی پری تو یہی ہے پھر فون کیوں چاہیے، تو کیا کہوں گی؟"خضریٰ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

منمنائی۔

"آہ۔۔خضریٰ کوئی بہانہ ہوتا ہے، کوئی جھوٹ ہوتا ہے۔پر تیرے جیسی الو کی دم، پوپٹ عورت کیا جانے وہ کیا چیز ہوتی ہے۔بیٹھ ادھر میں لاتی ہوں۔"پری غصیلی نظروں سے اسے گھورتی گئی اور دو منٹ بعد موبائل اپنے ساتھ لے آئی۔کمرے کا دروازہ لاک کر کے وہ جست لگاتی پلنگ پر چڑھ گئی۔اگلے لمحے وہ نمبر ملا رہی تھی۔خضریٰ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"یار نہیں کرنا کال،امی کو پتا چل جائے گا۔"

"ششش!"پری نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"یار نہیں کرنا کیا سوچیں گے وہ!"خضریٰ منہ بسورتی ہوئی بولی۔لیکن اس وقت تک وہ فون ملا چکی تھی۔خضریٰ سانس روکے اسے دیکھنے لگی۔

"اسلام و علیکم!بھائی۔۔

"وعلیکم اسلام!جی کہیں۔۔"دوسری طرف حیدر پہچان نہیں پایا تھا۔

"کون بات کر رہا ہے کس سے بات کرنی ہے؟"

"میں پری! خضریٰ کی دوست۔۔"پری نے کہا۔

"اوہ،اچھا تم۔کیسی ہو؟تمہاری دوست کیسی ہے؟"حیدر جو ایک ہوٹل میں کسی سے شخص سے ملنے آیا،تھا اسے انتظار کرنے کا اشارہ کرتا وہاں سے اٹھ کر ایک طرف آیا۔

"ٹھیک ہے۔یہیں میرے ساتھ بیٹھی ہے۔انتہا کی ڈرپوک ہے۔اتنے دن سے مجھے کہتی رہی فون کروں یا نہ کروں کیا سوچیں گے حیدر یہ وہ فلاں۔۔

خضریٰ اس کے جھوٹ پر ہکا بکا رہ گئی۔اس کا چہرہ غصے اور شرم سے سرخ پڑنے لگا۔زوردار تھپڑ اس نے پری کو رسید کیا۔

"آہ۔۔کیا ہے۔"پری نے فون کان سے ہٹا کر اسے گھورا۔

"بکواس کیوں،کر رہی ہو تم اپنی طرف سے۔۔"خضریٰ بوکھلا سی گئی تھی۔

"ہاں جی حیدر بھائی لیں آپ خود بات کریں یہ آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہے۔"

حیدر کے لبوں پر مسکراہٹ امڈ آئی۔

خضریٰ نے ڈر کر نفی میں سر ہلانا چاہا لیکن تب تک پری اسے فون پکڑا چکی تھی۔

"ک۔۔کیسی ہو؟"خضریٰ نے جوں ہی فون کان سے لگایا اس طرف سے آواز

ابھری۔

"ٹ۔۔ٹھیک، آپ کیسے ہیں؟"خضریٰ کی آواز باقائدہ کانپ رہی تھی۔حیدر پہلے تو حیران ہوا پھر سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

"ڈر رہی ہو کیا؟ کوئی مسئلہ ہے؟"حیدر نے لہجہ انتہائی نرم کر لیا۔خضریٰ پل بھر کو اس کے گھمبیر ملائمت بھرے لہجے پر خاموش سی رہ گئی۔

"خضریٰ!"حیدر نے پکارا۔خضریٰ کا دل رک سا گیا۔

"ج۔۔جی! میرا مطلب نہیں۔۔کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"خضریٰ بولی۔

"پھر کال کرنے میں اتنا وقت کیوں لگا؟ بات کرنا پسند نہیں کیا؟"حیدر نے پھر اسی انداز میں سوال کیا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔"خضریٰ بمشکل بولی۔

"پھر کیسی بات ہے؟"حیدر نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔

"ک۔۔کیسی بھی نہیں۔۔"خضریٰ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"آہاں۔۔چلو جی مان لیتے ہیں۔اچھا سنو ابھی میں کسی کام سے باہر ہوں تھوڑی دیر میں

کال کروں؟"حیدر نے نرمی سے پوچھا۔

"امی کا موبائل ہے امی کے پاس ہو گا۔"خضریٰ بولی۔

"ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔کوئی بات نہیں۔پھر تم مجھے بتادو کس وقت فون تمہارے پاس ہو گا تا کہ میں کال کر کے تمہاری میٹھی سے آواز سن سکوں۔"حیدر اپنائیت بھرے لہجے میں بولا۔

"ج۔۔جی..م۔۔میں۔۔"خضریٰ ساکت سی ہو کر پری کی جانب دیکھنے لگی۔اس کی پیشانی عرق آلود ہونے لگی۔

"بتاؤنا؟کیا تم نہیں چاہتی میں دوبارہ کال کروں؟"حیدر نے پھر کہا۔خضریٰ کشمکش میں گھری کچھ دیر خاموش رہی۔

حیدر نے دوبارہ گھڑی پر نگاہ ڈالی اور تاسف سے گردن نفی میں ہلائی۔

"چلو گڈ بائے۔"حیدر نے رسان سے کہہ کر فون بند کر دیا۔خضریٰ پریشان سی فون کو تکتی رہ گئی۔

"کیا ہوا؟"پری نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"چپ کر جاؤ۔ سب تمہاری غلطی ہے۔ وہ دوبارہ کال کرنے کا کہہ رہے تھے۔ جواب نہیں دیا میں نے شاید ناراض ہو گئے۔" خضریٰ نے پریشان ہو کر کہا۔

"ختم کر دینا ناراضی! "پری لاپروائی سے بولی۔

"کیسے؟"

"کال کر لینا ناراضی اپنے آپ ختم ہو جائے گی۔ ویسے بڑی پنوتی ہے تو پہلی کال پر ہی ناراض کر دیا اسے۔" پری نے منہ بنا کر کہا۔ خضریٰ خاموش سی بیٹھی کچھ سوچتی رہ گئی۔

****

حیدر نے اپنی بائیک ابھی دلشاد نگر کی جانب جاتی سڑک پر ڈالی ہی تھی جب اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہو۔ حیدر نے ذرا سی گردن پھیر کر سیاہ کار کو دیکھا۔ اور غیر محسوس طریقے سے اپنی بائیک کو کنارے کی طرف لایا اور بھیڑ والی گلی میں داخل ہو گیا۔ اسی پل اسے اپنے پیچھے فائرنگ کی آواز، سنائی دی اس پر فائر کیے جا رہے تھے۔ وہ مسکراتے ہوئے بائیک کی اسپیڈ بڑھاتا بائیک کو دائیں بائیں لڑھکاتا تیزی سے گلی پار کرنے لگا۔ پیچھے بھاری آواز والی بائیک اسے اپنے پیچھے آتی دکھائی دی

۔فائرنگ مسلسل جاری تھی۔دفعتاایک گولی اس کے کندھے کو چھو کر سرسراتی ہوئی نکلی۔حیدر کراہالیکن اس نے اپنی بائیک پر قابو قائم رکھا،وہ جانتا تھاایک لمحے کی کمزوری بھی اس کی جان کے لیے خطرہ بن سکتی تھی۔اس نے بائیک مزید تیز کردی اور دائیں جانب جاتی تنگ گلی میں داخل ہو گیا۔اسے اب ایسا راستہ اختیار کرنا تھا جس سے دشمن ناواقف ہو اور اس نے ایسا ہی کیا۔مختلف تنگ گلیوں سے گزرتا وہ اگلے پندرہ منٹ میں اڈے کے باہر موجود تھا۔اڈے کے باہر پہلے ہی لڑکے کھڑے تھے۔سب کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔اسے دیکھ کر نادر پنچولی فوراآگے بڑھا۔

"چیتے ٹھیک ہے تو؟"اس کی سفید شرٹ کو آستین کے پاس سے مسلسل سرخ ہوتا دیکھ وہ پریشانی سے بولا۔

"ہم سمجھے لفڑا ہونے والا ہے پر وہ تو تیرے پیچھے آئے تھے۔آواز آگئی تھی فائر کی۔" محسن بھی اس کے قریب آیا۔

"بس چھو کر گئی ہے گولی میں ٹھیک ہوں۔ محسن مجھے فلیٹ تک چھوڑ دے۔بھائی لڑکوں کو ہوشیار رکھو۔"وہ بولا۔

"تو ادھر ہی رک پٹی۔۔

"نہیں بھائی جارہاہوں گھر۔ ذراساز خم ہے وہیں جاکر پٹی کروں گا۔ چل محسن بائیک تو چلا میں پیچھے بیٹھوں گا۔"

محسن سر ہلاتا بائیک کی جانب آیا۔ وہ سب بالکل عام دنوں کی طرح نارمل لگ رہے تھے یہاں تک کہ حیدر کو دیکھ کر بھی لگ نہیں رہا تھا کہ وہ ابھی موت کو ڈاج دے کر آیا ہے۔ محسن نے بائیک اسٹارٹ کی اور وہ تیز رفتاری سے سامنے کی جانب بڑھ گئے۔

****

پری کو گئے تین گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس کی موجودگی میں وہ اتنا کچھ کھا پی چکے تھے کہ اب مزید رات کے کھانے کی کوئی گنجائش ہی نہیں بچی تھی۔ نمکو، بسکٹ، کیک سموسے رول کھا کر ہی وہ سیر ہو چکی تھی۔ آلو کے پراٹھے بھی بچ گئے تھے۔ اس لیے رات کے کھانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ رابعہ خاتون بھی جلدی کمرے میں چلی گئی تھیں۔ وہ کھڑکی پر کھڑی پارکنگ میں آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں رہ رہ کر حیدر کی آواز آرہی تھی اس کی باتیں، نرم اپنائیت بھری آواز اب تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ بار بار پلنگ پر رکھا فون دیکھتی لیکن ہمت نہیں تھی کہ اسے دوبارہ فون کرے۔ یوں ہی کھڑے کھڑے تصور کے جہاں کی سیر کرتی وہ

زیر لب مسکرا رہی تھی جب اسے اس کی بائیک پارکنگ میں رکتی دکھائی دی۔وہ حیرت زدہ رہ گئی۔بائیک اس کے بجائے کوئی اور چلا رہا تھا۔حیدر پیچھے بیٹھا تھا۔اس نے اپنے دائیں بازو پر رومال رکھا ہوا تھا لیکن اس کی سفید شرٹ خون سے سرخ ہوئی صاف دکھائی دے رہی تھی۔خضریٰ کے چہرے پر اچانک فکر مندی کے آثار چھانے لگے۔اس کا دل یک دم اداس ہونے لگا۔

"کیا ہوا ہے حیدر کو؟" وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔اور نگاہ پلنگ پر پڑے فون پر ڈالی۔اسی اثنا میں وہ دونوں سیڑھیوں کی جانب بڑھتے دکھائی دیے۔خضریٰ یک ٹک پریشان نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہوتے سیڑھیوں کے اندرونی حصے میں غائب ہو گئے۔

****

حیدر تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا اوپر آیا محسن، بھی اس کے ساتھ ہی اوپر چلا آیا تھا۔اس کے فلیٹ کے باہر ڈیلوری بوائے کھانا لیے کھڑا تھا۔وہ ڈرگ ڈیلر سے ملنے کے بعد پہلے نشاء نامی گرل فرینڈ سے ملنے گیا تھا اس کے بعد وہاں سے نکلتے ہی اس نے آن لائن فوڈ آرڈر کر دیا تھا تبھی وہ لڑکا اس کے انتظار میں کھڑا تھا۔اسے دیکھ سیدھا ہوا۔

"ہیلو سر! یور آرڈر۔۔" کہتے ہوئے وہ یک دم چپ ہوا اس کی نگاہ اس کے ہاتھ سے بہتے خون پر پڑی۔

"آر یو اوکے سر؟ آپ کو کیا ہوا سر؟ کوئی ایکسیڈنٹ ہوا ہے؟"

"ہاں کیوں تو ڈاکٹر بھی ہے تیرے کو بتادیں؟" حیدر نے اسے جھڑک دیا۔

"نو۔۔ سر آئی جسٹ۔۔"

"پیسے دے محسن اس کو فارغ کر کے آ۔۔" حیدر گیٹ کھولتا اندر داخل ہو گیا۔ محسن نے جیب سے پیسے نکال کر اس کی جانب بڑھا دیے۔

"سر چینج نہیں ہے ابھی میرے پاس!" وہ پانچ ہزار کا نوٹ دیکھتے ہوئے اپنی جیب سے پیسے نکال کر گنتے ہوئے کہا۔

"کتنے پیسے ہوئے؟" محسن نے پوچھا۔

"تین ہزار چار سو روپے سر دو سو کم ہیں چینج نہیں۔۔!" وہ بولا۔

"رکھ لے تو۔" محسن کہتا اس کے ہاتھ سا کھانا لے کر اندر داخل ہونے لگا۔

"یہ تو لے لیں۔۔" محسن اس کی بات سنے بغیر ہی اندر داخل ہو گیا۔

لڑکا کچھ لمحے الجھن میں گھرا وہیں کھڑا رہا پھر کندھے اچکا کر پلٹ گیا۔

****

خضریٰ تب سے ہی بے چین ہوئی کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی۔اس کا دل بے حد پریشان ہو رہا تھا۔ نگاہ رہ رہ کر پلنگ پر پڑے فون پر چلی جاتی۔ آخر ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد اس نے جھجھکتے ہوئے فون اٹھایا اور آخری دفعہ ڈائل کیے نمبر کو ڈائل کر دیا۔ بیل جاتی رہی۔اس کا سانس رکا ہوا تھا۔کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔اس نے تھوک نگلا اسی پل فون اٹھا لیا گیا۔

"م۔۔میں خضریٰ!" وہ جھجھکتی ہوئی بولی۔

حیدر جو صوفے پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا فتح مندی کے احساس کے زیر اثر مسکرا دیا۔

"جانتا ہوں۔" نرمی سے کہتے ہوئے اس نے سگریٹ کا گہرا کش لگایا۔ محسن تھوڑی دیر قبل ہی اس کی پٹی کر کے جا چکا تھا اب وہ لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھتے ہوئے چرس پی رہا تھا۔

"کچھ دیر پہلے آپ کو اوپر جاتے دیکھا۔آپ کے ہاتھ سے خون نکل رہا تھا۔کیا ہوا آپ

کو؟"خضریٰ فکر مندی سے بولی۔

"اوہ! تم مجھے آتے جاتے ہوئے دیکھتی ہو کیا؟"حیدر ہلکا سا ہنسا۔

"ہا۔۔ نہیں۔۔ نہیں تو"خضریٰ بری طرح گھبرائی۔

حیدر ہنس دیا۔خضریٰ کے گال سرخ ہوئے تھے۔

"ویسے اگر دیکھتی ہو تو کوئی بڑا مسئلہ نہیں۔۔بس دل ہی دل میں نظر بھی اتار لیا کرو۔"حیدر ہنستے ہوئے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ناچاہتے ہوئے بھی خضریٰ کے لب مسکرا دیے۔

"بتائیں کیا ہوا ہے آپ کو؟خون نکل رہا کافی زیادہ۔"خضریٰ کو،اس کی خون سے بھری شرٹ، یاد آئی۔

"راستے میں چھوٹا سا ایکسڈینٹ ہو گیا تھا۔اب ایسا تو ہو گا ہی نا؟جب ایسے پریشان کرو گی تو۔"حیدر بے تکلفی سے بولا تو خضریٰ الجھی۔

"کیا مطلب؟"خضریٰ نے فوراً سوال کیا۔

"مطلب یہ کہ شام کو کس قدر بے رخی سے بات کر رہی تھی تم! جیسے میں کوئی اجنبی

ہوں۔اور فون کا پوچھنے پر بھی جواب نہیں دیا۔"وہ شکوہ کرتے ہوئے بولا۔

"میں آپ کو پریشان کرنا تو نہیں چاہتی تھی۔"وہ منمنائی۔

"لیکن میں تو ہو گیا تھا نا پری!"حیدر مسکرایا۔

"پری نہیں میں خضریٰ ہوں۔"وہ نا سمجھی سے بولی۔

"میں تو پری کہوں گا۔پری جیسی لگتی ہو۔نانی ماں کی سنائی کہانیوں کی پری جیسی!"حیدر انتہائی نرمی سے بولا۔خضریٰ دنگ رہ گئی۔اس کا چہرہ پل بھر میں سرخ انار ہوا تھا۔

"لگتا ہے شرما گئی ہو۔"حیدر نے کہتے ہوئے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دی۔

"آپ نے بتایا نہیں آپ کیسے ہیں ٹھیک ہیں؟زخم۔۔

"اب کیسے ٹھیک نہیں رہوں گا۔بہت اچھا لگ رہا ہے تم سے بات کر کے۔ویسے کھانا کھایا ہے تم نے؟"حیدر نے سامنے میز پر رکھا پیزا اپنی طرف کھسکاتے ہوئے پوچھا۔

"ج۔۔جی کھا لیا تھا۔آپ نے کھا لیا؟"اس نے پوچھا۔

"ہاں ابھی کھا رہا ہوں۔"حیدر نے پیزا کا ٹکڑا منہ میں لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ کھانا کھا لیں میں۔۔

"نہ۔۔فون نہ رکھنا تمہارے لیے ہینڈ فری لگائی ہے بات کرو۔ساتھ کھانا بھی کھاتا رہوں گا۔"حیدر بولا۔اس کے انداز سے یوں لگتا تھا جیسے وہ کئی سالوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں یہ بات خضریٰ کو عجیب بھی لگ رہی تھی اور اسے اچھا بھی لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔"خضریٰ آہستگی سے بولی۔

"اور کالج کیسا جا رہا ہے تمہارا؟"

"اچھا جا رہا ہے۔"

"اور آپ کی۔۔

"ہاں میری بھی پڑھائی اچھی چل رہی ہے۔آنٹی ٹھیک ہیں نا؟"

"جی وہ ٹھیک ہیں۔آپ کا ایکسڈینٹ کیسے ہوا؟ڈاکٹر کے پاس میرا مطلب بینڈ تج وغیرہ۔۔

"کر دو تم!"حیدر مسکرایا۔

"جی؟" وہ الجھ گئی۔اس نے کبھی کسی سے یوں بات نہ کی تھی۔

"ہاہاہا یار تم تو سہم جاتی ہو بات بات پر۔۔یہ ٹھیک نہیں ہے پری! خیر فکر مت کرو پٹی کرلی تھی اتنی زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی۔" حیدر لاپروائی سے بولا۔

"ہیوی بائیک ہے آپ کی آپ ضرور بہت تیز چلاتے ہوں گے۔آہستہ چلایا کریں خیال سے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی۔خوف ختم ہو چکا تھا۔جھجک بھی کسی حد تک جاتی جا رہی تھی۔

"ہائے تم نے کہہ دیا نا اب تو چلانی پڑے گی آرام سے۔خیال سے۔۔" وہ بولا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

خضریٰ مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے اب آپ آرام کریں۔آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔۔مجھے بھی کالج جانا ہے صبح۔" خضریٰ نے گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"چلو جی جو حکم پر وعدہ کرو کل کال کرو گی؟ یا میں خود کروں؟" حیدر نے پوچھا

"ن۔۔نہیں میں خود کروں گی۔آپ مت کیجئے گا۔" خضریٰ نے کہا۔

"اوکے بائے ٹیک کیئر پری!" حیدر نرمی سے کہتا فون بند کر گیا۔خضریٰ انوکھے احساس

میں گھری فون کو تکتی رہ گئی۔اس کے چہرے پر خمار آلود مسکراہٹ تھی۔

****

"کب سے کال کر رہا تھا نمبر بزی جا رہا تھا۔کیا کر رہا تھا تو؟" محسن غصیلے لہجے میں بولا۔حیدر نے جوں ہی خضریٰ کی کال کاٹی محسن کی کال آنے لگی تھی جسے اس نے فورا پک کر لیا تھا۔

"بات کر رہا تھا۔"

"تو کب سے اتنی لمبی کالیں کرنے لگ گیا۔" محسن جو اچھی طرح جانتا تھا، کہ حیدر فون سے زیادہ براہ راست کے تعلق پر یقین رکھنے والا بندہ ہے۔

"ابے یار وہ کہتے ہیں نا گھیر ٹیڑھی ہو تو انگلی ٹیڑھی کر لو۔نئ مچھلی ہے نا۔۔تھوڑے الگ مزاج کی۔۔ڈائرکٹ بول تو نہیں سکتا۔۔پہلے محبت کا جال پھینکوں گا پھر جا کر ہی تو شکار کر پاؤں گا۔"

"تیرے انداز ہی نرالے ہیں خیر بھائی بول رہا تھا کل اڈے پر اسٹنگ آپریشن ہے۔رات کو ہی خالی کر رہے ہیں دو تین دن تک کوئی لفڑا نہیں۔۔" محسن نے اطلاع

دے کر فون بند کر دیا۔ حیدر گہری سانس لیتا پلنگ پر چلا آیا۔

****

ان کے ٹیلی فونک رابطے کو ایک ماہ سے اوپر ہو چکا تھا۔ اس ایک ماہ کے دوران خضریٰ کو حیدر سے گہرا لگاؤ ہو چکا تھا۔ وہ اس سے بے حد بے تکلف ہو چکی تھی۔ دوسری جانب اپنے تہی موقعے کی تلاش میں تھا۔ وہ چاہ کر بھی ابھی تک اپنے مطلب کی بات پر نہیں آیا تھا۔ وہ رات کو ڈھائی گھنٹے سے زیادہ کال پر بات کیا کرتے تھے۔ حیدر کو خضریٰ آغاز میں جتنی معصوم لگی تھی وہ اس سے کئی زیادہ تھی۔ اور جتنی کم گو لگی تھی اس سے کئی زیادہ بولتی تھی وہ۔ شروع شروع میں تکلف کی حد تک بات تھی لیکن ہر، گزرتے دن کے ساتھ خضریٰ حیدر سے بے تکلف ہونے لگی تھی۔ اپنے کمرے میں پلنگ پر نیم دراز وہ اس پہر حیدر سے باتوں میں مگن تھی۔

"نہیں تو۔"

"ہاں تو۔۔" حیدر نے تو پر زور دے کر کہا۔

"ارے کہانا ریڈ تھی جیکٹ۔"خضریٰ اب کے چڑ کر بولی۔

"اچھانا بابا! ٹھیک ہے اب بتاؤ کل لینے آؤں یا نہیں؟"حیدر نے پوچھا۔

"بھئی اگرامی کو پتا چل گیا تو؟"خضریٰ کو ڈر سا لگا۔

"کون بتائے گا؟"حیدر تپ کر بولا۔

"اچھا ناغصہ نہیں کریں ٹھیک ہے۔لیکن جائیں گے کہاں؟"خضریٰ نے پوچھا۔

"جہاں مرضی لے جاؤں۔"حیدر مسکرایا۔

"ٹھیک ہے۔لیکن جلدی واپس آجائیں گے۔"

"ہمم۔۔اوکے۔۔چلو میں فون رکھتا ہوں۔ٹائم بہت زیادہ ہو رہا ہے۔"حیدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔گڈ نائیٹ!"خضریٰ نے مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا۔

حیدر گہری سانس لے کر پلنگ پر سیدھا لیٹ گیا۔اس کے ذہن میں وہی سب چل رہا تھا جو وہ چاہتا تھا۔لیکن اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے کہے گا کیا۔خیر کل کی کل دیکھی جائے گی۔اس نے سوچتے ہوئے ایک نمبر ڈائل کیا۔چند لمحوں بعد فون اٹھالیا گیا۔

"ہاں استاد" !

"کدھر ہے آج کل ؟"حیدر نے سوال کیا۔

"یہی ہوں استاد! آپ حکم کرو۔"دوسری جانب سے کوئی بولا۔

"کیبن تیار رکھیو کل آرہا ہوں۔"حیدر نے کہہ کر فون بند کر دیا۔

****

حیدر کار میں بیٹھا خضریٰ کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔وہ دل ہی دل میں سرشار سا تھا۔اسے یقین تھا وہ اس کا شکار کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ایسی بے وقوف لڑکیاں محبت کے کھیل میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے سے کبھی نہیں کتراتی۔اور جس شدت سے بے وقوف سی خضریٰ اس کے پیار میں پاگل تھی اس کے لیے جان بھی قربان کر سکتی تھی۔حیدر کو پورا یقین تھا۔دفعتاً خضریٰ بیگ سنبھالتی اس کی کار کی طرف آتی دکھائی دی۔حیدر نے اپنے تاثرات سنبھالے اور سیدھا ہو بیٹھا۔

"اسلام وعلیکم !"کار میں بیٹھتے ہی اس نے نرمی سے کہا۔حیدر اس کی جانب دیکھ مسکرایا۔کار میں ہلکی سادہ سی مہک پھیلنے لگی۔

"میری پری کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟ ناشتہ کر کے آئے ہیں؟" وہ اپنا بیگ کھولتے ہوئے بولی۔ حیدر نے ذرا سی نگاہ اس پر ڈال کر کار اسٹارٹ کی۔

"نہیں" !

"یہ دیکھیں آپ کے لیے میں نے صبح سینڈوچ بنایا تھا۔" خضریٰ لنچ باکس کھولتے ہوئے بولی۔

"میں نے کھا کر دیکھا تھا زیادہ اچھا نہیں ہے لیکن گزارے لائق ہے۔" وہ معصومیت سے کہتی سینڈوچ حیدر کے منہ تک لائی حیدر نے کچھ کہے بغیر منہ کھول لیا۔ نگاہ خضریٰ کے چہرے پر ڈالی۔ خضریٰ نے اسے اپنی طرف دیکھتے پایا تو شرما کر مسکرا دی۔

"یہ آئی لائنر اور لپ گلوز پری نے لگایا ہے۔" اس نے بتایا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔ ویسے تم میک اپ کیوں نہیں کرتی؟" حیدر نے پوچھا۔

"میرے پاس ہے ہی نہیں۔ امی نے کہا تھا اس بار دلائیں گی۔ ویسے تو مجھے لگانا نہیں آتا۔ لیکن پری سکھا دے گی۔ پھر میں آپ کو میک اپ والی پکچرز سینڈ کیا کروں گی۔ ٹھیک

ہے نا؟"خضریٰ نے سینڈوچ کا آخری ٹکڑا اس کے منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔ پھر پانی کی بوتل نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔ حیدر نے کچھ کہے بغیر بوتل تھام لی۔ یہ ان کی براہ راست پہلی ملاقات تھی۔ حیدر نے نگاہ پھیر کر اسے دیکھا۔ وہ اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی جانب متوجہ دیکھ کر مسکرا دی۔

"محبت کرتی ہو؟"حیدر نے سوال کیا۔ اس کا لہجہ الجھا سا لگا۔

"جی! آپ کو نہیں پتا کیا؟"خضریٰ سرخ چہرہ لیے ہنس دی۔ حیدر نے اس کا چہرہ دیکھا۔ مسکراہٹ سمٹ چکی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ارے یہ دیکھیں یہ اور نگ پارک ہے یہاں چلیں؟"اچانک خضریٰ کی نگاہ بڑے بڑے جنگلوں کے پار بنے فیملی پارک پر پڑی۔

"نہیں! کہیں اور جا رہے ہیں ہم!"حیدر سنجیدگی سے بولا۔ خضریٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ پل بھر کا خیال تھا۔ اگلے پل ہی خضریٰ نے خود کو بری طرح کوسا۔ وہ حیدر کے بارے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہے۔ اس نے خود کو ڈپٹا۔

"پلیز یہاں چلیں نا۔ پری نے بتایا تھا یہاں آسٹریلین پیروٹ ہیں۔ اور بھی پیارے

پیارے پرندے ہیں۔ سلائیڈ بھی ہے۔ میں یہاں کبھی نہیں آئی۔" خضریٰ نے پھر کہا۔ حیدر خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا۔

"کیا ہوا حیدر؟ آپ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ سینڈوچ اچھا نہیں تھا؟ چپ کیوں ہیں؟" خضریٰ کو اس کی خاموشی چبھنے لگی تھی۔

حیدر نے مرکزی شاہراہ تک لا کر گاڑی کو یوٹرن دیا۔ وہ بالکل چپ سا تھا۔ اگلے پندرہ منٹ میں گاڑی پارک کے باہر کھڑی تھی۔ خضریٰ نے پارک کے قریب گاڑی کو رکتے دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑی۔

"تھینک یو حیدر!" کھلکھلا کر کہتی وہ کار سے اتر گئی۔ حیدر بھی انجن بند کرتا باہر نکل آیا۔ فی الحال اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ کیوں کیا وہ نہیں جانتا تھا۔

"پری! اس طرف آؤ وہ جینٹس سائڈ ہے۔" حیدر نے اسے مردوں کی ٹکٹ لائن کی جانب بڑھتے دیکھا تو آواز دے کر اپنے قریب بلایا۔ خضریٰ مسکراتی ہوئی اس کے قریب چلی آئی۔ حیدر جا کر ٹکٹ لایا اور وہ دونوں اندر کی جانب بڑھ گئے۔

****

"آپ کو پتا ہے یہاں توے والی آئسکریم بھی ملتی ہے حیدر!" گھاس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ مسکرائی۔اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔حیدر نے پل بھر کو اس کی آنکھوں کو دیکھا۔

"کھاؤ گی؟" حیدر نے نرمی سے پوچھا۔آج پہلی دفعہ یہ نرمی بناوٹی نہیں تھی۔اس نے خوش ہو کر فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جاؤ لے آؤ۔" حیدر نے والٹ نکال کر اسکی طرف بڑھایا۔

اگلے ہی پل اس کے تاثرات بدلے۔آنکھیں سکیڑ کر اس نے حیدر کو غصے سے دیکھا۔

"نہیں کھانی!" تنک کر کہا اور دوسری جانب دیکھنے لگی۔حیدر الجھا۔

"کیا ہوا؟" حیدر نے پوچھا۔

وہ خفگی سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"مجھے اکیلے جا کر کھانی ہوتی تو پیسے میرے پاس بھی ہیں۔اور ویسے بھی میں اکیلی فوڈ کارٹ کی طرف نہیں جاؤں گی۔دیکھ نہیں رہے کتنی بھیڑ ہے؟" وہ تلخی سے بولی۔

"کتنا ڈرتی ہو یار! دنیا کا مقابلہ کرنا سیکھو۔کوئی تمہیں کھا نہیں جائے گا۔" حیدر

چڑ کر بولا۔ خضریٰ خفگی بھرے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔ حیدر نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ غصے میں تھا۔

"میں نہیں ڈرتی، مقابلہ بھی کر سکتی ہوں دنیا کا! لیکن مجھے اچھا لگے گا اگر مجھے دنیا سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ مجھے اچھا لگے گا جب آپ میرے پاس ہوں اور آپ دنیا کے اور میرے درمیان ہوں۔ مجھے پروٹیکٹ کرنے کے لیے۔" وہ مسکرا دی۔ اس کی آنکھوں میں کچھ چمک رہا تھا۔ اور اس روشنی نے حیدر کا دل مٹھی میں لے لیا۔ وہ جھٹکے سے اٹھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"چلو گھر چلیں۔" حیدر کا انگ انگ دکھنے لگا۔ جسم پر سو من کا بوجھ سا محسوس ہونے لگا۔

"کیوں؟ نہ میں نے جھولے لیے۔ نہ تصویر بنائی۔" وہ اب مزید خفا دکھائی دے رہی تھی۔

"کیوں بنا بنایا کھیل بگاڑ رہا ہوں میں؟" کہیں سے آواز آئی۔ وہ رک گیا۔ اس نے خضریٰ کی جانب دیکھا۔ مزید وہ کچھ سوچتا وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے ایک جانب کھینچنے لگی۔ حیدر بت بنا اس کے ہاتھ دیکھتا اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"اچھا آپ مجھے آئسکریم نہیں کھلائیں لیکن طوطوں کے ساتھ میری تصویر تو بنالیں۔" وہ کہہ رہی تھی۔ اگلے دو منٹ میں وہ پنجرے سے لگی کھڑی تھی۔ حیدر نے اپنا فون نکالا اور اس کی تصویر بنانے لگا۔

"اب آپ بھی آئیں سیلفی بنائیں۔" اس نے اسے ایک اور حکم دیا۔ حیدر خاموشی سے اس کے برابر آ کھڑا ہوا۔ وہ قد میں اس سے بہت چھوٹی تھی۔ کندھوں تک بھی نہیں آ رہی تھی۔ حیدر سر جھکائے اس کا پر سکون چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ اس کے ساتھ پر سکون تھی۔ کھلکھلا رہی تھی۔ زندگی سے بھرپور کتنی خوش تھی۔ کتنا بول رہی تھی! حیدر کا دل تلخی سے بھر گیا۔

"میرے مزاج کی نہیں ہے۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

"یار آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ تصویر بنائیں نا۔" اس نے حیدر کا بازو ہلایا۔ حیدر الجھ کر اپنا بازو دیکھتا تو کبھی اس کا چہرہ۔

"یار چلو ادھر سے۔" حیدر نے اپنا بازو جھٹکے سے چھڑایا۔ اور تیزی سے اس سے دور ہوا۔ وہ تیز قدموں سے پارک کے بیرونی حصے کی جانب بڑھنے لگا۔ خضریٰ ہکا بکا رہ گئی۔

"حیدر!" اس نے روہانسی ہو کر اسے پکارا۔ حیدر کے بھاگتے قدم وہیں ساکت ہوئے وہ رک گیا۔ لیکن پلٹا نہیں۔

"حیدر! آگے بڑھ جا! بربادی قریب ہے تیری۔" دماغ نے راہ سجھائی۔ لیکن کانوں میں خضریٰ کی آواز چبھی تھی دل میں بھی۔ زندگی میں پہلی دفعہ وہ خوف زدہ ہوا۔ ڈرتے ڈرتے پلٹ کر اسے دیکھا۔ قدم اپنے آپ پلٹتے۔ خضریٰ مسکرادی۔ حیدر کو مزید غصہ آیا۔

"کیا مسئلہ ہے؟" اس کے قریب پہنچتے ہی حیدر درشتی سے بولا۔ خضریٰ سہم کر دو قدم پیچھے ہٹی۔ حیدر نے مزید کچھ نہیں کہا۔ اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ خضریٰ یوں ہی الجھن بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"مجھے قابو کرنے کی کوشش کر رہی ہو؟" اس نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔ خضریٰ نے اس کی بات سنی اور کھلکھلا کر ہنس دی۔

"اپنا سائز دیکھیں۔ اور مجھے دیکھیں۔ چڑیا اور شیر جتنا فرق ہے میں آپ کو کنٹرول کروں گی؟" وہ ہنستے ہنستے بولی۔ حیدر چپ چاپ کھڑا رہا۔

"اوہ! دیکھیں سب سے اہم چیز تو میں بھول گئی۔" وہ جو کچھ قدم دور کھڑی تھی۔ لپک کر اس کے قریب آئی۔ حیدر ساکت کھڑا رہا۔ وہ مسکراتے ہوئے اپنا بیگ کھولنے لگی ۔اس نے بیگ سے ایک ڈبا نکالا۔ جس پر سرخ کاغذ تھا۔ سیاہ پین سے اس پر کچھ لکھا تھا۔

"For My King haider!"

حیدر الجھن بھرے انداز میں اسے دیکھتا رہا۔اس نے گفٹ پیپر نکال کر اس کو پکڑا۔ حیدر نے اسے گرا دیا۔ خضریٰ بدک گئی۔ جھٹکے سے جھک کر وہ لال گفٹ پیپر اٹھایا۔

"کیوں پھینکا؟" اس کی آنکھوں میں غصہ تھا۔

"تو کیا کروں؟ کچرا۔۔"

" کچرا نہیں ہے یہ! اس پر آپ کا نام لکھا ہے۔" وہ گفٹ باکس کھولتی بولی۔ حیدر ساکت رہ گیا۔اس کی آنکھیں جلنے لگیں۔ خضریٰ کے ہاتھ میں ایک مردانہ بریسلیٹ تھا۔ سیاہ چمڑے کا بیلٹ نما خوبصورت بریسلیٹ۔اس نے حیدر کا ہاتھ پکڑ کر اپنی سامنے

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیا۔اسے بریسلیٹ باندھنے لگی۔حیدر خاموشی سے سب دیکھتا رہا۔وہ بالکل خاموش رہ گیا تھا۔خضریٰ بے تکان بول رہی تھی۔حیدر سنتا رہا۔وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے سارے پارک میں گھماتی رہی۔اس نے آئسکریم بھی کھائی۔لیکن حیدر کو کھانے نہیں دی۔

"آپ مت کھائیں۔نزلہ ہے نا آپ کو۔" اپنی گہری آنکھوں کو پھیلا کر اس نے اسے گھورا تھا۔حیدر وہاں بھی خاموش رہ گیا تھا۔

"تم ہمیشہ ہی اتنا بولتی ہو؟" حیدر پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔

"نہیں تو! میں صرف ان سے بہت زیادہ باتیں کرتی ہوں جو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔امی بھی اچھی لگتی ہیں لیکن ان سے ڈر لگتا ہے نا،اس لیے ان سے بہت زیادہ باتیں نہیں کرتی۔بس آپ اور پری!" وہ مسکرائی۔حیدر خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا۔

"میری زندگی میں پہلے صرف امی اور پری تھے۔اب آپ بھی ہیں۔" وہ بولتی رہی۔

"شروع شروع میں مجھے لگا تم بہت کم بولتی ہو۔" حیدر نے کہا۔

"اور اب؟" خضریٰ ہنسی۔

"اب لگتا ہے تم سے زیادہ کوئی نہیں بول سکتا۔" وہ بولا۔

خضریٰ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ حیدر نے گردن گھما کر اسے ہنستے ہوئے دیکھا۔

"اچھا آپ بتائیں مجھ سے بات کر کے آپ کو کیسا لگتا ہے۔؟" خضریٰ متجسس انداز میں کہتی اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"لگتا ہے جیسے کسی بچی سے بات کر رہا ہوں۔" حیدر صاف گوئی سے بولا۔ خضریٰ فورا خفا ہوئی۔

"ہنہ! خود بھی تو کھڑوس ہیں۔" خضریٰ منہ پھلا کر بولی۔ حیدر جواب دیے بغیر گاڑی چلاتا رہا۔ خضریٰ چند لمحے خاموش رہ کر دوبارہ بولنے لگتی تھی۔

"اچھا آپ کیا پڑھتے ہیں؟ مطلب کون سے سبجیکٹ؟" خضریٰ نے پوچھا۔

"سائنس!" حیدر نے یک لفظی جواب دیا۔

"سائنس میں کیا؟" خضریٰ نے پھر پوچھا۔

"سائنس میں سائنس ہی پڑھوں گا نا۔ اے بی سی تو پڑھنے سے رہا۔" وہ تپ کر بولا۔ وہ اسے اس پل جھڑکنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ وہ فیصلہ کر چکا تھا۔

خضریٰ خاموشی سے کار کے پار جھانکنے لگی۔ وہ شاید ناراض ہو گئی تھی۔ لیکن حیدر کو پرواہ نہیں تھی اب! اس نے سوچ لیا تھا۔ خضریٰ کا قصہ بھی یہیں ختم! لیکن یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی۔ وہ اسے گھر چھوڑ کر اڈے پر نکل گیا تھا۔

****

خضریٰ گھر لوٹی تو رابعہ خاتون اس کے انتظار میں ہی بیٹھی تھیں۔ کھانا تیار تھا۔

"جاؤ ہاتھ منہ دھو آؤ۔ اب کیا تھا پری کے گھر؟" رابعہ خاتون نے سوال کیا۔

"اس کے امی ابو کی اپنی ور سری تھی۔" اس نے کہا۔ اور یہ سچ بھی تھا۔ آج پری کے گھر میں تقریب تھی۔ لیکن اسے پری نے پہلے ہی سب کچھ سمجھا دیا تھا۔ اور یوں رابعہ خاتون یکسر بے خبر تھیں کہ ان کی اکلوتی بیٹی کس راہ پر قدم رکھ چکی تھی۔ خضریٰ کا چہرہ چمک رہا تھا۔ مسکراہٹ تھی کہ تھمنے کا نام نہ لے رہی تھی۔ وہ خوش تھی۔ بہت زیادہ خوش تھی۔

****

حیدر اڈے میں داخل ہوا۔ وہ حد سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ اڈے میں آج معمول سے زیادہ

رش تھا۔اسے دیکھ کر یک دم خاموشی چھاگئی۔وہ کسی سے کچھ کہے بغیر اندرونی حصے کی جانب گیا۔جہاں ایک کمرہ اس کے لیے مخصوص تھا۔اس نے اندر جا کر اپنی پستول نکالی اور جینز میں اڑس لی۔اسی پل اس کا فون بجنے لگا۔اس نے فون نکال کر کان سے لگایا۔

"ہاں استاد آئے نہیں؟"دوسری طرف سے کوئی بولا۔

"نہیں آرہا۔"حیدر نے تلخی سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا کر لیا شکار؟"محسن اسی پل اندر داخل ہوا۔حیدر کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔اس نے تپی ہوئی نگاہ محسن پر ڈالی۔

"کیا ہوا نہیں مانی؟"محسن نے الجھ کر سوال کیا۔وہ اسے بتا نہیں سکا کہ منایا ہی نہیں ۔چپ چاپ مختلف درازیں ٹٹولتا رہا۔

"ارے بھئی تیرے سے بات کر رہا ہوں۔"محسن نے اسے پھر پکارا۔

"مت کر بات!"وہ درشتی سے کہتا وہاں سے نکل آیا۔محسن حیرت میں گھرا وہیں کھڑا رہ گیا۔

****

حیدر تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا جارہا تھا۔اسے غصہ آرہا تھا۔بہت شدید قسم کا غصہ ۔خود پر! وہ کیا کر آیا تھا؟ یہ کیا تھا؟وہ احساس کیا تھے ؟وہ سب کیا تھا؟وہ یہی سوچتا اپنے فلیٹ میں آگیا۔اسے آج بہت سے کام تھے۔اسے آج مال لینے جانا تھا۔آج ہی کے دن اسے علیشا سے بھی ملنا تھا۔اسے نئے افسر سے سیٹلمنٹ کے لیے بھی جانا تھا لیکن وہ گھر چلا آیا تھا۔اس کے سر میں شدید درد اٹھ رہا تھا۔اس نے گن نکال کر پلنگ پر پھینکی۔اس کی نگاہ ہاتھ پر بندھے بریسلیٹ پر پڑی۔اس نے اسے کھول کر پوری قوت ایک طرف اچھال دیا۔ بریسلیٹ اڑتا ہوا الماری کے اوپر جا گرا۔اس نے اپنا فون کھولا اور خضریٰ کا نمبر ڈیلیٹ کر دیا۔اور پلنگ پر اوندھے منہ گر گیا۔اس نے ابھی آنکھیں بند ہی کیں تھیں جب وہ پل اس کی آنکھوں کے گرد گھومنے لگے۔اس کی باتیں کانوں میں چبھنے لگیں۔ لیکن اس نے سارے خیالات ذہن سے جھٹک دیے اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ گہری پر سکون نیند میں چلا گیا تھا۔یہ پہلی بار تھا جب وہ بغیر کوئی نشہ کیے گہری نیند میں چلا گیا تھا۔بظاہر اس نے آج کوئی نشہ نہیں کیا تھا لیکن !اس کے فرشتوں کو بھی احساس نہیں تھا کہ وہ کس قدر خطرناک نشے میں گرنے لگا تھا۔اب یہ وقت ہی جانتا تھا کہ وہ اس نشے سے خود کو بچا سکے گا یا نہیں۔۔

****

"کدھر ہے یہ؟ فون بھی نہیں اٹھا رہا!" نادر غصے سے سرخ پڑا ہوا تھا۔ قریب ہی گینگ کے لڑکے کھڑے تھے۔ محسن بھی موجود تھا۔ اس کے ذہن میں حیدر کا رویہ ابھرا لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ فقط اس کا فون ملاتا رہا۔ لیکن فون اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ نہیں اٹھایا فون؟" نادر نے پوچھا۔

محسن نے نفی میں گردن ہلا دی۔

"جا پتا کر کدھر مر گیا ہے یہ! افسر تین گھنٹے انتظار کر کے گھر چلا گیا۔ وہ مشکل کہہ رہا ہے مال کا حساب کرنے بھی نہیں آیا وہ۔" نادر غصے میں بھرا ہوا تھا۔

محسن سر ہلا کر اڈے سے باہر نکل آیا۔

****

خضریٰ بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ وہ پچھلے دو گھنٹوں سے اس کا فون ملا رہی تھی۔ لیکن جواب ندارد۔ نیچے اس کی بائیک بھی شام سے ہی کھڑی تھی۔ اس کا مطلب وہ گھر میں ہی تھا۔ تو فون کیوں نہیں اٹھا رہا۔ خضریٰ نے دوبارہ فون ملایا۔ کئی

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

منٹ بیل جانے کے باوجود فون نہیں اٹھایا گیا۔ خضریٰ روہانسی ہو کر پلنگ پر اوندھے منہ گر پڑی۔ اس کا دل چاہا پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ دوپہر کو بھی اسے حیدر کا رویہ اکھڑا اکھڑا سا لگا تھا۔ فون پر اس کا انداز بالکل مختلف تھا۔ وہ کتنی نرمی اور چاہت سے اس کی باتوں کے جواب دیا کرتا تھا۔ لیکن آج اسے سامنے پا کر اس کا، رویہ یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔ وہ غائب دماغ اور الجھا سا تھا۔ خضریٰ کو مختلف خیالات تنگ کرنے لگے۔ اس نے کچھ دیر بعد دوبارہ فون ملایا۔ فون بند آنے لگا۔ اب کی بار وہ مزید پریشان ہوئی۔ اس کا دل عجیب توہمات کا شکار ہونے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

حیدر پلنگ پر بیٹھا آنکھیں مسل رہا تھا۔ باہر جانے کب سے دروازہ بج رہا تھا۔ حیدر گہری سانس لیتا اٹھا۔ باہر آ کر اس نے گیٹ کھولا۔ سامنے محسن کھڑا تھا۔ حیدر نے اس کا راستہ چھوڑا۔ محسن اسے دھکیل کر اندر داخل ہوا۔

"بھائی کا دماغ گھوما ہوا ہے آج تیرے کو من بھر گالیاں پڑی ہیں۔ کدھر مرا ہوا تھا؟ تیرے کو کتنے فون کیے فون بھی نہیں اٹھایا تو نے سالے!" محسن دبے دبے غصے سے بولا۔

"سو گیا تھا۔" حیدر نے اپنا فون دیکھا جو بیٹری ڈاؤن ہونے کی وجہ سے سوئچ آف ہو چکا تھا۔

"کہاں گیا تھا صبح تو۔؟" محسن نے سوال کیا۔

" ملنے گیا تھا۔" حیدر نے جواب دیا۔اسے بھوک لگنے لگی تھی۔ جا کر فریج چیک کیا۔ فریج میں بروسٹ پڑا تھا اس نے نکال کر اوون میں ڈالا اور اپنا فون چارج پر لگانے لگا۔

" نیچے والی سے نا پھر کیا کیا وہاں؟" محسن نے دلچسپی سے پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اس کو طوطے دکھائے اس کی تصویریں بنائیں۔ اسے پارک میں گھمایا اس کی بکواس سنتا رہا۔ بس یہی سب کیا۔اور کچھ پوچھنا ہے؟" تلخی سے کہہ کر اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ محسن کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھرے۔ وہ فوراً اس کے پیچھے آیا۔

"تو اتنا غصے میں کیوں ہے؟ اور سارا دن سوتا رہا طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"یار میرے دماغ میں درد ہو رہا ہے ابھی تو جا بھائی کو بول میں تھوڑی دیر میں نکل رہا ہوں مال بھی لے آؤں گا اور افسر کے گھر بھی چلا جاؤں گا۔" حیدر نے اسے جانے کا

اشارہ کیا۔

"کچھ بتا تو!" محسن کو اس کا انداز عجیب لگا۔

"کیا بتاؤں؟" یک دم حیدر غصے سے دھاڑا۔

"نکل یار ابھی کل ملیں گے۔" حیدر نے فوراً غصہ قابو کیا اور اسے جانے کا اشارہ کیا۔ محسن کندھے جھٹک کر وہاں سے چلا گیا۔ حیدر سر جھٹک کر لاؤنج میں آیا۔ اوون سے بروسٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھا اور اپنا فون آن کیا۔ فون آن کرتے ہی اس نے کال لسٹ چیک کی۔ خضریٰ کی چوبیس مسڈ کالز تھیں۔ چند میسج بھی، تھے۔

"حیدر! کہاں ہیں آپ؟"

"کال اٹھائیں نا۔" حیدر نے پڑھ کر ڈیلیٹ کر دیا۔

"مس یو سو مچ حیدر!" ساتھ ہی روہانسی شکل کا زرد کارٹون۔

حیدر نے سارے میسج ڈیلیٹ کر دیے۔ اور فون چارجنگ پر چھوڑ کر کھانا کھانے لگا۔ گھڑی پر نگاہ ڈالی تو رات کے بارہ بج رہے تھے۔ اسے خود پر حیرت کے ساتھ غصہ بھی آ رہا تھا۔

****

حیدر سے بات کیے اسے تین دن ہو چکے تھے۔ وہ اسے سیکڑوں فون کر چکی تھی۔ لیکن اس نے اس کا ایک بھی فون نہیں اٹھایا تھا۔ وہ اسے روز آتے جاتے دیکھتی تھی۔ وہ اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ ان تین دنوں میں ہی خضریٰ مرجھا کر رہ گئی تھی۔ اب بھی وہ اداسی چہرے پر لیے کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ تب ہی اس کا فون بجنے لگا۔ اس نے جھٹکے سے گردن گھما کر فون کو دیکھا۔ لپک کر فون کے قریب آئی۔ پری کا فون تھا۔ اس نے اداسی سے سر جھٹکا اور فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہاں!" اس کے لہجہ مرجھایا ہوا تھا۔

"کیا ہوا اس نے کال پک کی؟" پری نے پوچھا۔

"نہیں، ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اوپر گئے ہیں۔ انھیں پتا تھا کہ میں کھڑی ہوں۔ اس کے باوجود میری طرف نہیں دیکھا۔" وہ رونے لگی۔

"ارے یار تو رونا تو بند کر!" پری نے اسے دلاسہ دیا۔

"یار میں کیا کروں؟" خضریٰ نے بے چارگی سے پوچھا۔

"جو کہہ رہی ہوں وہ کر! کتنے بجے اترتا ہے وہ روز؟"

"ساڑھے بارہ ایک کے قریب!" وہ بولی۔

"اچھا، اب میری بات غور سے سن۔" پری کہنے لگی۔

****

"ٹھیک ہے بھائی!" حیدر نے جیکٹ پہنتے ہوئے کہا۔ ایک ہاتھ سے فون دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے اس کی نگاہ گن پر پڑی۔

"اس دن کی طرح۔۔"

"ارے ہاں بھائی۔۔ تم تو وہ بات پکڑ کر ہی بیٹھ گئے ہو۔" حیدر تنک کر بولا اور فون رکھا۔ گن اٹھا کر جینز میں اڑس کر جوتے پہننے لگا۔ اس کا مزاج اب بہتر تھا۔ اس نے تین سے مسلسل خضریٰ کو نظر انداز کر کے خود کو کمپوز کر لیا تھا۔ وہ اب اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں رہا تھا۔ وہ خوش تھا کہ اس نے وقت پر خود کو قابو کر لیا تھا۔ ورنہ خضریٰ سے ملاقات کے دن اس کا بے قابو ہونا اسے خود سے خوف زدہ کر گیا تھا۔ بائیک کی چابی اٹھاتا وہ گنگناتا ہوا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

پارکنگ ایریا میں اپنی بائیک کے قریب پہنچتے ہی اس کے قدم ساکت ہوئے۔ وہ اس کی بائیک سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ حیدر بے نیازی سے چلتا آیا۔

"سائیڈ پہ ہو۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ خضریٰ چونک کر پلٹی۔ حیدر کی نگاہ اس کے چہرے پر پڑی۔

"کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا؟ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو مجھے بتائیں نا میں معافی مانگ لوں گی۔" وہ اپنے لہجے کو بمشکل سنبھالے ہوئے تھی۔ اس کی آنکھیں نمکین پانی سے بھرنے لگیں۔ حیدر نے اسے بائیک کے پاس سے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ اور چابی اگنیشن میں ڈالی۔ خضریٰ نے جھٹکے سے چابی نکالی۔

"حیدر!" وہ روہانسی ہوئی۔ حیدر یک دم ساکت ہونے لگا۔ اس کا پکارنا اسے اس روز بھی ہولا گیا تھا۔

"کوئی دیکھ لے گا خضریٰ گھر جاؤ!" حیدر چاہنے کے باوجود بھی اپنا لہجہ سخت نہ کر سکا۔

"میں نہیں جا رہی پہلے میری بات کا جواب دیں۔" وہ اب کے آنسو سنبھال نہیں پائی۔ آنسو اس کے گالوں پر بہنے لگے۔ حیدر تنک کر اس کی جانب پلٹا۔

"رونا بند کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ کیفیت جس سے اس نے کوشش کر کے پیچھا چھڑایا تھا۔ اس پر طاری ہونے لگی۔ جیسے روح سبک ہو رہی ہو۔ جیسے دل پر رکھا پتھر اچانک کسی نے ہٹا دیا ہو۔ جیسے وہ کئی سالوں سے کسی پہاڑ کے نیچے دبا ہوا تھا اور اب اچانک آزاد سا ہو کر ہواؤں میں چہل قدمی کرنے لگا ہو۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟" خضریٰ اس کی گہری خاموشی پر مزید پریشان ہوئی۔

حیدر نے اس کے ہاتھ میں دبی بائیک کی چابی کو دیکھا۔

"چابی دو میں جاؤں۔" حیدر نے کہا۔

"میں نہیں دے رہی۔ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں پہلے بتائیں۔" خضریٰ نے پوچھا۔

"نہیں، لاؤ چابی دو۔" حیدر نے ہاتھ بڑھایا خضریٰ نے چابی پیچھے کرتے ہوئے گردن نفی میں ہلائی۔

"مجھے غصہ مت دلاؤ یار چابی دو مجھے جانا ہے۔" حیدر نے اس کے پیچھے چھپا ہاتھ پکڑ کر اس کی مٹھی کھولنی چاہی۔ خضریٰ پھر رونے لگی۔

"تمہیں چوٹ لگ جائے گی خضریٰ چابی دو یار!" حیدر کو اب بے حد غصہ آنے لگا۔ اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"پہلے میری طرف دیکھ کر بات کریں بتائیں مجھے نا میری غلطی حیدر! مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔ آپ مجھ سے بات نہیں کر رہے۔ مجھے بہت یاد آتی ہے آپ کی۔ آپ کو پتا ہے میں تین دن سے نہیں سوئی۔"

حیدر نے اب کی بار اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ اس کا چہرہ سرخ اور آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"اچھا! رونا بند کرو۔ میں کال کروں گا تمہیں آج واپس آکر!" وہ نرمی سے بولا۔

"لیکن آپ نے وجہ نہیں بتائی؟ ایسا کیا کیا تھا میں نے؟" خضریٰ نے آنکھ رگڑتے ہوئے پوچھا۔

"چابی دو! کہانا کال کروں گا واپس آکر۔" حیدر نے پھر کہا۔ خضریٰ نے چابی اس کی طرف بڑھائی۔ حیدر نے دیکھا اس کی ہتھیلی پر حیدر کا نام لکھا تھا۔ حیدر نے اس کے چہرے پر ایک اور نگاہ ڈالی۔ وہ اب بھی اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"گھر جاؤ۔" حیدر نے چابی لیتے ہوئے اسے حکم دیا۔

"اللہ حافظ! کال کریں گے نا؟" خضریٰ نے جاتے جاتے پھر پوچھا تھا۔ حیدر کی گردن بے اختیار اثبات میں ہلی۔ اس کے جانے کے بعد بھی حیدر بائیک اسٹارٹ نہ کر سکا۔ بت بنا وہیں کھڑا تھا۔ ایک نئی کونپل اندر پھوٹی تھی۔ یہ وہی احساس تھا جو اس دن اسے طیش زدہ کر گیا تھا۔ آج بھی وہ اپنے اندر جھانکنے لگا۔ کیا تھا یہ؟

****

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیدر سارے کام ختم کرنے کے بعد اپنے فلیٹ میں لوٹا تو وہ تھکن سے چور تھا لیکن اس کے باوجود اس کے ذہن میں کچھ آوازیں تازہ تھیں۔ ایک انوکھا احساس تھا جو اسے ایک جانب کھینچ رہا تھا۔ وہ صبح سے اسی سوچ میں گم تھا کہ کیا نیا تھا؟ لڑکی کے آنسو؟ نہیں وہ تو جانے کتنی لڑکیوں کو رلا چکا تھا؟ اس کی آواز؟ نہیں اس نے سریلی مترنم آوازوں کو کبھی اپنی سماعت پر حاوی نہیں ہونے دیا تھا۔ اس کا لہجہ۔۔ ہاں اس کا لہجہ اسے دلکش لگتا تھا۔ نہیں شاید اس کے لہجے میں اپنا نام؟ کیا اس کا حسن؟ وہ خوبصورت ترین لڑکیوں کے ساتھ تعلق میں رہ چکا تھا۔ خضریٰ خوبصورت تھی لیکن اتنی بھی نہیں کہ وہ ہوش

کھودے۔ کیا تھا جو اسے الجھا رہا تھا۔ کیا اسے اس سے بات کرنی چاہیے؟ اس نے کبھی خود کو اتنا الجھن میں نہ پایا تھا۔ ابھی وہ انھی سوچوں میں گم اپنے لیے باہر سے لائی گئی بریانی پلیٹ میں نکال رہا تھا جب اس کا فون بج اٹھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر کاؤنٹر پر رکھے فون کو دیکھا۔ خضرا کا نمبر اسکرین پر جل بجھ رہا تھا۔ حیدر سوچ میں پڑ گیا۔ اٹھائے یا نہیں؟ فون بج بج کر خاموش ہو گیا۔ حیدر فون وہیں چھوڑ کر لاؤنج میں آیا اور کھانا کھانے لگا۔ دس منٹ بعد فون دوبارہ بجنے لگا۔ حیدر آہستگی سے اٹھ کر کچن کے کاؤنٹر تک آیا اور فون اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"حیدر!" دوسری طرف خضرا نے اسے پکارا۔

"ہمم!" حیدر نے آہستگی سے کہا اور چلتا ہوا لاؤنج میں آیا۔

"فون کیوں نہیں پک کر رہے تھے؟" خضرا نے خفگی سے پوچھا۔

"کھانا کھا رہا تھا۔" حیدر نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

"کھا لیا؟" خضریٰ نے پوچھا۔

"ہاں۔" حیدر نے مختصر جواب دیا۔

"آپ ناراض تھے مجھ سے؟" خضرا نے نرمی سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر کیا ہوا تھا؟" خضرا نے پوچھا۔

حیدر سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو وہ خاموش رہا۔

"حیدر!" اس نے حیدر کو پکارا۔

NEW ERA MAGAZINE .com

حیدر آنکھیں بند کیے خاموش رہا۔دل چاہا فون بند کر دے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

"حیدر؟" خضرا نے اسے پھر پکارا۔

"سن رہا ہوں۔"

"نہیں سن رہے آپ۔۔دل نہیں ہے آپ کا مجھ سے بات کرنے کا؟ ٹھیک ہے آرام کریں۔اپنا خیال رکھیے گا۔" خضرا مرجھائے ہوئے لہجے میں بولی اور فون بند کر گئی۔حیدر ساکت آنکھیں بند کیے یوں ہی بیٹھا رہا۔فون یوں ہی کان سے لگا تھا۔اس کا مرجھایا ہوا انداز حیدر کو چبھا تھا لیکن اس نے دوبارہ فون نہیں کیا۔اور وہیں صوفے پر

دراز ہو گیا۔آج بھی اس نے شراب اور چرس کا استعمال نہیں کیا تھا۔اس کے ذہن میں فقط اس کے آخری جملے گونجتے رہے وہ کچھ دیر بعد گہری نیند میں چلا گیا تھا۔

****

مسلسل فون کی بجتی گھنٹی سے اس کی آنکھ کھلی۔آنکھیں مسلتا وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔گھڑی پر نگاہ ڈالی تو ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہاں بھائی!"اس نے اونگھتے ہوئے کہا۔

"کیا بھائی ابھی تک تیری صبح نہیں ہوئی؟یاد ہے نا آج شاکر دادا سے علاقے کی بات کرنے جانا ہے۔"

"ہاں یاد ہے۔"یہ الگ بات تھی کہ اسے کچھ بھی یاد نہیں تھا۔

"چل پھر تیاری پکڑ!میں اڈے پہ تیرا انتظار کر رہا ہوں۔"نادر پنچولی نے کہہ کر فون بند کر دیا۔حیدر،نے فون میز پر رکھا اور اٹھ کر نہانے چل دیا۔

سیاہ شرٹ پر سفید جیکٹ پہنے ایک طرف گلاک 40 اڑسی دوسری طرف نائن ایم ایم رکھی۔ایکسٹرا میگزین بھی پینٹ کی جیبوں میں اڑستے ہوئے اس نے سر پر ٹین کی بیلٹ

باندھی جو بظاہر ایک کیپ لگتی تھی۔سیاہ رومال جو وہ چہرے پر باندھتا تھا اس نے کلائی پر باندھی اور بائیک کی چابی اٹھا کر باہر نکل آیا۔وہ بے دھیانی میں سیڑھیاں اترتا نیچے آرہا تھا جب پہلی منزل کی سیڑھیوں سے اوپر چڑھتی خضرا اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔وہ کالج سے چھٹی پر واپس آرہی تھی۔اسے دیکھ کر ایک چمک اس کی آنکھوں میں اتری ۔معصومیت اور سادگی سے مسکرا کر "گڈ آفٹر نون" کہتی وہ آگے بڑھ گئی۔حیدر نے پلٹ کر اسے جاتے ہوئے دیکھا۔وہ کھڑا رہا یہاں تک کے وہ اپنے فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے پلٹ کر مسکرائی۔حیدر اسے دیکھتا رہا لیکن مسکرایا نہیں۔اس کے اندر جاتے ہی حیدر سر جھٹکتا تیزی سے اتر گیا۔پارکنگ ایریا کی جانب جاتے اس نے گردن اٹھا کر اس کی کھڑکی کو دیکھا۔وہ کھڑکی پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔حیدر نے سر جھٹکا اور کلائی پر بندھا رومال کھول کر بائیک کی سیٹ صاف کی جس پر کسی پرندے نے نجاست کر رکھی تھی۔اس کی نگاہ پھر اوپر گئی۔وہ کھڑی ہنس رہی تھی۔حیدر کے لبوں پر بھی ناچاہتے ہوئے مسکراہٹ سمٹ آئی۔نگاہ بے اختیار دوبارہ اوپر گئی۔اب کی بار خضرا نے ہاتھ ہلایا تھا۔حیدر سر مسکراتے ہوئے بائیک پر سوار ہوا اور سر جھٹک کر بائیک کی آگنیشن میں چابی گھمائی اور بائیک سٹارٹ کرتا پارکنگ سے نکل کر بلڈنگ کے باہر نکل آیا۔رفتار بڑھانے سے قبل اس نے پھر مڑ کر دیکھا وہ اب تک کھڑی مسکرا رہی

تھی۔حیدر گہری سانس بھرتا بائیک بھگا لے گیا۔اس کا دل ہلکا ہو رہا تھا۔اسے اپنا وجود کبھی بھاری نہیں لگا۔لیکن اس کے لمحات میں خضرا کی موجودگی میں ایک انوکھا سا ہلکا پن محسوس ہوتا تھا۔

****

"کیا ہوا چیتے؟"نادر نے اسے خاموش دیکھ کر کہنی سے ٹھوکا دے کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

"کچھ نہیں۔"حیدر نے گردن نفی میں ہلائی۔دائیں جانب محسن بیٹھا نادر کے تاثرات بغور دیکھ رہا تھا۔

"ہاں تو استاد وہ بندہ تھا تمہارا مصعب۔۔اس نے پچیس لاکھ کی بات کری تھی۔تیرہ دیے۔پھر بات آگئی علاقے کی۔۔اس نے بولا شاکر کے پاس ہے کنٹرول۔۔تو اب اصول ہے کہ تم ہمیں باقی کا پیسہ دو گے۔یہ محسن آیا تھا تمہارے پاس!یہ ہمارا بندہ ہے۔۔آنکھیں کھول کے غور سے دیکھ لو۔۔یہ ہر ہفتے آئے گا۔"حیدر نے محسن کی طرف اشارہ کیا۔

"میں محسن کو نہیں جانتا واسطہ تمہ۔۔

"بولا نا ہمارا بندہ ہے چار سال سے ہمارے ساتھ ہے خاص آدمی ہے ہمارا۔اسی کو پیسہ دوگے تم خود اپنے ہاتھ سے۔"حیدر نے بے جھجھک سختی سے کہا۔اسے نادر اس کی اسی بے خوفی کی وجہ سے ہر جگہ لے جاتا تھا۔وہ سامنے والے کا رتبہ مقام دیکھے بغیر بے لحاظی سے ہر بات کر دیا کر دیتا تھا۔

"تم کو آنے میں کیا مسئلہ ہے؟"شاکر نامی آدمی تڑخ کر بولا۔

"ہر ایرے غیرے کے اڈوں میں ہفتہ وار پھیری نہیں لگا سکتا میں۔تمہارا علاقہ تم کو ہم نے دیا ہے۔پیسہ تم کو لازمی دینا ہے۔ہم دلشاد نگر کے استاد ہیں۔تم ابھی ہمارے گھٹنوں تک نہیں آتے۔برابری کا سوچو بھی نہیں۔پیسہ بھی جائے گا جان بھی جائے گی۔"حیدر نے دھمکاتے ہوئے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"دیکھ شاکر! یہ جو ہمارا چیتا ہے نا۔سنتا نہیں ہے کسی کی۔اس سے اڑی نہیں کرنے کا۔سمجھ گیا نا!"نادر بھی مسکراتے ہوئے اٹھا اور سامنے بیٹھے شخص کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے وہاں سے نکل آیا۔پیچھے وہ شخص بے بسی سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔وہ باہر آیا تو حیدر بائیک اسٹارٹ کرتا نظر آیا۔محسن بھی اس کے ساتھ جانے کو تیار تھا۔نادر قریب

آیا حیدر کا کندھا تھپتھپایا۔

"دھیان میں رہ چیتے!" کہہ کر وہ اپنی ہائیلکس کی جانب بڑھا جسے گینگ کے اسلحہ سے لیس گینگسٹرز گھیرے ہوئے تھے۔

حیدر تیزی سے بائیک بڑھا لے گیا۔

****

حیدر اڈے میں موجود تھا نادر پنچولی جا چکا تھا۔ ہر طرف گینگ کے لڑکے تھے لیکن خاموشی ایسی چھائی ہوئی تھی جیسے وہاں کوئی موجود نہ ہو۔ محسن بھی حیدر کے قریب بیٹھا تھا۔ وہ اسے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کے غصے کا خوف تھا کہ وہ اس کا قریبی ساتھی اور اچھا دوست ہونے کے باوجود بھی کہنے سے جھجھک رہا تھا۔

"کدھر جانا ہے آج؟" حیدر نے جیکٹ اتارتے ہوئے محسن سے پوچھا۔

"سی ویو کے پیچھے والا علاقہ ہے کلب ہے ادھر ہمارا مال جا رہا تھا۔ تھوڑے دن پہلے کسی منسٹر نے وہ کلب خرید لیا ہے اب وہاں سے ہمارا پتہ کاٹنے کے چکر میں ہے۔ اور سیکٹر ستائیس کا جو ایم این اے ہے قادر خان! اس کا معاملہ ہے لیاقت آباد کی کسی عورت سے

۔۔بیٹی کے رشتے کے لیے۔" محسن کہہ رہا تھا۔

اسی پل حیدر کے فون کی میسج ٹیون بجی۔حیدر نے لپک کر فون اٹھایا۔محسن نے رک کر اسے دیکھا۔حیدر کا دھیان اس پر سے ہٹ چکا تھا۔کسی علوینا نامی لڑکی کا میسج تھا۔حیدر نے اکتا کر فون دوبارہ میز پر دھر دیا۔

"کسی کے میسج کا انتظار کر رہا ہے؟" محسن پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔حیدر نے لاپرواہی سے گردن نفی میں ہلائی۔

"اور تو کیا کہہ رہا تھا لیاقت آباد کا؟" حیدر نے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ایک بات بولوں؟" محسن نے پوچھا۔

"ہاں بول!" حیدر نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"بھائی کو لگتا ہے تیرا دھیان بٹ رہا ہے کسی بات سے۔۔بول رہا تھا کوئی مسئلہ ہے تو بتا مل کے حل نکال لیں گے۔" محسن نے بات گھما کر اس کے سامنے رکھنی چاہی۔

"دماغ بٹا ہوا ہے بھائی کا۔۔اور کچھ نہیں۔۔چل تو پھر نکلتے ہیں ہم!" حیدر نے لڑکے کو اشارہ کر کے بلٹ پروف جیکٹ منگوائی۔محسن بھی وہاں سے اٹھ کر اپنی تیاری کرنے

چل دیا۔چند لمحوں بعد ایک لڑکا بلٹ پروف جیکٹ لیے اس کے قریب آیا۔حیدر نے بلٹ پروف جیکٹ پہن کر اوپر سے دوسری جیکٹ چڑھائی۔اپنا فون اٹھا کر جیب میں ڈالا اور کیپ پہنتا باہر نکل آیا۔لاشعوری طور پر اس نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔اسی اثنا میں محسن بھی باہر آگیا تھا وہ دونوں حیدر کی بائیک پر اپنا کام پورا کرنے نکل پڑے۔

****

رات کے گیارہ بجتے ہی خضرا رابعہ خاتون کا موبائل لیے اپنے کمرے میں چلی آتی تھی۔جب تک گیارہ بجتے وہ مختلف شعر اور باتیں لکھ کر حیدر کو بھیجتی رہتی۔حیدر ان اشعار کے جواب میں کبھی دل بھیجتا تو کبھی گلاب کے پھول لیکن جب سے وہ پارک میں ملے تھے حیدر نے اس کے اشعار کا جواب دینا چھوڑ دیا تھا لیکن اس کے باجود وہ اپنی کیفیات لکھ کر اسے بھیجتی رہتی۔اس وقت بھی وہ یہی کر رہی تھی۔وقفے وقفے سے کوئی شعر یا کوئی پیار بھرا جملہ لکھ بھیجتی۔اس کے چہرے پر مسلسل مسکراہٹ کا بسیرا رہنے لگا تھا۔اب بھی وہ تصوراتی دنیا میں کھوئی مسکرا رہی تھی۔

****

اڈے کے مرکزی ہال میں وہ صوفوں پر نیم دراز تھا۔قریب ہی محسن بیٹھا چرس بھری سگریٹ پی رہا تھا۔میز پر شراب اور مختلف کھانے پینے کی چیزیں رکھی تھیں۔بارہ بجے تک یہاں بیٹھ کر اڈے کی کاروائیوں کی نگرانی حیدر کے زمے تھی۔وہ تب ہی غیر حاضر ہوتا تھا جب اسے کسی لڑکی سے ملنے جانا ہوتا تھا۔ورنہ وہ یہیں پایا جاتا تھا۔کچھ فاصلے پر موجود بیٹھک پر لوگوں کی آمدورفت جاری تھی۔کچھ نشے کے حصول میں تو کچھ اس نشے کو پورا کرنے کے لیے چیزیں بیچنے آرہے تھے۔بے شمار ایسے نوجوان تھے جو غربت کے باجود اس نشے کی لت میں اتنی بری طرح جکڑے ہوئے تھے کہ گھر کی ضروریات کا سامان اٹھا کر ساتھ لے آتے۔ہفتے کے آخر میں اڈے میں زیورات اور دیگر سامان اس حد تک جمع ہو جاتے کہ انھیں بیچنے کے لیے لے جایا جاتا تھا۔اکثر اڈے سے وابستہ گینگسٹر اپنی گرل فرینڈز کو انھی زیورات کا تحفہ دے دیا کرتے تھے۔

"ایک بات بولوں چیتے!" محسن نے سگریٹ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

"بول!" حیدر اپنے فون میں خضرا کے میسج پڑھتے ہوئے بولا۔

"وہ تیری چڑیا پھنسی کہ نہیں؟" محسن نے پوچھا۔

"کون سی چڑیا؟" حیدر نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔وہ جانتا تھا کہ خضرا کا ذکر چل رہا

ہے۔

"وہی جو نیچے آئی تھی دو ماہ پہلے!" محسن جو اس کے چہرے کو بغور جانچ رہا تھا۔

"تیرے کو کیا کام ہے اس سے؟" حیدر نے فون پر نگاہیں جماتے ہوئے کھردرے لہجے میں سوال کیا۔

"بس ایسے ہی پوچھ رہا ہوں۔ وہ جانی ہے نا سامنے والے چھپڑ میں رہتا ہے۔ صبح بتا رہا تھا ۔۔

حیدر کے کان کھڑے ہوئے اس نے نگاہیں فون سے ہٹا لیں۔

"کہہ رہا تھا بڑی پیاری چیز ہے۔ کالج جاتی ہے نا اسے آتے جاتے ہوئے دیکھتا ہے۔" محسن کی نگاہیں حیدر کے تاثرات جانچ رہی تھیں۔

"نمبر بھی اس کے رستے میں پھینک کر آیا ہے۔"

حیدر کے کا دل ڈوب کے ابھرا تھا۔ وہ بے تاثر چہرہ لیے محسن کی طرف دیکھتا رہا۔

"شمی نے بولا یہ نمبر والے چکر نہیں کر لڑکی تیڑھی ہے سیدھا ہاتھ ڈال کے اٹھا لے علاقہ تو ویسے بھی اپنا۔۔" محسن کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی حیدر نے اونچی آواز

میں "جانی" کہہ کر پکارا۔ محسن خاموش ہوا۔

سارے لڑکے یک دم خاموش ہو چکے تھے۔ جانی ایک سانولی رنگت کا صحت مند سا لڑکا تھا۔ جو فوراً کہیں سے نکل کر ان کے سامنے آیا تھا۔

"ادھر آ!" حیدر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ وہ لڑکا فوراً سہم گیا اور ڈرتے ڈرتے آگے آیا۔ حیدر سے جھٹکے سے اس کی گردن دبوچ کر اسے اپنے قریب کھڑا کیا۔ سرخ انگارہ ہوتی نگاہیں اس کی آنکھوں میں گاڑھ کر اس نے اپنی گرفت مزید سخت کی۔ جانی نامی لڑکے کی سانس اکھڑنے لگی۔ آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔ محسن ہاتھ سینے پر باندھے حیدر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"آج کے بعد روشن گلی سے دس فٹ دور رہیو۔ ورنہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسی گلی کے کتوں کو ڈال دوں گا۔" ٹھہر ٹھہر کر سرد لہجے میں کہہ کر اس نے اس کی گردن چھوڑی اور ایک جھٹکے سے پیچھے دھکیل دیا۔ لڑکا لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا۔ وہ بری طرح کھانستے ہوئے تیز تیز سانسیں لے رہا تھا۔ حیدر کی سرد نگاہیں ابھی تک اس کے چہرے پر تھیں۔ لیکن ذہن میں کوئی دوسرا چہرہ ابھر چکا تھا۔ وہ لڑکا ناسمجھی اور خوف کا شکار ہو کر اس آفتاد کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حیدر مجمعے کو سناٹے میں ہی چھوڑ کر بائیک

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کی چابی اٹھاتا اڈے سے نکلتا چلا گیا۔ محسن بھی تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔

"اوئے! رک!" محسن نے تیزی سے اسے روکا۔ حیدر جو بائیک اسٹارٹ کر چکا تھا پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ محسن اس کے قریب آیا۔

"پھنس گیا تو بھی۔" محسن کے چہرے پر سنجیدگی اور آنکھوں میں خوف تھا۔

"کیا مطلب؟" حیدر نے اکھڑے لہجے میں پوچھا۔

"محبت کے جال میں۔"

"بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔" حیدر نے اسے جھڑک دیا۔

"میں نے بچ نکلنے کے لیے جھوٹ بولا تھا۔ اس کی گردن پر پنجے تو نے ایسے گاڑھے جیسے اس نے تیری نبض پر گاڑھنے کی ٹھان لی ہو۔" محسن نے کہا۔

"تو اچھی طرح جانتا ہے جس چیز پر میری نظر ہو اسے کوئی اور دیکھے میں برداشت نہیں کرتا۔" حیدر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"روزی سے جو جی نے بات کی تھی تو تو نے اسے مارا تھا مجھے پتا ہے۔ لیکن اس بات میں اور آج کی بات میں فرق ہے۔"

www.neweramagazine.com

"کیا فرق ہے؟" حیدر نے فوراً سوال کیا۔

"تو نے اس کا نام لے کر اسے کیوں نہیں دھمکایا۔ تو اس کا نام نہیں لے رہا تھا۔ روشن گلی کے بجائے خضرا کیوں نہیں بولا؟" محسن نے سوالیہ انداز میں گردن ہلائی۔

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہنہ! چل اب راستہ چھوڑ!" حیدر نے ہنستے ہوئے اسے پیچھے کیا۔

"یہی چھوٹی چھوٹی باتیں ہی تو ہوتی ہیں۔" محسن نے کہا۔ حیدر ان سنی کرتا آگے بڑھ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

حیدر نے بائیک پارکنگ میں روکتے ہی نگاہ خضرا کی کھڑکی پر ڈالی وہ وہیں کھڑی تھی۔ وہ فقط اس کا ہیولہ ہی دیکھ پا رہا تھا۔ کیوں کہ اندھیرا کافی زیادہ تھا جبکہ پارکنگ میں بتیاں روشن تھیں۔ حیدر بائیک کھڑی کرتا تیزی سے اوپر چڑھ گیا۔ اس کے اندر عجیب سی بے چینی پھیلنے لگی تھی۔ دل میں عجیب بے ہنگم خیالات کا بسیرا تھا۔ فلیٹ کا تالا کھول کر وہ اندر داخل ہوا اور جیکٹ اتار کر صوفے پر اچھال دی۔ اسلحہ میز پر رکھ کر فریج تک

آیا۔اور بئیر کی کین نکال کر کھولتا دوبارہ لاؤنج میں آیا۔ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے جب اس کا فون بجنے لگا۔وہ الجھی نگاہوں سے فون کو دیکھنے لگا۔ایک احساس تھا جو اسے کھینچ رہا تھا۔حیدر نے کچھ لمحوں بعد فون اٹھا کر کان سے لگالیا۔

"ہیلو حیدر!" مسکراتا ہوا لہجہ اس کے کانوں میں پڑا۔اسے یوں محسوس ہوا جیسے بے رنگ پانی میں دھنک کے رنگ پڑنے لگے ہوں۔

"ہاں!" حیدر نے آہستگی سے جواب دیا۔

"آ گئے آپ؟"

"تمہارے سامنے ہی تو آیا ہوں۔پیر نہیں تھکتے تمہارے؟میرے انتظار میں کھڑی رہتی ہو۔" نرمی سے کہتے ہوئے اس نے سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔

"نہیں تو۔مجھے تو بہت اچھا لگتا ہے آپ کا انتظار کرنا۔" خضرا چہکتے ہوئے بولی۔

"اور پتا ہے جب آپ کی بائیک کی بھاری سی آواز آتی ہے نا تو میرا دل ہلکا ہو جاتا ہے۔یہ علاقہ کتنا خطرناک ہے نا یہاں برے برے لوگ رہتے ہیں۔اور جب آپ اتنی رات تک بھی واپس نہیں آئے ہوتے تو میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔کھانا کھالیا آپ نے؟" خضرا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کی بات نے حیدر کو گہری چپ میں مبتلا کر دیا۔ وہ کہیں لمحے تک کچھ نہ کہہ سکا۔

کیا ہوتا جو خضرا کو معلوم ہو جائے کہ وہ وہی خطرناک انسان ہے۔

"بتائیں نا کھانا کھالیا؟"

"ہاں، کھالیا۔" حیدر نے مختصر جواب دیا۔

"اچھا بتائیں وہ لیٹر کیسا تھا؟" خضرا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ کچھ دیر قبل ہی اس نے ایک لمبا سا پیغام لکھ کر اسے بھیجا تھا۔

"اچھا تھا لیٹر! لیکن وہ آخری حصہ کیا تم نے خود لکھا تھا؟" حیدر کو وہ نظم نما الفاظ یاد آئے۔

"ہاں نا سناؤں؟" خضرا نے پرجوشی سے پوچھا۔

"ہاں سناؤ۔" حیدر ہلکا سا مسکرایا۔

"اوکے، ہنسیئے گا نہیں۔" خضرا نے اسے خبردار کیا۔

"ٹھیک ہے۔" حیدر بولا۔

"بھوری بھوری آنکھوں والا میرا پیار حیدر!"پہلی سطر گنگناتے ہی وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔حیدر کے لب بھی اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھلنے لگے۔

"بھورے بھورے بالوں والا میرا پیارا حیدر۔۔"

"راجا جیسی شان ہے اس کی میرا پیارا حیدر۔۔

دل میں میرے رہتا ہے وہ میرا پیارا حیدر۔۔"وہ مسکراتے ہوئے نرمی سے گنگنا رہی تھی۔حیدر کی آنکھیں بند ہوتی گئیں۔

"جب جب اس کو دیکھوں میرا دل بھی گائے حیدر!"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیدر بند آنکھوں سے مسکراتا رہا۔

"جب جب اس کو سوچوں میرا دل دھڑکائے حیدر۔۔"

"سب سے اچھا سب سے پیارا میرا پیارا حیدر۔۔"خضرا خاموش ہوئی۔دوسری طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔خضرا نے کان سے فون ہٹا کر دیکھا تو کال کنیکٹ تھی۔

"حیدر!حیدر"!

حیدر گہری پر سکون نیند میں جا سویا تھا۔کچھ دیر تک خضرا اس کے جواب کا انتظار کرتی

رہی پھر ہنستے ہوئے فون بند کر گئی۔

****

صبح اس کی آنکھ کھلی تو فوراً اٹھ کر اس نے فون کو دیکھا۔آنکھیں رگڑ کر گھڑی میں وقت دیکھا تو ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔فون چیک کیا تو خضرا کے چند میسج تھے۔جن میں وہ اس سے سونے کی شکایت کر رہی تھی۔کچھ پیغام دوسری لڑکیوں کے تھے جسے اس نے سرسری انداز میں دیکھا اور فون رکھ کر نہانے چل دیا۔نہا کر واپس آیا اور الماری کھول کر کپڑے دیکھنے لگا۔

"بلیک جیکٹ میں آپ اچھے لگتے ہیں حیدر!"

حیدر لاشعوری طور پر اسے سوچتا اپنے لیے سیاہ کپڑے نکالنے لگا۔کپڑے پہننے کے بعد وہ گھڑی پہننے لگا اسی پل اسے خضرا کے پہنائے بریسلیٹ کا خیال آیا۔نگاہ الماری کے اوپر گئی۔وہ اس روز وہیں جا کر گری تھی۔

"یہ کیا کر رہا ہے حیدر؟" دفعتاً اس کے ذہن نے اسے جھنجھوڑا۔لیکن دل اس انوکھے احساس کی کشش میں رہنا چاہ رہا تھا۔سر جھٹک کر اس نے بال بنائے اور اپنی گن جینز

میں اڑستا کمرے سے باہر آیا۔اس نے لاؤنج میں آکر قریبی بیکری کا نمبر ملایا اور کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ ایک کیک منگوایا۔ تقریباً نصف گھنٹے بعد بیکری کا ملازم اسے سامان دے گیا تھا۔اس نے ادائیگی کر کے گیٹ بند کیا اور اندر چلا آیا۔ کیک فریج میں رکھا اور خود پیٹس کھانے لگا۔اس کی نگاہیں بار بار کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹھہر جاتیں۔ ابھی ساڑھے بارہ بجے تھے۔وہ ایک بجے تک کالج سے واپس آتی تھی۔ وہ اسی کا انتظار کر رہا تھا۔کچھ دیر گزرنے کے بعد اس نے بائیک کی چابی اٹھائی اور فریج سے کیک نکالتا فلیٹ سے نکل آیا۔سست قدموں سے سیڑھیاں اترتا وہ پارکنگ میں آیا اور کیک اپنی بائیک پر رکھ کر خود بھی وہیں انتظار کرنے لگا۔اس کے ذہن میں کل رات اس کی گنگناہٹ تازہ ہوئی تو حیدر کے چہرے پر غیر محسوس سی مسکراہٹ اتر آئی۔ چند منٹ ہی گزرے تھے جب خضرا آتی دکھائی دی۔ جوں ہی اس کی نگاہ حیدر پر پڑی وہ ٹھہر گئی۔اس کے چہرے کا خوشگوار مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ حیدر نے اشارے سے اسے پاس بلایا۔ خضرا نے ایک نگاہ سیڑھیوں کی طرف جاتے راستے کو دیکھا پھر اس کی طرف چلی آئی۔

"ہیلو حیدر!" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ تب ہی اس کی نگاہ کیک کے ڈبے پر پڑی۔ لیکن

اس نے کچھ کہا نہیں۔

"یہ تمہارے لیے ہے۔" حیدر نے کیک کی طرف اشارہ کیا۔ خضرا الجھی پھر نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

"میرے لیے؟ یہ کیک؟" خضرا نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں تمہیں پسند ہے نا۔" حیدر بولا۔

"لیکن آپ یہ کیوں لائے؟ میں امی سے کیا کہوں گی؟" خضرا نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"مجھے نہیں پتا میں نے تو ایسے ہی منگوالیا تھا۔ اب مجھے نہیں پتا تم امی سے کیا کہو گی ۔ جلدی پکڑو میں کب سے ان۔۔" وہ کہتے کہتے رکا۔

خضرا جو توجہ سے اس کی بات سن رہی تھی اس کے چپ ہونے پر سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔ حیدر کو اپنا رویہ حد سے زیادہ عجیب لگا لیکن وہ کچھ کہے بنا کیک اسے پکڑانے لگا۔

"آپ نہیں کھائیں گے؟" خضرا نے کیک لیتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔"حیدر نے رسان سے جواب دیا۔اس کا ذہن پھر مختلف سوچوں میں گھرنے لگا۔کیا چیز اسے اس کے قریب آنے سے روک رہی تھی۔؟

"کیوں؟جائیں چھری بھی لے کر آئیں نا یہی کاٹتے ہیں۔"خضرا مسکراتے ہوئے بولی۔

"پاگل!جلدی لو اسے اور گھر جاؤ کوئی دیکھ لے گا۔"

"یہاں آپ کے علاوہ کسی کی بائیک یا گاڑی نہیں کھڑی ہوتی۔اور اس طرف ویسے بھی کوئی نہیں آتا جائیں نا جلدی چھری لائیں آپ اوپر سے۔۔"خضرا نے حیدر کو دھکیلتے ہوئے کہا۔حیدر خفگی بھری نگاہ اس پر ڈالتا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔اس بلاک کی طرف بنا پارکنگ ایریا قدرے خاموش اور خالی رہتا تھا اس کی وجہ سامنے کی طرف سے آنے والی گولیاں تھیں۔پہلے اس جانب بھی گاڑیاں کھڑی ہوا کرتی تھیں لیکن آئے روز کسی نا کسی گاڑی پر گولیاں آ کر لگتی۔کبھی شیشے ٹوٹ جاتے تو کبھی گاڑیوں پر سوراخ ہوئے ملتے۔یہی وجہ تھی کہ اب زیادہ تر گاڑیاں دوسرے حصے کی طرف کھڑی کی جاتی تھی۔یہ حصہ سنسان پڑا رہتا۔خضرا یوں ہی کھڑی حیدر کا انتظار کر رہی تھی جب اس کی نگاہ بائیک کی پشت پر لگے تختے پر پڑی۔جہاں جلی حروف میں "پنچولی گینگ" لکھا تھا۔خضرا لمحے بھر کو ٹھٹھک گئی اس سے قبل وہ کچھ سوچتی حیدر آتا دکھائی دیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"حیدر! یہاں پنچولی گینگ کیوں لکھا ہے؟"خضرا نے بائیک کی پشت کی طرف اشارہ کیا۔حیدر پل بھر کو گھبرا کر رہ گیا اگلے ہی لمحے فوراً سنبھلتا بائیک کی پشت کو دیکھنے لگا۔

"یہ یہیں رہنے والے کسی لڑکے سے لی تھی۔وہ شاید کسی گینگ کا ہو گا۔۔ہو سکتا ہے خیر آؤ کیک کاٹو۔"حیدر لاپرواہی سے کہتا چھری اس کی طرف بڑھانے لگا۔خضرا نے چھری اس کے ہاتھ سے لی اور کیک کا ڈبہ کھولنے لگی۔

"اسے ہٹوا دیں نا کوئی کیا سمجھے گا کہ آپ بھی ایسے لوگوں میں شامل ہیں۔"اس نے کہتے ہوئے کیک کاٹا۔حیدر چپ چاپ اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔پر سکون معصوم چہرہ۔۔حیدر کو پہلی بار خود کی زندگی سے شکوہ ہوا۔وہ نہ اتنا پر سکون تھا نہ اتنا معصوم!چند روز پیچھے جاؤ تو حیدر کو اس کی زندگی مکمل لگتی تھی لیکن اب اسے ایسا نہیں لگتا تھا کہ وہ جو زندگی جیتا آیا ہے وہ زندگی تھی۔برسوں سے سیاہ گھپ اندھیرے میں اچانک سے ایک ننھی سی روشنی کی کرن اتر آئی تھی۔سیاہی اور تاریکی اس ننھی سی کرن سے خوف زدہ ہو رہے تھے۔انھیں ڈر تھا کہ وہ ننھی کرن ساری سیاہی کو اپنی پاکیزگی سے نیست و نابود کر دے گی۔یہی کچھ حیدر کے سیاہ تاریکی میں ڈوبی زندگی کے ساتھ ہو رہا تھا۔

خضرا نے کیک کاٹ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا حیدر نے خاموشی سے منہ کھول

لیا۔ خضرا نے ادے کیک کھلایا۔ حیدر اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ طمانیت کا احساس ہوتا تھا اب اس کی قربت میں۔ اس کا احساس حیدر کو اچھا لگتا تھا۔ لیکن وہ تلخیوں بھری حقیقت سے بھی خوب واقف تھا۔ اس کی زندگی اسے اس سکون کی اجازت نہیں دیتی۔ وہ جانتا تھا۔ لیکن ان لمحوں میں کچھ لمحے کاٹ کر بھی وہ خود کو پر سکون کر لینا چاہتا تھا۔ جب وہ سوچتا کہ اس نے خضرا سے بات کس مقصد سے کی تھی اسے خود سے گھٹن ہونے لگتی تھی۔ آج سے پہلے وہ زندگی میں اس نے صرف اپنے دین کا احترام کیا تھا مسجدوں کو مقدس جانا تھا۔ لیکن آج اب اسے سامنے کھڑا وجود بھی مقدس لگنے لگا تھا۔

"یار حیدر!" دفعتاً خضرا نے خفگی سے کہتے اس کا بازو ہلایا۔ حیدر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کب سے کہہ رہی ہوں اب مجھے کھلائیں کیا سوچنے لگ جاتے ہیں بار بار؟" خضرا نے کہا۔ حیدر نے کچھ کہے بغیر اس کے ہاتھ سے کیک لے کر اس کے منہ کے قریب لیا۔ خضرا نے خوش ہوتے ہوئے کیک کھایا۔

"اچھا اب یہ بتائیں رات کو سو گئے تھے کیا؟" خضرا نے کیک کا باقی ٹکڑا خود اپنے ہاتھ میں لیا اور کھانے لگی۔ حیدر سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Short Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں! سو گیا تھا۔ روز یہی نظم سنایا کرنا سکون سے۔۔" وہ کہتے کہتے پھر رک گیا۔ کیا وہ اس کی سنائی گئی نظم سن کر پر سکون ہو کر سو گیا تھا؟ کیا واقعی؟ ابھی تو وہ یہی کہنے لگا تھا۔ کیا ایسا ہی تھا۔ حیدر! محسن نے جو کہا تھا۔۔ حیدر۔۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔

"حیدر!" خضرا نے پھر خفگی سے پکارا۔ حیدر چونکا۔

"پاگل تو نہیں ہو گئے آپ؟ یہ بار بار ہینگ ہونے کی بیماری آپ کو بچپن سے ہی ہے کیا؟"

"نہیں۔۔ بس ایسے ہی کچھ سوچ رہا تھا۔ تم جاؤ اب گھر دیر ہو رہی ہے۔" حیدر نے چھری ایک طرف اچھال دی اور کیک اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ چھری کیوں پھینکی؟" خضرا نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"لڑکی کتنے سوال کرتی ہو۔ ہے گھر میں اور چھریاں۔۔ جاؤ اب تم۔" تنک کر کہتے حیدر نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

"اوکے۔ اللہ حافظ! کل جمعہ ہے نا آپ وائٹ قمیص شلوار پہنیں گے اوکے؟ اور اپنا خیال رکھیے گا۔" خضرا کیک پکڑے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ حیدر چپ چاپ کھڑا

رہا۔

****

دن تیزی سے گزر رہے تھے۔ حیدر جو تھا کبھی اب وہ نہیں رہا تھا۔ خضرا کو اس کی زندگی میں آئے چار ماہ ہو گئے تھے۔ یہ زندگی کی پہلی لڑکی تھی جس سے وہ چار ماہ سے کال پر باتیں کر رہا تھا۔ جس کی آواز سننے کے لیے وہ سارا دن بے چینی میں گزار دیتا تھا۔ وہ خضرا کی باتوں کا اس کے لہجے کا بری طرح عادی ہو چکا تھا۔ وہ اس کے لیے وقتاً فوقتاً چاکلیٹ، کیک آئسکریم لاتا۔ کبھی گھر کے باہر کی کیاری کے پیچھے چھپا کر اسے میسج کر دیتا تو کبھی پارکنگ میں روک کر اسے خود اپنے ہاتھوں سے کھلاتا۔ وہ جنگ اب بھی اس میں جاری تھی۔ وہ سوچتا کہ خضرا کو زندگی سے نکالے لیکن فقط سوچ کر ہی رہ جاتا کبھی ارادہ کرتا تو تین تین دن تک اسے کال نہیں کرتا تھا اور وہ تین دن پھر اگلے چوتھے دن اس پر عذاب بن کر اترتے۔ وہ غائب دماغ رہتا۔ اس کا ذہن اسی کے لہجے میں بھٹکتا رہتا تھا۔ قسمت بھی اس کا ساتھ دے رہی تھی کہ اب تک وہ اس کی اصلیت سے واقف نہیں تھی۔ لیکن کب تک وہ اپنی اصلیت چھپا سکتا تھا۔ زندگی نے اچانک ہی اک نیا پلٹا کھایا۔

****

نادر پنچولی کے پیر و مرشد نورانی شاہ بابا کا عرس قریب آرہا تھا۔یہ سال کا وہ ہفتہ ہوا کرتا تھا جب نادر تمام کاموں سے کنارہ کر کے اپنی گینگ کے قریبی لڑکوں کو لے کر نورانی جایا کرتا۔کراچی سے درجنوں بکرے خرید کر قربانی کے لیے نورانی لے کر جائے جاتے ایک ہفتہ وہیں رہ کر وہ لوگ عرس کے تینوں دن سیکڑوں دیگیں پکوا کر وہاں لنگر بانٹتے تھے۔اس عرس میں شرکت کرنے کے لیے ہر سال دلشاد نگر سے سیکڑوں لوگ نورانی جایا کرتے تھے۔ہفتے بھر پہلے ہی دلشاد نگر کی گلیوں میں اس عرس کا چرچا ہوتا خوب تیاریاں کی جاتی۔ہر گلی کوچے پر تیز آواز میں قوالیاں لگائی جاتی تھیں۔مہینے کے آغاز میں ہی اس طرف خوب رونق لگتی ہر گلی روشن رہتی۔

حیدر اس وقت اڈے میں موجود تھا۔کچھ دیر میں ان لوگوں کو نکلنا تھا یہاں سے۔تمام تیاریاں مکمل تھیں۔اڈے کے باہر سیکڑوں موٹر سائیکلیں اور گاڑیاں موجود تھیں۔ایک بڑا سا ٹرک تھا جس میں کئی بکرے تھے۔

"تو بھی میرے ساتھ گاڑی میں چل!"نادر نے حیدر کو کہا۔حیدر نے نفی میں گردن ہلادی۔

"نہیں بھائی میں اپنی بائیک پہ پیچھے آؤں گا تم سب نکل جاؤ" وہ بولا۔اسے خضر اسے بات کرنی تھی وہ ان سب کے ہمراہ نہیں جانا چاہتا تھا۔

"کیوں ساتھ کیوں نہیں چل رہا؟" محسن نے الجھ کر اس کی طرف دیکھا۔

"تو چپ ہو کر اپنے کام سے کام رکھ۔" حیدر نے اسے گھورا۔ محسن بے چارا کھسیا کر رہ گیا۔نادر نے جانچتی نگاہوں سے حیدر کا چہرہ دیکھا۔

"محسن تو بھی چیتے کے ساتھ آنا۔" نادر نے حکم دیا۔

"جی بھائی!" محسن نے اثبات میں سر ہلایا۔

"نہیں میں اکیلا ہی آؤں گا۔" حیدر نے کہا۔

"چیتے! آج کل تو بہت چوں چراں کرنے لگ گیا ہے۔کیا بات ہے؟" نادر پنچولی نے اسے گھورا۔

"ٹھیک ہے یار محسن کو چھوڑ دو پھر۔۔اب جاؤ تم لوگ۔۔" حیدر نے چڑ کر کہا اور اڈے کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔

"چیتے پر نظر رکھنی ہے۔۔کیا کر رہا ہے یہ کس سے بات کر رہا ہے مجھے سب بتائے گا

تو۔۔ سمجھ گیا۔؟"نادر نے اسے تنبیہہ کی۔ محسن نے فوراً اثبات میں سر ہلادیا۔

****

حیدر نے کان میں ہینڈ فری لگائی اور چہرے پر سیاہ رومال باندھا۔وہ گنگنا رہا تھا۔ محسن خاموش تھا۔سب جانتے ہوئے بھی وہ خاموش تھا۔

"بھائی کو پورا شک ہے حیدر! مجھے کہتا ہے تیرے پر نظر رکھوں۔" محسن نے کہا۔

"تو جا بتا دے بھئی! کیا کر رہا ہوں۔"حیدر نے چڑ کر کہا۔اسی پل اس کا فون بجنے لگا۔اس نے محسن کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔اور فون اٹھالیا۔

"ہاں پری!"اس کے لہجے میں نرمی تھی۔ محسن نے گہری سانس بھری۔حیدر نے بائیک کو کک مار کر اسٹارٹ کیا۔

"ساڑھے بارہ بج رہے ہیں۔آپ کہاں ہیں؟"خضرا دوسری طرف سے پریشان لہجے میں بولی۔

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ مجھے کسی کام سے شہر سے باہر جانا ہے۔کچھ دن کے لیے۔"وہ دائیں بائیں دیکھتا بائیک کی رفتار بڑھانے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بھئی ابھی جا رہے ہیں کیا؟"خضرا فوراروہانسی ہوئی۔

"میں نے دیکھا نہیں صبح سے۔۔اور اتنے دن کیسے رہوں گی آپ کو دیکھے بغیر!"وہ چڑچڑے انداز میں بولی۔ محسن جو اس کے عقب میں بیٹھا ہینڈ فری سے آتی اس کی غصیلی آواز باآسانی سن سکتا تھا۔

"یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔ تین دن میں آجاؤں گا واپس۔ ویسے تو ہفتے کے لیے جا رہا تھا۔۔"

محسن کا منہ کھلا رہ گیا لیکن وہ فی الوقت خاموش ہی رہا۔

"بھئی نہیں کل واپس آئیں۔"خضرا تنک کر بولی۔

"کل تو پہنچیں گے وہاں میری جان!"حیدر نے ہنستے ہوئے کہا۔ محسن دل ہی دل میں حیدر کے لہجے کی نرمی اور محبت پر حیران ہو رہا تھا۔ حیدر کے لہجے میں ایسی قدرتی مٹھاس اس نے پہلی دفعہ دیکھی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ خضرا کو پسند کرنے لگا ہے لیکن اس حد تک وہ نہیں جانتا تھا۔

"جائیں پھر بات بھی نہیں کریں مجھ سے۔"وہ خفا ہو کر فون بند کر گئی۔ حیدر نے گہری

سانس لے کر بائیک کی رفتار تیز کی۔

"محسن جیب سے موبائل نکال کر دوبارہ ملاپری کا نمبر!" حیدر نے گردن موڑ کر اسے کہا۔ محسن نے اس کا چہرہ دیکھا۔اس کے چہرے پر عجیب سا سکون تھا۔ محسن خوف زدہ ہوا۔

"پہلے میری بات سن!" محسن نے سنجیدگی سے کہا۔

"بول!" حیدر نے کہا۔

"محبت کرتا ہے نا؟" محسن نے پوچھا۔

"ہاں! سکون بن گئی ہے میرا۔" حیدر نے آج اس سے اختلاف نہیں کیا۔ محسن چپ رہ گیا۔

وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ نادر پنچولی نامی بلا کی قید میں ہے لیکن وہ بتا نہیں پایا۔وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ حیدر کی محبت قبول نہیں کرے گا۔اسے حیدر ایک درندے کے روپ میں ہمیشہ اپنے قبضے میں چاہیے۔وہ اسے خبردار کرنا چاہتا تھا لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ حیدر اس کا یقین نہیں کرے گا۔

"حیدر! بھائی کو مت بتانا۔" محسن نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"کیوں؟" حیدر نے فوراً سوال کیا۔

"وہ قبول نہیں کرے گا۔" محسن نے کہا۔

"کیا قبول نہیں کرے گا؟ میں تو سوچ رہا تھا بھائی کو بتا دوں۔ بس تھوڑا ڈر رہا ہوں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"بھائی کو مت بتانا حیدر!" محسن کو خوف محسوس ہوا۔

"اچھا نا تو فون ملا۔ پری اور ناراض ہو جائے گی۔" حیدر کو اس وقت اپنی پری کی ناراضی کا ڈر کھائے جا رہا تھا۔ محسن خاموشی سے فون ملانے لگا۔ اس کے ہاتھ ان دیکھی قیامت کے خوف سے کانپ رہے تھے۔ حیدر کے چہرے پر دھیمی مسکان تھی۔ وہ اب خود کو جھٹلانے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ اس نے قبول کر لیا تھا کہ پری اس میں سما چکی ہے۔ لیکن اس نے یہ اعتراف ابھی تک خضرا کے سامنے نہیں کیا تھا۔

****

رات گہری سیاہ اور کٹھور بنی ستم ڈھائے جا رہی تھی۔ برف بھری سرد ہوائیں جسم

جمائے دے رہی تھیں۔دسمبر کا وسط اور بلوچستان کے پہاڑی علاقے خضدار کی آخری بلند چوٹیاں۔ محسن تو کپکپا رہا تھا۔جبکہ حیدر لاپرواہ نظر آ رہا تھا۔بلاول شاہ نورانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار سے پندرہ کلومیٹر پیچھے لاہوت لامکاں کے مقام پر حیدر نے اپنی بائیک روک دی۔ محسن نے حیرت سے آس پاس کا مقام دیکھا۔

"یہاں بائیک کیوں روکی ہے؟" محسن نے الجھتے ہوئے پوچھا۔

"پار کریں گے لاہوت لامکاں۔" حیدر نے کہا۔

"دماغ ٹھیک ہے اندھیرا دیکھ! سردی دیکھ کتنی ہے چل ابھی آگے صبح آکر کریں گے۔" محسن کا سوچ کر ہی سانس رک گیا تھا۔اونچی نیچی گھاٹیوں اور پہاڑیوں کے درمیاں خطرناک راستوں اور غاروں سے گزرتے ہوئے لاہوت لامکاں تک پہنچنا ایک بہت مشکل اور خطرناک کام تھا۔یہ جگہ ویرانے کے درمیان کھنڈرات کے درمیان واقع تھا۔اس مقام سے کئی قصے اور روایتیں جڑی تھیں۔کچھ کا کہنا تھا کہ لاہوت لامکاں کے غار میں بی بی فاطمہ کا جھولا ہے غار کے اندر ہی ایک اونٹنی سے مشابہت رکھتا چٹانی پتھر تھا جس کے لیے مشہور تھا کہ وہ کسی بزرگ کی اونٹنی تھی۔ان کھنڈرات کے درمیان پہاڑوں اور چٹانوں کی صورتیں ایسی تھیں کہ مختلف جانوروں

کا گماں ہونے لگتا۔پر اسرار سی جگہ جو دن کے وقت بھی رونگھٹے کھڑے کر دیا کرتا تھا۔اس جگہ کے لیے یہ بھی مشہور تھا کہ کسی زمانے میں یہاں پریوں کا بسیرا تھا جن پر گوگل نامی دیو ظلم ڈھایا کرتا تھااور پھر اس مقام پر کسی بزرگ کا ظہور ہوا تھا جنھوں نے اس گوگل دیو کو انھی گھاٹیوں میں قید کر دیا تھا۔کہا جاتا ہے کہ آج بھی گوگل دیوان پہاڑوں کے بیچ کہیں قید ہے اور یہاں سے چیخوں کی آواز آتی ہے۔غرض کہ کئی قصے تھے۔اس مقام کی زیارت کو لوگ سارے پاکستان سے آیا کرتے تھے۔نورانی شاہ کے دربار سے سات پہاڑ عبور کرنے کے بعد لاہوت لامکاں آتا تھا۔جبکہ حیدر نے نورانی کے مقام سے پہلے ہی اپنی بائیک روک دی تھی۔اس وقت یہ جگہ تقریباً سنسنان پڑی تھی۔رات کے اس پہر لاہوت لامکاں کی گھاٹیوں اور خطرناک پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے تنگ وتاریک غاروں کو عبور کرنے کا سوچ کر ہی عام انسان کی گھگھی بند ہو جاتی تھی۔

"ابے چل ادھر سے حیدر!" محسن نے اس کا کندھا پکڑ کر کہا۔

"چلتے ہیں یار!" حیدر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ابے رات ہے یار کہاں بھٹکیں گے سانپ بچھو ہوں گے ساری جگہ! مرے گا خود

بھی مجھے بھی مروائے گا۔" محسن چڑ کر بولا۔

"اچھا یہیں رک جاتے ہیں صبح ہوتے ہی پار کریں گے لاہوت لامکاں کو۔۔ پھر آگے جائیں گے یہیں سے۔" حیدر نے کہا۔

"یہاں اتنی ٹھنڈ میں کہاں رکیں گے کدھر سوئیں گے چل یار آگے چلتے ہیں۔ مجھے بھوک بھی لگی ہوئی ہے۔" محسن نے کہا۔

"نہیں جا رہا میں! جا تو۔۔" حیدر نے چڑ کر اسے پرے دھکیلا۔ محسن گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"کیا بات ہے؟ بتا۔" محسن جو حیدر کی رگ رگ سے واقف تھا سمجھ گیا کہ اسے کوئی بات پریشان کر رہی ہے اور فی الحال وہ بھیڑ سے بچنا چاہ رہا ہے۔

"بیٹھتے ہیں ادھر ہی۔" حیدر نے کہا۔

"چل ٹھیک ہے ادھر ہی بیٹھتے ہیں۔ وہ اس طرف ایک چھوٹا سا ڈھابہ ہے وہاں چلیں؟" محسن نے رائے مانگی۔ حیدر نے اثبات میں سر ہلایا۔ محسن نے شکر کی سانس لی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ روشنی کا انتظام بھی نہ تھا۔ احتیاط سے بائیک چلاتے

وہ پیچھے کی طرف آئے جہاں ایک چھوٹا سا ڈھابہ تھا۔ جہاں کچھ مسافر تھے تو کچھ اپنی اپنی گاڑیوں میں تھے۔ان لوگوں نے بھی اپنی بائیک ایک جانب روکی اور ڈھابے کے اندرونی حصے کی جانب بڑھنے لگے۔ محسن نے رک کر ایک لڑکے کو چائے اور کچھ کھانے کی چیزیں لانے کی ہدایت دی اور اندر چلا آیا۔اندرونی بیٹھک میں حیدر چارپائی پر لیٹا تھا۔

"اب بول"!

"کیا بولوں ؟"حیدر نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے پوچھا۔

"یہی سکون تیرا جو بن گئی ہے وہ۔" محسن نے کہا۔جانے کیوں وہ اس ذکر پر بے چین ہو جاتا تھا دل اندر ہی اندر کانپ کر رہ جاتا تھا۔

حیدر دھیمے انداز میں مسکرایا۔اس کے کانوں میں خضرا کی آواز گونجی۔اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ محسن بغور اس کے پل پل رنگ بدلتے تاثرات جانچ رہا تھا۔

"میں نے خواب میں بھی کبھی نہیں سوچا تھا کہ کوئی احساس اس قدر خوبصورت ہو سکتا ہے۔میری زندگی ایسی ہے کہ ہر طرف انگارے ہوں۔اور وہ میٹھی ٹھنڈی

چھاؤں۔۔میں جب سارادن گزار کر رات کو گھر جاتا ہوں تو مجھے کسی چیز کی طلب نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ مسکراتے ہوئے نرمی سے کہے "حیدر! آپ آ گئے۔" کہاں کی عیاشی کہاں کے نشے ؟ میرا دل نہیں چاہتا کچھ کروں بس اس کی باتیں سنتا رہوں اس کو محسوس کروں۔ وہ بہت معصوم ہے محسن! بہت اچھی لگتی ہے مجھے۔ مجھے ڈر بھی بہت لگتا ہے اس جادو گرنی سے لیکن سکون بھی اسی کے پاس ہے میرا ۔ل۔۔ لیکن اسے نہیں پتا کہ میں کون ہوں۔" وہ پل بھر کو رکا۔اس کے چہرے پر عجیب سا خوف تھا جس کو دیکھ محسن کے رونگھٹے کھڑے ہونے لگے۔

"جب اسے پتا چلے گا کہ میں پنچولی گینگ کا مین کمانڈر حیدر پٹھان ہوں جس نے ستائیس ہائی پروفائل اور درجنوں اور انسانوں کو قتل کیا ہے۔ جب اسے پتا چلے گا کہ میں کراچی کا سب سے بڑا ڈرگ اسمگلر ہوں جب اسے پتا چلے گا دلشاد نگر کا حیدر پٹھان ہوں میں، تب وہ کیا کرے گی۔ مجھے چھوڑ دے گی۔" حیدر نے محسن کی طرف دیکھا۔ محسن اس پل اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا جہاں ایک بے چینی سی پھیلی ہوئی تھی۔

"محسن! اس سے پہلے مجھے جسم کی بھوک تھی عورت یہی تھی میرے لیے بس! لیکن مجھے اب لگتا ہے کہ خضرا جیسی معصوم اور پاکیزہ عورتیں روح کے سکون کے لیے بنی

NEW ERA MAGAZINE .com

ہیں۔اس کے پاس جا کر میری روح کا بوجھ اترنے لگتا ہے۔کیا تجھے بھی رمشاء کے لیے یہ سب محسوس ہوتا ہے؟"حیدر نے سادگی سے سوال کیا۔ محسن نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اگر رمشاء تجھے نہ ملے؟"حیدر نے اچانک سوال کیا۔

"میں خوش نہیں رہ پاؤں گا۔" محسن نے فوراجواب دیا۔

"اور مجھے لگتا ہے خضرا مجھ سے دور ہو گی تو میں مر جاؤں گا۔"حیدر نے خوف زدہ تھا۔محسن ساکت رہ گیا۔

"حیدر؟تو ایک لڑکی کے لیے مر جائے گا؟تو کون ہے جانتا ہے نا؟کراچی کے خطرناک ترین لوگوں میں شامل ہے تو۔۔ایک دنیا تجھ سے ڈرتی ہے۔۔تو طاقت کی نشانی ہے ۔بہادری۔۔ہمت۔۔سب ہے تجھ میں۔۔۔"

"ہاں مجھے لگتا تھا کہ مجھے کبھی کوئی ہرا نہیں سکتا ڈرا نہیں سکتا۔کمزور نہیں کر سکتا میں تو حیدر پٹھان ہوں نا۔۔لیکن اب لگتا ہے ڈر خضرا سے۔۔میں کمزور محسوس کرتا ہوں جب میں خضرا کو خود سے دور رکھ کر سوچوں۔تو میں ڈر جاتا ہوں۔۔میں آج یا کل

بھائی کو۔۔

"نہیں! نہیں حیدر نہیں۔۔" محسن نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

"بھائی کو ابھی کچھ مت کہنا! میں بات کروں گا نا۔"

"نہیں میں خود کروں گا۔" حیدر نے کہا۔

"بڑا بھائی ہوں نا تیرا۔۔ہمیشہ تیری سنتا ہوں نا۔میری سن لے اس بار! بھائی نے کیا کہا تھا یاد ہے؟ محبت کے چکروں میں نہیں پڑنا؟ یاد ہے رمشاء کی دفعہ کتنا ہنگامہ کیا تھا اس نے۔۔پھر تو تو سب سے خاص ہے حیدر۔۔ مناسب وقت آنے دے۔" محسن نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

"بھائی مان جائے گا یار شادی ہی تو کرنی ہے۔کیا بھائی نے نہیں کی؟" حیدر نے کہا۔

"تو پاگل ہے کیا؟ تیرے بھیجے میں یہ بات کیوں نہیں بیٹھ رہی؟ وہ بھائی ہے۔استاد ہے گینگ کا لیڈر ہے۔اور تو اس کا اہم سپاہی۔۔وہ نہیں چاہے گا کہ تو اس کے گینگ اور علاقے کے علاوہ کچھ اور سوچے تیرا دھیان بٹے۔۔جب سے تیری زندگی میں خضرا آئی ہے تب سے وہ اسی کھوج میں لگا ہے کہ تیری توجہ بٹنے کی وجہ جان سکے۔" محسن

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پھٹ پڑا۔

"دماغ خراب ہے کیا سالے؟ بھائی ہے وہ میرا مجھے بچپن سے پالا ہے اس نے۔" حیدر نے غصیلے انداز میں کہا۔

"حیدر! حیدر میرے چیتے! جانتا ہوں بھائی ہے باپ بن کے پالا ہے۔ لیکن اس لیے کہ کل کو اس علاقے کو سنبھال سکے اس لیے نہیں کہ محبت کر کے شادی کرے گھر بسائے بیوی کی زمہ داریاں اٹھائے بچے پیدا کرے خاندان بنائے۔ سمجھا۔۔ میر داد بھی تو بچپن سے اس اڈے پہ رہا ہے۔۔ بھائی نے اس کو فری ہینڈ دیا؟ نہیں۔۔ مجھے دیا؟ نہیں۔ تجھے یہ سب اس لیے دیا ہے کہ تو اس علاقے کو سنبھالے۔۔ تجھے ہی یہ سب کرنا ہے۔ ہم لوگوں کو لڑکیوں سے دور رکھتا ہے تاکہ ہم کام زیادہ کریں اڈے پر رہیں تجھے اجازت ہے۔ اس لیے کہ وہ تجھے خوش مطمئن دیکھنا چاہتا ہے لیکن ایسی زندگی میں ہی۔۔۔ شادی شدہ گھر بسانے والی زندگی میں نہیں۔" محسن نے پرزور انداز میں کہا۔ حیدر خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"لیکن اس نے مجھے بچے کی طرح پالا ہے۔" حیدر نے ایک بار پھر کہا۔

"جانتا ہوں میں جان جانتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تجھ سے محبت نہیں کرتا بھائی،

یا تجھے بچوں کی طرح نہیں پالا لیکن اس انداز میں جائے گا تو قیامت ہی آئے گی تیرے

اوپر!" محسن نے کہا۔

حیدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں سمجھ گیا۔" حیدر بولا۔

"بہت شکریہ۔" محسن نے سکھ کی سانس لی۔

"چل اب تھوڑی دیر آرام کر لے پھر چلنا ہے ہمیں۔" محسن نے کہا۔ حیدر نے اثبات

میں سر ہلا یا اور آنکھیں موند لیں۔ آنکھیں بند کرتے ہی اس کی آنکھوں کے پردے پر

وہ چہرہ چھا گیا جس کو سوچتے ہی اس کی روح میں سرشاری پھیل جاتی تھی۔

****

صبح ہوتے ہی وہ لوگ لاہوت لامکاں کی جانب چل دیے۔ ایک گھنٹہ پیدل چلتے وہ

لوگ لاہوت لامکاں کے غار تک آئے ان دونوں نے دعا کی۔ حیدر نے غار کے

قریب بیٹھے ملنگ سے موتی والے دھاگے لے کر بدلے میں اسے کئی نوٹ تھمائے کچھ

دور آنے پر ایک اور زائر سے انگھوٹی خریدی۔ اس نے یہ انگوٹھی اور دھاگہ خضرا کے

لیے لیا تھا۔

"محسن! وہ شال ملتی تھی نا پہلے یہاں؟"حیدر بائیک کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"یہاں نہیں تھوڑا آگے چل کر آتی ہے مارکیٹ۔ لیکن تو مت لینا میں رمشاء کے نام سے لوں گا ورنہ بھائی کو شک ہو گا۔" محسن نے کہا۔

حیدر نے اثبات میں سر ہلایا اور بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔

****

"آرام سے چار دن بعد آتے نا سالوں!"نادر ان کو دیکھتے ہی سیخ پا ہوا۔

"معاف کر دو بھائی! دراصل چیتے کو لاہوت جانا تھا۔" محسن نے حیدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہیں؟ لاہوت پر چڑھ کر آئے ہو؟"اس نے حیرت سے حیدر کی جانب دیکھا۔

"ایسا کیا چاہیے جس کو مانگنے کے لیے لاہوتی بننے چلا گیا؟"نادر نے بظاہر لاپرواہی سے پوچھا تھا۔ حیدر نے محسن کی جانب دیکھا۔ محسن نے نادر کی جانب دیکھا۔ جو حیدر کو دیکھ رہا تھا۔

"ہزاروں خواہشیں ہوتی ہیں بھائی!" حیدر سادگی سے کہتا اپنا بیگ کھولنے لگا۔ نادر چپ چاپ حیدر کی جانب دیکھتا رہا۔ اس کے دل میں کچھ تھا جو نادر سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ حیدر ایک جانب بیٹھا اپنے بیگ سے سامان نکالتا رہا۔

"خیر پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے رات کو پہلی باری شروع ہو رہی ہے نگرانی کرتے رہنا۔" نادر نے حیدر کو حکم دیا۔ حیدر فقط سر ہلا کر رہ گیا۔

****

یہ ایک کھلا میدان تھا جس کے پچھلے حصے میں مزار کا احاطہ شروع ہوتا تھا۔ اس طرف گھنی جھاڑیاں اور گھنے پیڑ تھے۔ ایک جانب قطار میں دیگیں تیار ہو رہی تھیں۔ حیدر سر پر رومال باندھے ہاتھ پیٹھ پر باندھے کھڑا تھا۔ محسن کو اس نے قریبی بازار بھیجا ہوا تھا۔ آس پاس گینگ کے لڑکے ٹولیوں میں بٹے مذاق مستیوں میں مگن تھے۔ تمام لڑکے کم عمر تھے۔ سترہ اٹھارہ کی عمر میں ان کے ہاتھوں میں خطرناک ہتھیار تھے۔ معصومیت جانے کہاں کھو گئی تھی۔ وہ بچپن سے اسی ماحول میں تھے اس لیے ڈر مر چکا تھا۔ قریب کھڑے لڑکوں کے قہقہے بلند ہوتے تو حیدر فقط انھیں دیکھ کر رہ جاتا۔ آج کل وہ لوگ حیدر کے سامنے بھی مذاق مستی کرنے لگے تھے۔ یہی بات تھی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جس نے نادر کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا تھا۔وہ لڑکے جو حیدر کی موجودگی میں چوں تک کی آواز نہیں نکالتے تھے اب قہقہے لگائے پائے جاتے اور حیدر اپنے آپ میں کھویا رہتا تھا۔دفعتاً حیدر کا فون بجا اس نے چونک کر فون نکالا اور لب بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"پری! تم اس وقت؟"وہ خوشگوار حیرت میں گھر کر بولا۔

"جی ہاں آپ کی پری نے سوچا آج اپنے کھڑوس راجا کو سرپرائز دیا جائے۔آج آرہے ہیں نا؟"خضرا چہک کر بولی۔

"ن۔۔نہیں وہ دراصل پری۔۔

"وہاٹ پری؟ نہیں آرہے؟"وہ فوراً خفا ہوئی۔حیدر نے پریشان ہو کر پیشانی کو شہادت کی انگلی سے کھجایا۔

"میری بات تو سنو نا پری!"حیدر نے نرمی سے سمجھانا چاہا۔

"جی سنائیں؟کیا سنانا ہے؟"وہ تلخی سے بولی۔

"نہیں پہلے پیار سے بات کرو۔ایسے نہیں تمہیں اچھی طرح معلوم ہے مجھے کتنا برا لگتا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہے تمہارا ناراض ہونا۔" حیدر چڑ کر بولا۔ خضرا ذرا بھی سختی یا تلخی سے بات کرتی حیدر چڑنے لگتا تھا۔

"اچھا نا بتائیں کیا بات ہے اور آج آپ کیوں نہیں آرہے؟" خضرا نے پوچھا۔

"کام پورا نہیں ہوا نا۔" حیدر منہ بنا کر بولا۔

"بھئی!" وہ ناراضی سے اس لفظ کو کھینچ کر بولی۔ حیدر کے لب مسکرا دیے۔ یہ انداز ہی تو اس کا پسندیدہ تھا۔

"حیدر!" اس بار خضرا نے اس کے نام کو اسی طرح کھینچ کر ادا کیا۔

"ہاں حیدر کے جگر کے ٹکڑے بول!" وہ محبت سے بھرپور لہجے میں بولا۔ اس کے چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ تھی۔ کچھ دور ٹینٹ کے سائے میں کرسی پر بیٹھا نادر بغور حیدر کو دیکھ رہا تھا۔

دوسری طرف خضرا گنگ رہ گئی تھی چہرہ سرخ ہوا تھا لب مسکرا دیے تھے۔

"ہاں، بولو نا اب۔" حیدر نے پھر کہا۔

"بھئی میں بھول گئی کیا بات تھی۔" وہ بے چارگی سے بولی تو حیدر قہقہہ لگا کر ہنس

دیا۔اس کے یوں ہنسنے پر کچھ قریب کھڑے لڑکوں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔نادر نے جبڑا بھینچ کر کرسی کے ہتھے پر گرفت سخت کی۔

"بھئی نہ ہنسیں یاد آگیا مجھے۔وہ میں کہہ رہی تھی دو دن سے آپ کو دیکھا نہیں ہے بہت مس کر رہی ہوں۔"وہ منہ بسور کر لاڈ سے بولی۔

"کیا کر رہی ہو؟"حیدر نے جان بوجھ کر ان سنی کی۔

"مس کر رہی ہوں نا پک بھیجیں آج مجھے اپنی۔"خضرا نے فرمائش کی۔

"تصویر بھیجوں؟"حیدر نے پر سوچ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں نا!"خضرا نے وہی مخصوص انداز میں بات کو کھینچا۔حیدر پھر مسکرا دیا۔

"اچھا بھیجتا ہوں۔لیکن ابھی کال مت کاٹنا بات کرو۔"حیدر نے کہا۔

"نہیں ابھی پک بھیجیں۔امی کسی بھی وقت میرے کمرے میں چھاپا مار سکتی ہیں۔میں رات کو کال کروں گی نا۔"خضرا نے جلد بازی سے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔خیال رکھنا اپنا۔"

"آپ بھی۔"خضرا نے کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔حیدر نے جھٹ سے اپنی دو تین

تصویریں لے کر اسے بھیج دیں اگلے لمحے ہی جواب آ گیا تھا۔

"My cutie pie Haider. "

ساتھ ہی کئی دھڑکتے ہوئے دل بھیجے گئے۔ حیدر دلکشی سے مسکرا دیا۔ اس کا مزاج اچانک ہی خوشگوار ہو گیا تھا۔ کچھ دور ٹینٹ میں بیٹھا نادر ہنوز شکی نظروں سے حیدر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

****

"بھائی میں نے تو کسی سے بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا اسے، یا میرے سامنے نہیں کرتا ہو گا۔" محسن نے بمشکل لہجے کو معتدل رکھا۔

"میں کدھر سارا وقت ہوتا ہوں اس کے ساتھ؟ مجھے پورا یقین ہے کوئی چکر ہے خطرناک والا۔ شام کو میں نے دیکھا کسی سے بات کر رہا تھا۔"

"بھائی یہ کوئی نئی بات تو ہے نہیں۔" محسن نے کہا۔

"ابے سالے میرے کو بھی پتا ہے نئی بات نہیں ہے۔ لیکن جتنی اس کی زندگی ہے نا اتنا میرا تجربہ ہے سارے رنگ ڈھنگ جانتا ہوں سمجھتا ہوں۔ یہ سالی محبت ہوتی ہی کتی

چیز ہے برباد کر دیتی ہے۔اپنے چہیتے کو نہ ہو جائے۔۔جو بھی ہے وہ لڑکی پتا چلانا پڑے گا۔حیدر نے ابھی تک مجھے نہیں بتایا ورنہ میں خود نپٹ لیتا۔"نادر کے لہجے میں پریشانی صاف ظاہر تھی۔ محسن جھرجھری لے کر رہ گیا۔اسے دل ہی دل میں حیدر پر تاؤ بھی آیا تھا وہ بالکل ہی لاپرواہی برت رہا تھا۔جانے کیوں وہ اس معاملے کی سنگینی کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

نادر اپنی شال لپیٹ کر ٹینٹ سے نکل گیا۔ محسن وہیں کھڑا گہری سوچ میں گم تھا۔

****

بارہ بجنے میں چند منٹ باقی تھے۔حیدر کی نگاہ بار بار کلائی پر بندھی گھڑی پر بھٹکنے لگتی۔ عجیب سی بے چینی نے اس کے گرد گھیرا تنگ کیا ہوا تھا۔یہ روز کی صورتحال تھی۔ایک طرف تیز آواز میں قوالیاں بج رہی تھیں۔دوسری باری کی دیگیں قطار میں تیار ہو رہی تھیں۔ٹھنڈ بھی زوروں پر تھی۔کچھ لڑکے ایک طرف آگ جلائے ہاتھ سینکتے ہوئے چائے پی رہے تھے۔کچھ فاصلے پر کچھ لڑکے حقہ جلائے بیٹھے تھے۔حیدر سب سے الگ کھڑا تھا جہاں قوالیوں کی آواز کم آرہی تھی۔نادر بھی ایک طرف کرسی لگائے بیٹھا تھا۔ محسن بھی قریب کھڑا تھا۔

"دیکھ رہا ہے اس کی بے چینی۔" نادر نے داڑھی کھجاتے ہوئے محسن کی طرف دیکھا۔ محسن نے تھوک نگل کر اثبات میں گردن ہلائی۔

"میرا چیتا ہاتھ سے جائے اس سے پہلے ہی یہ قصہ ختم کرنا ہے۔" نادر کی آنکھوں میں عجیب سی بے چینی اتری تھی۔ محسن کچھ کہہ نہ سکا فقط پریشان نگاہوں سے گھاٹی کے آخری سرے پر کھڑے حیدر کو دیکھتا رہا۔ جو اپنا فون ہاتھ میں لیے اسی حصے میں ٹہل رہا تھا۔

"یاد ہے تیرے کو پچھلی دفعہ آئے تھے ہم، تب حیدر زیارت پر آئی لڑکیوں کو چھیڑتا ادھر ناچ گانا کر رہا تھا۔ دو ڈھائی مہینے ہو گئے اس نے شراب نہیں منگوائی۔ اڈے سے اپنے لیے مال بھی نہیں لے کر جا رہا۔" نادر کے لہجے میں آگ تھی۔

محسن نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پھر بھی تو بولتا ہے کہ میرا وہم ہے؟ دیکھ محسن مجھے بتا دے کون ہے وہ لڑکی؟" نادر نے گردن گھما کر محسن کو گھورا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں سفاکی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

"قسم میری ماں کی مجھے نہیں پتا۔" محسن فورا بولا۔

"سالے ماں کی قسم تو ایسے کھا رہا ہے جیسے ماں کی گود میں پل کر جوان ہوا ہے۔ماں کا پتا بھی ہے تیرے کو؟" نادر نے استہزائی انداز میں پوچھا۔ محسن کھسیا کر ہنس دیا۔

حیدر جو اتنی دیر سے بے چینی سے ٹہل رہا تھا دفعتا رکا۔اس کے چہرے پر عجب سی چمک آئی تھی۔اس کا فون بجا تھا۔اس نے ایک لمحہ رکے بغیر فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"حیدر!" خضرا کی پکار سنتے ہی حیدر کی رگ رگ میں سکون اترنے لگا۔وہ مسکرادیا۔

"حیدر کی پری! پتا ہے کب سے انتظار کر رہا ہوں تیرا میں۔" محبت سے کہتا وہ مسکرایا۔وہ جب زیادہ محبت سے بات کرتا تو "تو" کہہ کر مخاطب کرنے لگتا تھا۔

"سچ میں؟" خضرا کھلکھلائی۔

"ہاں سچ میں! جلدی فون کیوں نہیں کرتی۔" حیدر نے منہ بنا کر کہا۔

"ٹائم ہی نہیں ملتا۔" خضرا نے شرارت سے کہا۔

"کیا کہا؟ پٹنے والی نہیں کر۔۔" حیدر اس کی شرارت سمجھ کر ہنس دیا۔

"مزہ آرہا ہے وہاں کیسی جگہ ہے؟ ویسے ہے کہاں یہ جگہ؟ پک میں تو بہت زبردست

بیک گراونڈ آرہا تھا۔"خضرا بولی۔

"کوئی نہیں مزہ بالکل نہیں آرہا۔"حیدر نے صاف گوئی سے کہا۔جانے کیوں اس سے دور ہونے کا احساس کسی طور اسے چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ایک وقت تھا وہ پورا سال اس ماہ کا انتظار کرتا تھا۔یہ اس کی پسندیدہ جگہ تھی وہ کہیں نہیں جاتا تھا سوائے شاہ نورانی کے مزار کے۔۔وہ ہر سال عرس کا شدت سے انتظار کرتا تھا۔لیکن اس بار نہیں ۔۔سارا دھیان ساری سوچیں ہر پل خضرا کے گرد گھومتی رہتیں تھیں۔

"مزہ کیوں نہیں آرہا۔"خضرا نے پوچھا۔

"تم سے دور ہوں میں۔"حیدر منہ بنا کر بولا۔

"تو یہاں ہو کر کون سا آپ میرے ساتھ رہتے ہیں؟کہیں آپ کے ساتھ بھی میرے والا سین تو نہیں ہو رہا کہ یہی خیال سکون کے لیے کافی ہے کہ آپ اسی بلڈنگ میں رہ رہے ہیں آس پاس ہی ہیں۔"

"ہاں!"حیدر بے ساختہ بولا۔خضرا مسکرا دی۔

"اچھا ہے اور جائیں کام سے باہر!ہنہ مجھے پتا تھا مجھے مس کریں گے آپ۔وہاں تھوڑی

کوئی کھڑکی پر آپ کا انتظار کرتا ہو گا۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔ حیدر بے اختیار مسکرا دیا۔

"اوپر سے ہنس رہے ہیں ویسے نا بڑے ہی ڈھیٹ ہیں۔ اب بھی بول دیں کہ پیار نہیں کرتے آپ۔۔ بس اچھی لگتی ہوں میں ہے نا حیدر صاحب؟" خضرا طنزیہ انداز میں بولی۔

"ہاں میں تھوڑی کرتا ہوں پیار تم سے چوئی"!

"حیدر! خبردار چوئی کہا تو۔۔" خضرا فوراً چڑ گئی۔

"بولوں گا چوئی موئی!" حیدر مسکرایا۔ مسکراتے مسکراتے پلٹا تو اس کی نگاہ سیدھی سامنے بیٹھے نادر پر گئی جو سرد نگاہوں سے حیدر کی جانب دیکھ رہا تھا۔ حیدر پل بھر کو ٹھہر گیا۔

"حیدر!" اسی پل خضرا کی مسکراتی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ حیدر نادر پر نگاہ ڈالے بغیر اس جگہ سے ہٹتا اندھیرے والے حصے کی جانب چلا آیا۔

"حیدر!" خضرا نے پھر پکارا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہمم!"اس نے آہستگی سے کہا۔

"کیا ہوا آپ کو اچانک؟"خضرا نے اس کے لہجے کی بجھا ہوا انداز فوراً محسوس کرلیا۔

"کچھ نہیں پری! پریشان مت ہو۔"اس نے فوراً خود کو سنبھالا۔

"کوئی مسئلہ ہے؟"خضرا نے پوچھا۔

"نہیں میری جان تم بات کرو۔ کھانا کھایا ہے؟"حیدر نے نرمی سے پوچھا۔

"نہیں،امی سے کہا تھا مجھے کیک لا دیں۔ڈانٹ دیا انھوں نے مجھے۔میں نے بھی غصے میں کھانا نہیں کھایا۔"خضرا نروٹھے پن سے بولی۔

"پھر کہتی ہو حیدر ڈانٹتا ہے؟ہاں ڈانٹ والے کام کر رہی ہو نا پھر؟ بند کر دوں فون؟"حیدر غصے سے بولا۔

"حالت دیکھی ہے اپنی؟ کتنی کمزور ہو۔ کبھی تو بولا کرو کہ ہاں کھالیا ہے۔رکو ایک منٹ ہولڈ کرو!"حیدر نے کال کاٹے بغیر کان سے ہٹایا اور کسی کو میسج کرنے لگا۔ میسج کرنے کے بعد اس نے فون دوبارہ کان سے لگایا۔

"ہاں اب بولو۔"حیدر نے کہا۔

"کیا بولوں؟آئی لو یو کہہ دوں جواب دیں گے؟"خضرا نے چہکتے ہوئے کہا حیدر مسکرایا۔

"نہیں میں جواب نہیں دوں گا۔"حیدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھئی کیوں؟"وہی مخصوص انداز میں الفاظ کھینچنا۔حیدر کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"بھئی میری مرضی!"حیدر نے اس کی نقل اتاری۔

خضرا کھلکھلا کر ہنس دی۔

"بہت کیوٹ لگا۔پھر سے کریں۔"خضرا ہنستے ہوئے بولی۔

"جب میں کہتا ہوں پھر سے بولو بولتی ہو؟"حیدر کو اپنا بدلہ یاد آیا۔

"بھئی!بولیں نا۔"خضرا نے وہی مخصوص انداز اپنایا۔حیدر ہنس دیا۔

"پھر بولو"!

"اف بھئی!"خضرا چڑ چڑے انداز میں بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسی پل حیدر کے فون پر ایک اور کال آنے لگی۔ حیدر نے کان سے ہٹا کر نمبر دیکھا اور پھر فون کان سے لگا یا۔

"اچھا چلو بہت مستی ہو گئی باہر جا کر گیٹ کھولو مبشر آرہا ہے۔"

"ہیں کیوں؟" خضرا حیرت سے بولی۔

"فورامت کھولنا۔ کھڑکی پر جا کر دیکھو وہ آیا ہے۔" حیدر نے کہا۔ خضرا پلنگ سے اتر کر کھڑکی تک آئی۔ سترہ اٹھارہ سالہ لڑکا مبشر اکثر حیدر کے کہنے پر خضرا کے لیے آئسکریم کیک وغیرہ لایا کرتا تھا۔ ابھی بھی وہ اپنی بائیک سے اترتا دکھائی دیا۔

"کیا منگوایا ہے؟" خضرا نے پوچھا۔

"جو تم کھاتی ہو۔" حیدر نے کہا۔

"جب تک وہ واپس نہ چلا جائے تب تک گیٹ مت کھولنا۔"

"ارے ہاں ناپتا ہے بھئی۔" خضرا مسکرائی۔

"ٹھیک ہے کھانا کھاؤ شرافت سے۔۔ صبح کالج جانا ہے نا؟ سو جانا پیپر ہے نا تمہارا"

"بھئی بات نہیں کریں گے کیا؟ یاد ہے مجھے سب" خضرا رونکھی ہوئی۔

"نیند نہ آئے تو کال کر لینا پھر۔لیکن سونے کی کوشش کرنی ہے سمجھ آئی؟"حیدر جانتا تھا وہ تھوڑی دیر بعد کال کر کے کہے گی کہ نیند نہیں آرہی۔حیدر اسے اچھی طرح سمجھتا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ویسے میں دن میں سو گئی تھی۔"خضرا نے جتانا چاہا۔

"اچھا بابا کھانا کھالو پھر کال کر لینا انتظار کر رہا ہوں۔"حیدر نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا۔اور ٹینٹ کی جانب بڑھ گیا۔

****

"کس سے بات کر رہا تھا؟"نادر نے اسے ٹینٹ میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔

"دوست سے۔"حیدر نے محسن کی طرف دیکھا۔محسن کی آنکھوں میں خاموش التجا تھی۔

"کون سی دوست ؟دوستیں کب سے بنانا شروع کر دی؟کال گرلز پالتا تھا نا تو؟"نادر نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ کی۔حیدر کے لب بھینچ گئے۔

"یہ گھنٹوں کی کالیں؟یہ مسکراہٹیں؟ہنسی؟دیکھ چیتے۔۔ہمارے پاس دلشاد نگر ہے

سب سے بڑا سب سے مین علاقہ ۔۔اس پر راج کرنے کے لیے ہم کو طاقت چاہیے ۔دماغ چاہیے۔۔ تیرے پاس یہ دماغ ہے طاقت ہے۔۔سارے مل کر ہم کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔یہ علاقہ گیا ناہمارے ہاتھ سے نہ تو بچے گا نہ میں۔"نادر نے صاف سیدھی بات سامنے رکھی۔

"ایسی کیا قیامت آگئی ہے؟کس میں ہمت ہے ہمیں کمزور کرے؟ہم کمزور کب سے ہونے لگے؟کیسے؟کیوں؟کیسی بات کر رہے ہو بھائی؟بولا نادوست ہے بس!اب ضروری تو نہیں کہ ہر بات پر قیامت مچائی جائے۔"حیدر کی آواز بلند ہوئی۔یہ آزادی فقط اسے حاصل تھی۔وہ احتجاج کر سکتا تھا۔غصہ کر سکتا تھا۔اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتا تھا۔اور آج نادر کو لگ رہا تھا اسے اتنی آزادی دے کر غلطی کر بیٹھا ہے وہ۔

"قیامت اگر آئے گی نا چیتے۔۔لانے والا تو ہو گا یاد رکھ۔وقت ہے سنبھل جا۔اس دھندے میں دل کے معاملوں کا کوئی مول نہیں ۔۔"نادر پنچولی اس کا کندھا تھپتھپا کر ٹینٹ سے نکل گیا۔حیدر نے گردن گھما کر نادر کو جاتے ہوئے دیکھا۔

"بھائی ٹھیک کہہ رہا ہے۔خود کو سنبھال!تو حد سے جا رہا ہے۔لڑکی پاگل کر رہی ہے تیرے کو۔" محسن نے آہستگی سے کہا۔حیدر سر جھٹک کر رہ گیا اسی پل اس کا فون بجنے

لگا۔ خضرا کا فون تھا۔ حیدر خاموش نگاہوں سے بجتے فون کو دیکھتا رہا۔ اس نے فون نہیں اٹھایا۔ فون کئی دفعہ بج کر خاموش ہو گیا۔ حیدر وہیں بیٹھ گیا اور فون زمین پر رکھ دیا ۔ خود بھی زمین پر لیٹ گیا۔ آنکھیں موند لیں۔ دل اچانک ہی ہر چیز سے خفا ہو گیا تھا۔

****

اگلا دن حیدر کے لیے ایک بھاری سِل ثابت ہوا۔ رات کو خضرا کا فون نہ اٹھانے کے بعد وہ بے چینی سے صبح کا انتظار کرتا رہا۔ صبح ہوئی تو وہ باہر نکل آیا۔ سب جاگ رہے تھے۔ بے فکر، پر سکون تھے۔ ایک وہ تھا بے چین روح کی مانند یہاں سے وہاں ٹہلتا رہا۔ خدا خدا کرکے رات آئی تو وہ گھاٹی کے قریب بیٹھ کر اس کے فون کا انتظار کرنے لگا۔ بارہ بج کر گزر گیا۔ ایک بج گیا۔ حیدر کی بے چینی بڑھتی رہی۔ وہ جتنا بھی خفا ہو فون ضرور کرتی تھی۔ حیدر نے کچھ سوچتے ہوئے میسج لکھا۔ میسج دیکھ لیا گیا تھا لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ حیدر مزید پریشان ہوا اور فون کرنے لگا۔ چند گھنٹیوں بعد فون اٹھا لیا گیا۔ آج اس نے چہکتے ہوئے اسے پکارا نہیں۔ حیدر کا دل بجھ گیا۔

"پری! بہت ناراض ہو کیا کال تک نہیں کی؟ نام تک نہیں لیا۔" حیدر نے شکوہ کیا۔

"ناراض نہیں ہوں آپ سے۔" وہ آہستگی سے بولی۔ اس کا لہجہ مرجھایا ہوا تھا۔

"پھر کیا ہوا اداس کیوں ہو؟" حیدر پریشانی سے بولا۔

"ک۔۔کچھ نہیں۔۔"اس کا لہجہ بھرا گیا۔

"پری! میری جان کیا ہوا؟ بتاؤ مجھے؟"اس نے نرمی و محبت سے پوچھا۔

خضرا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔حیدر کا دل رک گیا۔دھڑکنا بھول گیا۔اسے لگا کسی نے اس کا دل نچوڑ کر رکھ دیا ہو۔

"پری! کیا ہوا۔۔رونا بند کرو بتاؤ مجھے۔۔پری! میری جان کیا ہوا؟"حیدر بے چینی سے بولا۔اسے اس کا رونا تکلیف دے رہا تھا۔وہ اس کے رونے پر مچل اٹھا تھا۔خضرا نے فون بند کر دیا۔

"کہیں اسے میری حقیقت۔۔"حیدر جان سے لرز اٹھا۔اس نے دوبارہ فون ملایا۔لیکن فون بند ہو چکا تھا۔حیدر بے چینی سے ٹہلتا بار بار فون ملاتا رہا جو مسلسل بند جا رہا تھا۔دفعتاً حیدر کو ایک خیال آیا اس نے پریہہ کا نمبر ملایا۔جو فوراً ہی اٹھا لیا گیا۔

"حیدر بھائی؟ آپ اس وقت خیریت؟"پریہہ کے لہجے میں بھی پہلے سی گرمجوشی منقود تھی۔

"پری کو کیا ہوا ہے؟" حیدر نے چھوٹتے ہی سوال کر ڈالا۔

"آپ سے بات ہوئی ہے اس کی؟"

"ہاں رو رہی تھی۔ کیا ہوا ہے اسے؟ بتاؤ مجھے۔" حیدر بے چینی سے بولا۔

"وہ۔۔حیدر بھائی۔۔" پریبہ نے بتانا شروع کیا۔ جیسے جیسے حیدر سنتا گیا اس کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہوتی گئیں۔ فون بند کرتے ہی وہ تیز قدموں سے چلتا ٹینٹ تک آیا۔ اس کا چہرہ خطرناک حد تک سپاٹ تھا۔ اس کی آنکھیں خون چھلکانے کو بے تاب تھیں۔ اس نے جھک کر اپنا بیگ اٹھایا۔ پیٹرول کا کین لیے ٹینٹ سے نکلنے لگا۔ سب دیگوں کی طرف کھڑے تھے۔ اسے وہاں سے جاتے کسی نے نہیں دیکھا۔ اس نے بیگ پیٹھ پر ڈال کر بائیک کو پیٹرول سے بھرا اور کین کو بائیک کی پشت پر باندھ کر بائیک پر سوار ہو گیا۔

****

خضرا پلنگ پر سر لپیٹے لیٹی تھی۔ اس کی آنکھیں اور گال رونے کے باعث سرخ ہو رہی تھیں۔ دل تھا کہ رونے کو مچل رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا ہر چیز تہس نہس کر دے

لیکن اس کے بس میں کیا تھا؟ وہ کیا کر سکتی تھی؟ ایک بے بس ولاچار لڑکی تھی۔ اس کی عزت پر ہاتھ ڈالنا اتنا آسان تھا کیا؟ اس کا دل یک دم اس دنیا سے بری طرح اچاٹ ہو گیا تھا۔ درس وتدریس جیسے مقدس پیشے سے وابستہ ہو کر بھی انسان اتنا گھٹیا ہو سکتا ہے۔ وہ بات یاد کرتے ہی خضرا پھر رونے لگی۔ اس نے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا سوائے پریبہ کے۔ وہ اور کسی کو بتا نہیں پائی تھی۔ حیدر کو بھی نہیں۔۔ کیسے بتاتی؟ کیا بتاتی؟

اس کی آنکھوں سے تیزی سے آنسو بہے رہے تھے۔ وہ سسک رہی تھی۔ بری طرح ہڑک رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

صبح ہونے کو آئی تھی۔ نادر پنچولی غصے میں بھرا یہاں سے وہاں ٹہل رہا تھا۔ نادر جو ہر وقت حیدر کو اپنے آس پاس دیکھنا پسند کرتا تھا۔ اسے کچھ دیر بعد ہی اس کی غیر موجودگی کا احساس ہو گیا اس نے آس پاس دیکھا اور پھر لڑکوں اس کی تلاش میں دوڑایا۔ اس کی بائیک بیگ اور پیٹرول سب غائب تھا۔ محسن نے کئی دفعہ اس کا فون ملانے کی کوشش کی تھی لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس نے فون نہیں اٹھایا تھا۔

"چلو سب تیاری پکڑو۔ نکلنے کی کرو۔" نادر نے گرج دار آواز میں سب کو حکم دیا۔

"لیکن بھائی دو دن باقی۔۔

"کہا نا بس! چلو۔۔۔مزار کے لوگوں کو دے دو سب۔۔باقی کا وہ کریں گے۔۔گاڑیاں تیار کرو سامان باندھو سب!"نادر پنچولی بے حد غصے میں تھا۔محسن کا دل بری طرح لرزنے لگا۔اس کی چھٹی حس اسے خبردار کر رہی تھی۔کچھ ہونے والا تھا لیکن کیا؟

****

پانچ گھنٹے کا سفر تین گھنٹے میں طے کر تا وہ کراچی پہنچا تو سب سے پہلے اڈے میں داخل ہوا۔گینگ کے لڑکے اچانک اسے یہاں دیکھ کر چونک گئے تھے۔

"راجو،باصد،خلیل،ملاّ،رب نواز،چلو میرے ساتھ۔۔"حیدر ان کو حکم دیتا اندرونی حصے کی جانب بڑھا۔واپس آیا تو ہاتھ میں ایکسٹرا میگزین تھی۔اپنی پسٹلز جینز میں اڑس کر سیاہ رومال اس نے چہرے کر گرد باندھ لیا۔

"بھائی! کدھر؟"سب اپنی اپنی بندوقیں سنبھالنے لگے۔

"میرے ساتھ آؤ۔"وہ سرد لہجے میں کہتا باہر کی جانب بڑھا باقی لڑکے بھی تیزی سے اس کے پیچھے لپکے تھے۔

****

صبح کے آٹھ بجے تھے۔کالج کا گیٹ کھل چکا تھا۔وہ سب باہر اپنی بائیکوں پر تیار بیٹھے تھے۔حیدر بھی اپنی بائیک پر بیٹھا غصیلی نگاہوں سے کالج کے گیٹ پر کھڑے گارڈ کو گھور رہا تھا۔آدھا گھنٹہ وہیں کھڑے رہنے کے بعد حیدر نے لڑکوں کو اشارہ کیا۔وہ سب اپنی بائیک اسٹارٹ کرنے لگے۔حیدر نے بائیک آگے بڑھائی اور وہ سب ایک ایک کرتے کالج کے گیٹ سے اندر داخل ہوتے گئے۔کالج کے بوڑھے سیکیورٹی گارڈ نے روکنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔وہ تیزی سے بائیک دوڑاتے کالج گراؤنڈ کے وسط میں آکر کھڑے ہوئے۔حیدر نے ہاتھ بائیک کے ہارن پر رکھا تو ہٹانا بھول گیا اس کی دیکھا دیکھی باقی لڑکوں نے بھی یہی کیا۔اگلے لمحے ہی کالج کی کلاسوں سے لڑکیاں نکل کر باہر آنے لگیں۔ہر طرف سے لوگ امڈ امڈ کر آرہے تھے۔اساتذہ پرنسپل سمیت کئی لوگ وہاں جمع ہو چکے تھے۔

"پروفیسر راشد کون ہے؟" حیدر نے وہاں کسی کو مخاطب کیے بغیر بلند آواز میں کہا۔کہیں سے ایک اڈھیر عمر پروفیسر نکل کر سامنے آیا۔

"میں ہوں۔کیا ہوا؟ کیا مسئلہ ہے؟ اور یہ کیا طریقہ ہے؟ یوں اندر گھسنے کا؟" وہ درشتی

سے کہتے آگے آئے۔حیدر نے قہر آلود نگاہوں سے ان کی جانب دیکھااور بائیک سے جست لگائی۔اس کے یوں کرنے پر پروفیسر سہم کر پیچھے ہوا تھا۔اس سے قبل کہ کوئی انھیں بچانے آتا باقی لڑکوں نے اپنی بندوقیں نکال کر سب کو خبردار کیا۔حیدر نے پروفیسر کی گردن دبوچ لی۔

"کیوں بھئی؟ تیرے کو بغیر کپڑوں کی تصویریں دیں تب تو پاس کرے گا؟"حیدر کی سرد برفیلی آواز پر پروفیسر کو اندر تک اترتی محسوس ہوئی۔

وہاں کھڑے طالب علم اور باقی لوگ ویڈیو بنانے لگے تھے۔

حیدر نے اپنی گرفت مزید سخت کی۔اس کی قہر آلود نگاہیں پروفیسر کے چہرے پر تھیں۔اس کے کانوں میں خضرا کی سسکیاں گونجی۔

"ہاہ۔۔۔۔"حیدر نے چلاتے ہوئے ایک زوردار مکا پروفیسر کی ناک پر رسید کیا۔

"سالے تیرے کو تصویر چاہیے؟ بغیر کپڑوں کی تصویر ہاں؟"حیدر اس پر پل پڑا۔۔پروفیسر کی اپنے بچاؤ کرنے کی کوشش میں حیدر کے چہرے پر بندھا رومال کھل کر زمین پر گر گیا۔وہ بے دریغ اس پر مکے اور تھپڑ برساتا رہا۔جو قریب آنے کی کوشش

کرتا باقی لڑکے اسے گن دکھا پر پیچھے ہونے کا اشارہ کرتے۔حیدر اس بری طرح پیٹ کر پیچھے ہٹا۔

"چل اٹھ!" حیدر جوں ہی اپنی جگہ پر اٹھا۔ہجوم کے بیچ میں کہیں کھڑی پریبہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی۔اس کے لبوں سے بے آواز حیدر ادا ہوا۔

"تیرے کو بہت شوق ہے کپڑے اتروانے کا؟" حیدر نے ان کی شرٹ دبوچ کر ایک اور مکا رسید کیا۔

"چل اب تو اپنے کپڑے اتار!" حیدر نے اپنی گن نکال کر ان پر تان لی۔

"مجھے معاف کر دو۔معاف کر دو پلیز!" وہ پروفیسر رونے لگے۔

"چل اوئے زیادہ بات نہیں۔۔کپڑے اتار نہیں تو ساری گولیاں بھیجے میں اتار دوں گا چل جلدی کر میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے۔" حیدر غرایا۔

پریبہ پھٹی نگاہوں سے حیدر کی جانب دیکھ رہی تھی۔

پروفیسر روتے ہوئے اپنے کپڑے اتارنے لگا۔لڑکیوں نے اپنے چہرے گھما لیے کچھ ابھی بھی ویڈیوز بنانے میں لگے تھے۔

پروفیسر کپڑے اتار کر سر جھکائے رونے لگے۔

"چل اب بھاگ! جلدی بھاگ۔۔شاباش!" حیدر نے لات مارتے ہوئے اسے دھکیلا۔

"جلدی بھاگ نہیں تو گولی چلے گی یہی بھیجا کھلا پڑا ہوگا۔۔" حیدر نے غراتے ہوئے کہا۔پروفیسر بھاگنے لگے۔کئی منٹ تک انھیں گراونڈ میں دوڑانے کے بعد حیدر نے پھر پکڑ کر مزید مکے رسید کیے اور زوردار انداز میں انھیں زمین پر پٹخ کر اپنی بائیک کی جانب بڑھنے لگا۔باقی لڑکے بھی گن کے اشاروں سے لوگوں کو پیچھے دھکیلتے اپنی موٹر سائیکلوں کی جانب بڑھنے لگے۔اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے کالج کا گیٹ پار کر گئے۔کالج میں سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔کسی کو سمجھ ہی نہ آئی کہ ان پندرہ منٹ میں کیا ہوا کیسے ہوا۔سب اپنی اپنی جگہ دنگ کھڑے تھے۔ان سب میں جو سب سے زیادہ حیران تھا وہ پریہ تھی۔جس کا منہ حیرت و صدمے سے کھلا رہ گیا تھا۔

****

"ہوا کیا ہے؟"خضرا نا سمجھی سے بولی۔

"پلیز ناجو کہہ رہی ہوں کر ٹی وی آن کر کے نیوز،چینل لگا۔"پر یہ روہانسی ہو کر بولی۔خضرا پریشان ہوتی کمرے سے نکل کر آئی اور ٹی وی آن کرنے لگی۔

"حیدر پٹھان نامی گینگسٹر نے ساتھیوں سمیت گرلز کالج میں گھس کر غنڈہ کردی کی ویڈیو وائرل ہو گئی۔چھ سے آٹھ گینگسٹر موٹر سائیکلوں سمیت کالج میں گھسے گئے۔ویڈیو میں نظر آنے والا مرکزی کردار حیدر پٹھان نامی لڑکا ہے جو کہ پنچولی گینگ کا اہم کمانڈر رہے۔"

خضرا کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔سر میں درد کی شدید لہر اٹھی۔وہ سر پکڑے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

"حیدر پٹھان جس کی عمر چوبیس سال ہے۔اس پر ستائس قتل کے الزامات ہیں یہ چھ سالوں سے پولیس کو مطلوب ہے۔راشد کاکا کو بے دردی سے قتل کرنے کے بعد حکومت نے اس کے سر کی قیمت پچاس لاکھ مقرر کی تھی۔کالج کے پروفیسر کو شدید تشدد کے بعد برہنہ کر کے کالج میں چکر لگوائے گئے۔پروفیسر سارا وقت معافیاں مانگتے رہے لیکن ایک نہ سنی گئی۔یہ واقعہ آج صبح کراچی کے گرلز کالج میں پیش آیا

ہے۔۔بہت بڑی خبر۔۔

خضرامزید کچھ سن نہ سکی اور چکرا کر زمین پر گرگئی۔

****

نادر پنچولی انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔اڈے کا ماحول اس قدر گرم تھا کہ کسی کی سوچ ۔۔وقفے وقفے سے گالیاں بکتا اس کا بس نہیں چل رہا تھا حیدر کو بری طرح پیٹ ڈالے۔

"بلاؤ اس کو!ابھی تک آیا کیوں نہیں وہ؟"دفعتاً اس کی گرج دار آواز اڈے کے در و دیوار سے ٹکرائی۔

ایک جانب وہ سات لڑکے سر جھکائے کھڑے تھے جن کے ساتھ حیدر کالج میں داخل ہوا تھا۔

"بھائی فون نہیں اٹھا رہا۔"محسن نے ڈرتے ڈرتے کہا۔"

"جا پیچھے جا اس کے بلا کر لا اسے۔۔"وہ غصے کی شدت سے سرخ ہوا پڑا تھا۔

"فون پہ فون آرہے ہیں مجھے۔۔اس نے اپنا چہرہ ظاہر کر دیا سارے زمانے میں۔۔اب

سب کو معلوم ہے کہ یہ چیکو چوبیس سال کا لڑکا ہے۔۔"وہ غراتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا اور زوردار لات میز پر رسید کی۔دفعتاً اُس کا فون بجنے لگا۔

"ہاں بول"!

"میں میر مراد۔۔

"آگے بول!"وہ سرد مہری سے بولا۔

"دیکھو ہم جانتے ہیں وہ لڑکا تمہارے لیے کتنا اہم ہے۔ہم سب ٹھیک کر دیں گے۔بس ایک دو دن کے لیے اسے کسٹڈی۔۔

"ابے بولا نا ایک بار چیتا نہیں دوں گا میں۔۔ایک دن کیا ایک منٹ کے لیے بھی اس کی گرفتاری نہیں دوں گا۔"

"دیکھو معاملہ بڑھتا جا رہا ہے۔از خود نوٹس لیے جانے کا امکان ہے۔پروفیسر کو بری طرح پیٹا ہے تمہارے کمانڈر نے۔۔ہم پر پریشر ہے سمجھنے کی کوشش کرو۔۔چند دن کی بات ہے معاملہ ٹھنڈا ہوتے ہی ہم اسے چھوڑ دیں گے۔"حکومتی پارٹی کے ایک اہم رکن کی طرف سے یہ فون کیا گیا تھا۔ایسی ہی اہم شخصیات نادر کو صبح سے فون کر رہی

تھیں۔جو اس کی معاونت کے طلبگار تھے لیکن نادر کسی صورت حیدر کو پولیس کے حوالے کرنے کا حامی نہیں تھا۔بات یہ نہیں تھی کہ وہ اسے چھڑا نہیں سکتا تھا۔بات یہ تھی کہ وہ دشمنوں پر دھاک بٹھائے رکھنا چاہتا تھا کہ وہ جان لیں۔حیدر اور وہ ہر عمل پر آزاد ہیں ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔حکومتی پارٹی کی سپورٹ انھیں حاصل تھی۔قبضہ مافیا، بھتہ مافیا،ڈرگ مافیا سب کا نوے فیصد کمانڈ پنچولی گینگ کے ہاتھ میں تھا۔حکومتی پارٹی کے بڑے اہم لوگ نادر سے کمیشن لے رہے تھے۔ان کے زریعے دشمنوں کو ختم کروا رہے تھے۔کئی اہم سیاسی اور صحافی شخصیات کا قتل ان کے زریعے کروایا جاتا تھا۔

"دیکھ بھئی! تمہارے اوپر پہاڑ بھی آ گرے میں اپنا لڑکا نہیں دوں گا۔اگر وہ کالج کو بم سے بھی اڑا دیتا میں تب بھی اسے نہ دیتا۔ہاں باقی کے لڑکوں کو ایک آدھ ہفتے کے لیے رکھ لو۔۔لیکن یاد رہے صرف ایک آدھ ہفتہ! پریس میں کہہ دو حیدر فرار ہو چکا ہے۔"نادر نے اپنی بات ختم کرتے ہی فون بند کر دیا۔

"چیتا ابھی تک نہیں آیا؟"اس نے فون ایک طرف رکھتے قریب کھڑے لڑکے کو مخاطب کیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"نہیں استاد!"لڑکے نے مری مری آواز میں کہا۔

دفعتاً اُس کا فون دوبارہ بجنے لگا۔

"ایس پی غلام رسول بول رہا ہوں۔"دوسری طرف سے آواز آئی۔

"بول!"نادر نے لاپرواِئی سے کہا۔

"میر مراد صاحب نے کہا لڑکوں کی گرفتاری دینے کو تیار ہیں آپ!"وہ بولا۔

"ہاں آجا تو اڈے پر۔۔اور سن زیادہ ہوشیاری دکھانے کی نہیں سمجھا۔۔"

"جی جی جناب فکر ہی نہ کریں۔"پولیس آفسر فوراً خوشامدی لہجے میں بولا۔نادر نے فون بند کر دیا۔

لڑکے خاموشی سے سر جھکائے کھڑے تھے۔ان کی گرفتاری بھی ان کی اپنی مرضی سے کی جاتی تھی۔اکثر ایسا ہوتا تھا۔

****

خضرا پلنگ پر آنکھیں موندے لیٹی ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔رابعہ خاتون فکر مند سی اس کے قریب بیٹھی تھیں۔اس کا چہرہ سرخ تھا۔وہ بخار میں بری طرح تپ رہی

تھی۔ وہ دوپہر سے بے ہوش پڑی تھی۔ شام آنے کو آئی تھی لیکن آنکھیں کھولنا دور اس نے پلکوں کو جنبش تک نہ دی تھی۔ رابعہ خاتون کئی بار ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھ چکی تھیں۔ کسی خیال کے تحت وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چادر اوڑھتی باہر کی جانب بڑھنے لگیں۔ ابھی وہ گیٹ سے نکلی ہی تھیں جب حیدر اور محسن سیڑھیاں اترتے نظر آئے۔

"حیدر بیٹا!" رابعہ خاتون نے فوراً اسے پکارا۔

حیدر کا دل رکا۔ محسن پر متوحش نگاہ ڈالتا وہ پلٹا۔

"معاف کرنا بیٹا تمہیں تکلیف دے رہی ہوں۔ دراصل خضرا کو صبح سے بہت تیز بخار ہے آنکھیں ہی نہیں کھول رہی ہے۔ قریبی کلینک سے کسی ڈاکٹر کو بلا لاؤ گے؟"

حیدر کی رنگت زرد پڑنے لگی۔ وہ تیزی سے رابعہ خاتون کی جانب آیا۔ محسن تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔

"کک۔ کیا ہوا ہے؟ زیادہ بیمار ہے کیا وہ؟" حیدر کی آنکھوں میں بے چینی اور لہجے میں لڑکھڑاہٹ صاف ظاہر تھی۔

"بس بیٹا صبح سے آنکھیں ہی نہیں کھولیں۔ بخار بہت تیز ہے۔ مہربانی ہو گی ذرا۔۔"

وہ تیزی سے سر اثبات میں ہلاتا بھاگتے قدموں سے سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگا۔ محسن بھی تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔

"بھائی کے پاس چل۔۔بہت غصے۔۔"

"میری پری۔۔۔

"تیری پری نے ہم سب کی جان نکال کے رکھ دی ہے خدا کو مان حیدر ترس کھا خود پر!" محسن نے بلند آواز میں کہتے ہاتھ جوڑے۔ حیدر نے سرخ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جا تو بول دے بھائی کو آرہا ہوں میں۔۔" حیدر لاپرواوئی سے کہتا اپنی بائیک پر سوار ہوا اور بائیک تیزی سے بھگا لے گیا۔ محسن سر پیٹ کر رہ گیا۔

****

حیدر ڈاکٹر کو بائیک کی پشت پر بٹھائے اپنے ساتھ لا یا اور تیزی سے دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ڈاکٹر بھی تیزی سے اس کے پیچھے لپکا تھا۔ خضرا کے فلیٹ کے باہر آکر حیدر رک گیا اور لرزتے ہاتھوں سے گیٹ بجایا۔ اگلے پل ہی گیٹ کھل گیا۔ رابعہ

خاتون ڈاکٹر کو ساتھ لیے اندر کی جانب بڑھ گئیں۔حیدر کچھ پل وہیں کھڑا رہا۔پھر جھجھکتا اندر داخل ہوا۔اور مرے مرے قدموں سے چلتا خضرا کے کمرے کی جانب بڑھا۔گیٹ کے قریب آ کر وہ رک گیا۔اس کی نگاہ سیدھا سامنے پلنگ پر ہوش حواس سے بیگانہ خضرا پر پڑی۔اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار چھانے لگے۔دل میں درد کی شدید لہر اٹھی۔

"کیا وہ جان گئی؟"اس کے دل میں سوال اٹھا۔وہ کئی لمحے یک ٹک اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔پھر الٹے قدموں پلٹ گیا۔

سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کے چہرے پر افسوس اور افسردگی کی گہری پر چھائیاں تھیں۔وہ مرے مرے قدموں سے اترتا اپنی بائیک تک آیا۔اور ایک آخری نگاہ خضرا کی کھڑکی پر ڈالی۔جانے کیوں اس کا دل آج بے حد خاموش تھا۔بالکل چپ گہری پر سکوت چپ !

****

"آؤ آؤ حیدر صاحب آپ کا ہی انتظار تھا۔"اس کے اندر داخل ہوتے ہی نادر نے طنزیہ انداز میں کہا۔اڈے میں اس وقت گینگ کے تمام لڑکے موجود تھے۔اڈے کے باہر

دور دور تک رش تھا۔وہ راستے سے آتے ہوئے علاقہ مکینوں کے چہروں پر وہ تاثرات دیکھ چکا تھا۔وہ سب اسے دیکھ کر چونکنے ہوئے تھے۔لیکن اسے کسی کی پروانہیں تھی۔نادر غصیلی قہرآلود نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔حیدر خاموش تھا۔ماتھے پر ان گنت بل تھے۔آنکھیں سرخ تھیں۔چہرہ بھی سرخ ہورہا تھا۔کنپٹی کی رگیں بھینچی ہوئی تھیں۔

"بول! یہ کیا تھا؟"نادر کی درشت آواز اڈے میں گونجی۔

حیدر چپ چاپ کھڑا نادر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔نادر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھا اور اس کا گریبان پکڑ کر اسے جھٹکا دیا۔حیدر نے نرمی سے اپنا گریبان چھڑایا۔

"کیا تھا یہ سالے؟ہاں۔۔بول؟کیا تھا؟"وہ پھر چلایا۔

"سالے سارے زمانے میں اپنی شکل دکھادی دیکھ لو میں گھبرو جوان ہوں۔حیدر پٹھان ہوں۔کپڑے اترواتا ہوں بابو لوگوں کے؟پنچولی گینگ کا کمانڈر خود اٹھ کے جاتا ہے لوگوں کے کپڑے اترواتا ہے؟کیا آگ تھی تیرے اندر ہیں؟کس کے پیچھے باؤلا کتا بنا پھر رہا ہے؟کون ہے وہ طوائف۔۔

"استاد!" حیدر کی آواز بلند ہوتی غراہٹ میں تبدیل ہوئی۔اس کی آنکھیں غصے کی شدت سے پھیلیں وہ بے اختیار طیش زدہ ہو کر نادر کی جانب بڑھا۔ محسن جھٹکے سے سامنے آیا اور حیدر کو پیچھے دھکیلا۔

"پاگل ہو گیا ہے؟" محسن نے کپکپاتے لہجے میں اسے شانت کرنا چاہا۔

نادر کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ حیرت کی شدت سے وہ دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔ تمام لڑکوں کو سانپ سونگھ گیا۔حیدر کے انداز میں بغاوت تھی۔ جس نے وہاں موجود ہر ایک کو لرزا دیا تھا۔

"ایک لڑکی کے پیچھے بھائی آج استاد ہو گیا۔" نادر کے لہجے میں اچانک ہی ایک درد اٹھا۔حیدر نے سر جھکا لیا۔

"معاف کر دو!" وہ پیشمانی سے بولا۔

نادر نے اس کا فوراً نادم ہونا پر سکون کر گیا۔پوری طرح ہاتھ سے نہیں نکلا تھا۔اسی کے پاس تھا۔دل کو سکون آیا لیکن بظاہر وہ قہر آلود نگاہوں سے اسے گھورتا رہا۔

"عزت پر بات آگئی تھی۔" حیدر بولا۔

"عزت؟ تیری عزت؟ وہ تیری عزت بن گئی؟ کون ہے وہ خوش بخت جس کے لیے یہ پتھر موم ہو رہا ہے اپنی قیمت بھول رہا ہے۔اپنی طاقت بھول رہا ہے۔ تو حیدر پٹھان ہے۔ دلشاد نگر کا وارث ہے۔ تیری اوقات بہت اوپر ہے چیتے۔۔یوں سڑک پر نہ رول!" نادر غراتے ہوئے بولا۔

"کیا تو نہیں جانتا کل کو یہ علاقہ تیرے کو سنبھالنا ہے؟"

"معلوم ہے۔" حیدر آہستگی سے بولا۔

"ابھی شروعات ہے پیچھے ہٹ جا۔میں کہہ رہا ہوں میں تیرے کو اس عشق و عاشقی کے چکر میں نہیں جانے دوں گا۔ تیرے پر میری محنت ہے۔تو میرا سارا اثاثہ ہے۔" نادر نے کہا۔

حیدر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"دور رہ اس لڑکی سے چیتے۔۔دنیا کیا بولے گی؟ ایک لڑکی کے لیے اپنا علاقہ چھوڑ دیا؟ کیا بول رہا ہوں؟"

"ہاں، سمجھ گیا۔" حیدر نے سر جھکا کر اثبات میں ہلایا۔

"نام کیا ہے؟"

"نام نہیں بتاؤں گا۔" حیدر نے جھکا ہوا سر نفی میں ہلا دیا۔

"سالے پھر؟ تو لڑکی کے لیے میرے آگے زبان چلائے گا؟ بتا کون ہے کہاں رہتی ہے؟"

"بھائی نہیں بتاؤں گا میں!" حیدر نے قطعیت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

نادر کا غصے سے خون کھول اٹھا۔اس نے میز پر رکھی گن اٹھا کر اس کے کندھے کا نشانہ باندھا اور گولی چلا دی۔ گولی حیدر کا کندھا چھوتے ہوئے گزر گئی۔ لڑکوں کو ایسی سزائیں دینا یہاں عام تھا۔ان کی غلطیوں پر ایسے ہی ہاتھ پیروں پر گولیاں چلا کر لیڈر سزائے دیتے تھے۔

حیدر نے کراہتے ہوئے اپنا کندھا تھاما۔اور بے یقین نگاہوں سے نادر کو دیکھا۔ باقی تمام لڑکے بھی حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ حیدر کو ملنے والی یہ پہلی سزا تھی۔ لیکن نادر جانتا تھا یہ بہت ضروری تھا۔

"بتا کون ہے وہ؟" وہ غرایا۔

"سینے میں اتار دو گولی۔۔ نہیں بتاؤں گا۔" وہ اب کے ضدی انداز میں بولا۔نادر نے جبڑے بھینچ کر اس کو گھورا۔اسی پل اڈے کا مرکزی گیٹ بجا۔

ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر گیٹ کھولا۔

ایس پی اپنے پولیس کی وردی میں ملبوس اپنے ساتھ کئی سپائی لیے اندر داخل ہوئے۔

"یہ کھڑے ہیں ساتوں۔۔"نادر نے ایک طرف سر جھکائے کھڑے لڑکوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ایک کھروچ تک نہیں آنی چاہیے کسی کو بھی! سمجھ گیا۔"نادر نے سرد مہری سے کہا۔

ایس پی خاموش نگاہوں سے حیدر کو دیکھنے لگا۔

"یہ حیدر پٹھان ہے نا؟"ایس پی نے نادر کی جانب دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں ہے تو؟ لڑکی کا رشتہ دینا ہے تیرے کو؟ چل کام کر اپنا۔۔لے کے جا ان کو۔"نادر نے اسے بری طرح جھڑک دیا۔

ایس پی خاموشی سے ان کی جانب دیکھتا باہر نکل گیا۔حیدر بھی اپنا کندھا تھامے باہر کی جانب بڑھنے لگا۔باہر پولیس کی گاڑی میں وہ سب سوار ہو رہے تھے۔ایس پی وین کے

باہر کھڑا حیدر کو دیکھ رہا تھا۔حیدر ان پر نگاہ ڈالے بغیر اپنی بائیک اسٹارٹ کی اور وہاں

سے چلا گیا۔

****** تھے۔

*****

ڈاکٹر اسے انجکشن اور دوائی دے کر جا چکا تھا۔رابعہ خاتون اس قدر فکرمند تھیں کہ

انھیں حیدر کے جانے کی خبر ہی نہ ہوئی انھیں تو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ اندر داخل

ہو کر خاموشی سے اسے نگاہوں میں بھر کر جا چکا تھا۔

دفعتاً خضرا کی پلکوں میں جنبش ہوئی۔

"گ۔۔گینگ۔۔ح۔۔د۔۔د۔۔در۔۔گی۔۔گین۔۔گ۔۔"وہ زیر لب بڑبڑاتی

۔تکلیف سے سر پٹخنے لگی۔اس کے سر میں پھر درد اٹھا تھا۔

"امی!..."اس نے دلخراش چیخ ماری اور پلنگ پر اٹھ بیٹھی۔۔

"حیدر پٹھان نامی گینگسٹر۔۔۔"

"امی!امی!۔۔نہیں۔۔امی!..."وہ ہسٹریائی انداز میں چیختی پلنگ سے اترتے ہی زمین

پر گر پڑی۔

رابعہ خاتون دوڑتی ہوئیں اندر داخل ہوئیں۔

"خضرا!" اسے اس طرح زمین پر پڑے بری طرح روتا دیکھ وہ بری طرح ڈر گئیں۔

"کیا ہوا میری بچی! خضرا۔۔" انھوں نے اسے اٹھا کر سینے سے لگایا۔ خضرا ماں کو قریب پا کر مزید تڑپ اٹھی اور بلند آواز میں رونے لگی۔

"امی! نہیں امی!.. امی۔۔ مجھے کیا ہو رہا ہے۔۔ سر درد ہو رہا ہے بہت۔۔امی۔۔" وہ بری طرح ہڑک رہی تھی۔

رابعہ خاتون کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ وہ زیر لب مختلف آیات پڑھتی اس پر پھونکنے لگیں۔ خضرا بری طرح سسکتی رہی۔ رابعہ خاتون نے آہستگی سے اسے سہارا دے کر پلنگ پر بٹھایا۔ خضرا ہنوز سسک رہی تھی۔

"امی!" اس نے اپنی بھیگی ہوئی پلکیں اٹھا کر ماں کی آنکھوں میں دیکھا۔

"جی میری جان۔۔ بتاؤ نا امی کو کیا ہوا ہے؟ ہاں؟ بتاؤ؟" رابعہ خاتون کا دل کٹ کر رہ گیا۔ انھوں نے بے اختیار اسے گلے لگایا۔ خضرا کچھ کہہ نہ سکی۔ پھوٹ پھوٹ کر

رو دی۔رابعہ خاتون بے حد پریشان سی اس کا سر سہلاتی رہیں۔

****

حیدر اپنے فلیٹ میں موجود تھا۔چہرے پر انتہا کی تکلیف تھی۔صوفے کی پشت پر سر گرائے وہ آنکھیں موندے ہوئے تھے۔اس کی کنپٹی کی رگیں شدت سے تنی ہوئی تھیں۔اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔نیلی شرٹ پر خون کے دھبے تھے۔اس نے زخم تک صاف نہ کیا تھا۔دفعتاً اس نے آنکھیں کھول کر دیوار گیر گھڑی پر نگاہ ڈالی۔رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔وہ اڈے سے آنے کے بعد سے اسی مقام پر اسی انداز میں بیٹھا تھا۔اٹھ کر پانی تک نہ پیا تھا۔حلق میں پیاس کی شدت سے کانٹے چبھ رہے تھے۔اس کے ذہن میں خضرا کا چہرہ ہلچل مچائے ہوئے تھا۔دل اس کی آواز سننے کو بری طرح تڑپ رہا تھا۔لیکن اس نے خود پر جبر کرنے کا ایک بار پھر ارادہ کر لیا تھا۔

وہ خود تکلیف سہہ سکتا تھا لیکن خضرا کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔نہیں دے سکتا تھا۔دے ہی نہیں سکتا تھا۔اس کا رونا۔اس کا بے ہوش ہونا۔وہ سب اس کے دل پر قیامت بن کر اترے تھے۔وہ خود سہہ سکتا تھا۔لیکن خضرا۔۔

اسی پل فلیٹ کا دروازہ بجا۔حیدر جانتا تھا محسن ہو سکتا ہے۔اس لیے بے پروا بنا یوں ہی

آنکھیں موندے لیٹا رہا۔ فلیٹ کا دروازہ مسلسل بجتا رہا۔ دستک کی آواز اس کی سماعت پر ہتھوڑے بن کر برس رہی تھی۔ آنکھیں تکلیف سے بھینچ کر اس نے خود میں ہمت مجتمع کرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی۔ لڑکھڑاتا دروازے تک آیا۔ دروازہ کھولتے ہی وہ ساکت رہ گیا۔ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹا۔ سامنے خضرا کھڑی تھی۔ سپاٹ چہرہ لیے۔ آنکھوں میں ایک قہر ہلکورے لے رہا تھا۔ حیدر نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔ خضرا اندر داخل ہوئی۔ نگاہیں ایک پل کے لیے بھی حیدر کے چہرے سے نہ ہٹائیں۔

"میری طرف دیکھیں۔" خضرا نے سرد لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ حیدر کے دل میں خنجر بن کر اترا۔ اس نے بمشکل آنکھیں اٹھائیں۔ خضرا جھپٹ کر آگے بڑھی اور بے دریغ اس پر تھپڑ برسانے لگی۔

"حیدر فرشتہ سمجھتی تھی میں آپ کو۔۔ فرشتہ کہتی تھی۔۔۔ فرشتہ۔۔" وہ بری طرح رو رہی تھی۔ حیدر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ اس کی آنکھوں میں تکلیف کے آثار تھے۔ خضرا کی آنکھوں میں جانے کیا تھا جو حیدر کو تڑپا رہا تھا۔ اس نے آہستگی سے اس کے ہاتھ چھوڑ دیے اور الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔ خضرا دونوں ہاتھ چہرے پر

رکھے بری طرح روتی وہیں بیٹھ گئی اور سر گھٹنوں پر رکھ کر دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے۔ حیدر کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ وہ بھی ہارے ہوئے انداز میں میز کے پاس بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا۔

خضرا کی سسکیاں بلند ہوتی گئیں۔ حیدر نے چہرہ اٹھایا اور بے بسی سے اس کی جانب دیکھتا رہا۔

"جاؤ خضرا!" بمشکل اس نے الفاظ جوڑ کر ادا کیے۔

"کیوں؟ جاؤں؟ ہاں کیوں جاؤں؟" جھٹکے سے سر اٹھا کر وہ اس پر چلائی۔

"نہیں جاؤں گی تو کیا کریں گے؟ گولی چلائیں گے؟ ہاں؟ کمانڈر صاحب؟ کیا کریں گے؟ میرا بھی سر کاٹ کر فٹ بال کھیلیں گے؟ کیا کریں گے ہاں؟ بولیں۔۔" وہ جھٹکے سے اٹھ کر اس کے قریب آئی۔

"کسی کے جذباتوں سے یوں کھیلا جاتا ہے؟" وہ چلائی۔ چیختے ہوئے اس کی آواز پھر بھرائی اور وہ پھر رونے لگی۔ حیدر کا سر پھٹنے لگا۔

"چلی جاؤ خضرا!" حیدر نے بمشکل کہا۔

"نہیں جاؤں گی مسٹر حیدر پٹھان! پہلے مجھے میرے سوالات کے جوابات دیں۔" وہ حلق کے بل چلائی۔

"طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہاری۔اور خراب ہو جائے گی۔" حیدر نے پریشانی سے کہا وہ بری طرح پریشان ہو رہا تھا۔اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔اس کا لہجہ اسے تڑپا رہا تھا۔اس کے آنسو قیامت تھے۔وہ کارونا عذاب جیسا لگ رہا تھا۔حیدر کو خود سے نفرت محسوس ہونے لگی۔

"میں خود سے نفرت کرنا چاہتی ہوں۔نفرت کرنا چاہتی ہوں خود سے کہ آپ جیسے منافق جھوٹے اور گھٹیا انسان سے محبت کی۔" وہ قہر آلود لہجے میں بولی۔

حیدر نے تکلیف سے لب بھینچ لیے۔لیکن کچھ کہا نہیں۔

"کیوں کیا یہ سب؟ کیوں کھیل کھیلتے رہے؟ ہاں؟ شرم نہیں آئی اپنی حقیقت چھپاتے ہوئے؟ کیا کیا نہیں سوچتی تھی میں۔یوں کیا جاتا ہے کسی کے ساتھ؟ شرم نہیں آئی آپ کو۔۔اوہ۔شرم کی بات بھی میں کس سے کر رہی ہوں۔۔آپ تو حیدر پٹھان ہیں نا قاتل۔۔ایک قاتل! گنڈہ موالی! شرابی! آخر آپ میں انسانیت ہو بھی کیسے سکتی ہے۔یہ سب تو معمولی بات ہے نا آپ کے لیے؟"

خضرا کی بدگمانیاں اس کے دل میں پل پل خنجر اتار رہی تھیں۔اس کی آنکھیں ضبط کی شدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"لعنت ہو حیدر آپ پر! آپ اس دنیا کے گھٹیا ترین انسان ہیں۔ نفرت کے قابل ہیں آپ۔۔ نفرت کے صرف اور صرف نفرت کے۔۔۔"وہ اس پر چیخی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔اب جاؤ یہاں سے۔"حیدر نے اسے کوئی وضاحت دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔یہی ٹھیک تھا کہ وہ اس سے نفرت کرنے لگے اور یہ دردناک قصہ یہی ختم ہو جائے۔

"چلی جاؤں گی مجھے میرا جواب دیں۔"خضرا نے درشتی سے کہا۔

"کیا جواب چاہیے۔؟"حیدر نے آہستگی سے پوچھا۔

"کیوں کیا یہ سب؟"

"اپنے مطلب کے لیے۔ محبت نہیں کرتا میں کسی سے بھی! تم میری زندگی کی پہلی لڑکی نہیں ہو۔میں ہر لڑکی کے ساتھ یہی کرتا ہوں۔یہی ہے جواب اب تم جا سکتی ہو۔"حیدر نے دل پر پتھر رکھ کر کہا اور چہرہ گھما لیا۔خضرا بے یقینی سے اس کی طرف

دیکھتی رہی۔

"محبت نہیں ہے مجھ سے؟"خضرانے کانپتے لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں۔"حیدر نے آنکھیں اور لب بھینچ کر کہا۔

"میری آنکھوں میں دیکھ کر کہیں کہ آپ نے مجھ سے مطلب کے لیے تعلق رکھا اور آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے؟"خضرانے سرد مہری سے کہا۔حیدر یوں ہی رخ موڑے کھڑا رہا۔

"ہاں نہیں کرتا۔"حیدر فورا بولا۔

"میری طرف دیکھ کر!"وہ ٹھہر ٹھہر کر سلگتے لہجے میں بولی۔

"میں ہر لڑکی سے اس لیے تعلق رکھتا۔۔

"تو پھر مطلب پورا کیوں نہیں کیا؟"خضرانے فورا سوال کیا۔

"تم چلی جاؤ خضرا۔۔میں تم سے مزید کوئی تعلق۔۔

"تو میں کون سا آپ سے بات کرنے کے لیے مری جا رہی ہوں۔"وہ تڑخ کر بولی۔حیدر کے دل میں تکلیف کی شدید لہر اٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے چلی جاؤ۔" حیدر نے اسے جانے کا کہا۔

"میرے سوال کا میری آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیں۔اور پھر آپ دیکھیں گے میری نفرت کیا چیز ہے۔" خضرا نے سلگتے ہوئے انگارے حیدر کے دل پر اتارے۔

"ہاں تو کرو نفرت ! م۔۔میں نے روکا ہے۔۔" حیدر کی آنکھوں میں اس بار آنسو تھے۔ جسے اس نے بے دردی سے پیچھے دھکیلا۔

"میں تم سے محبت نہیں کرتا۔" اس کا لہجہ لڑکھڑایا تھا۔

"ہنہ ! لہجہ تک ساتھ نہیں دے رہا۔ محبت تو آپ کو بہت ہے مجھ سے حیدر !" وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی۔ کہیں دل میں ایک دھاڑس ملی تھی۔اس کی شخصیت میں فریب تھا محبت میں نہیں۔۔

"چلی جاؤ۔ نہیں ہے محبت" حیدر نے ہارے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھ سے جھوٹ بولیں گے تو چلے گا حیدر ! خود سے جھوٹ نہ بولیں۔" اس کے لہجے میں ایک کرب ہلکورے لے رہا تھا۔

"سچ کہہ دیا تو کہیں کا نہیں رہوں گا۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اور جھوٹ کہہ دیا تو میرے نہیں رہیں گے میری غیر موجودگی میں جو محسوس ہو اسے سمجھنے کی کوشش کیجئیے گا۔" وہ کہتی ہوئی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

حیدر نمک کا مجسمہ بنا وہیں کھڑا رہ گیا۔اس کا آخری جملا ایک نئی قیامت ثابت ہوا تھا۔

نادر اڈے پر موجود تھا۔ کئی فون کرنے کے باجود حیدر نے اڈے کا ایک چکر تک نہ لگایا تھا۔نادر جلے پیر کی بلی کی مانند یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔اسے اپنا سب کچھ جاتا نظر آ رہا تھا۔حیدر اس کے لیے سب سے زیادہ ضروری تھا۔حیدر تھا تو طاقت تھی ۔ایسے کمانڈر سالوں میں تیار ہوتے تھے۔نڈر ہونا موت کے خوف سے عاری۔ بدلحاظ ہٹ دھرم۔حیدر میں وہ ساری خوبیاں تھیں جو ایک گینگ وار کمانڈر میں ہونا ضروری تھیں۔وہ ضدی تھا۔اس کی ضد نے ہی نادر کی پہنچ کو چند گلیوں سے پھیلا کر پورے علاقے تک لا چھوڑا تھا۔وہ حیدر ہی تھا جس کی ہٹ دھرمی نے اس علاقے کے ایک ایک مخالف گینگسٹر کو قبر میں پہنچا دیا تھا۔وہ خطرناک حد تک ضدی اور بے خوف تھا۔نادر کو پوری امید تھی کہ مزید چند سالوں میں ہی وہ سارے شہر کو اپنی حد میں لے آئے گا۔ لیکن حیدر کا یوں رخ پھیر دینا نادر کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھا وہ کسی قیمت پر حیدر کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔

وہ پریشان صورت لیے ہال کے چکر لگا رہا تھا جب راجو اور جانی اندر داخل ہوئے۔وہ حد سے زیادہ پرجوش لگ رہے تھے۔

"استاد لڑکی کا پتا چل گیا ہے۔"راجو نے چھوٹتے ہی کہا۔

نادر نے جھٹکے سے گردن گھمائی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"کون ہے وہ سالی؟۔۔"اس نے ساتھ ہی کئی گندی گالیاں نکالی تھیں۔

"استاد!آپ کے گھر کے نیچے رہتی ہے۔پہلی منزل پر!خضرا نام ہے ماں کے ساتھ رہتی ہے ماں کا نام رابعہ ہے۔اسی کالج میں پڑھتی ہے جہاں حیدر بھائی گھسا تھا۔"جانی نے اشتیاق سے کہا۔

نادر ساکت رہ گیا۔

"دھت تیرے کی۔۔بچہ بغل میں۔۔ڈھنڈورا شہر میں۔سالا میرے کو کیسے پتا نہیں چلا۔"نادر نے سر جھٹک کر غصے سے کہا۔

اسی پل محسن اندر داخل ہوا۔راجو اور جانی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔محسن نے جانچتی نگاہ ان دونوں پر ڈالی۔پھر نادر کی جانب دیکھا۔

"بھائی! کیا کر رہے ہو؟" محسن نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"تیرے کو بتادوں؟تو باپ ہے میرا سالے؟ہیں؟" نادر غرایا۔

"چلو لڑکوں!" نادر اپنی بندوق سنبھالتا باہر کی جانب بڑھا۔راجو اور جانی سمیت کئی اور لڑکے بھی باہر کی جانب بڑھنے لگے۔ محسن فوراان کے پیچھے لپکا۔

"بھائی لڑکی معصوم ہے بھائی! بھائی چیتا مر جائے گا بھائی۔۔کچھ مت کرنا۔۔بھائی بات تو سنو۔۔" محسن دیوانہ واران کے پیچھے لپکا۔نادر نے رک کر اسے قہر آلود نگاہ سے گھورا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بھائی درخواست ہے بھائی!" محسن نے روہانسا ہو کر ہاتھ جوڑے۔نادر اسے پیچھے دھکیلتا اپنی گاڑی میں سوار ہوا۔اس کے ساتھ ہی باقی لڑکے ہائی لیکس کے پیچھے سوار ہوئے۔ محسن نے فوراحیدر کا نمبر ملایا جو بند جارہا تھا۔ محسن کا سانس جوں کا توں رہ گیا۔

"یاخدا خیر کر۔۔" محسن تیزی سے اپنی بائیک کی جانب دوڑا تھا۔

****

نادر پنچولی لڑکوں سمیت سیڑھیاں چڑھ رہا تھا اسی پل محسن بھاگتا ہوا اوپر کی جانب بڑھتا

نظر آیا۔

"اوئے رک!"نادر نے پشت سے اس کی شرٹ کو دبوچ کر اسے روکا۔

"بھائی نہیں کرو ایسا بھائی!"محسن پھر کرلاتے ہوئے بولا۔

"سالے تو بہت حرامی ہے کتے۔۔رک ادھر ہی چل تو میرے ساتھ۔۔بڑی آگ ہے تیرے میں بھی۔۔"نادر اسے بھی ساتھ گھسیٹتا کونے والے فلیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔وہ فلیٹ خضرا کا تھا۔ان لوگوں نے دھڑا دھڑ گیٹ بجانا شروع کیا۔جب تک گیٹ نہ کھلا وہ زوردار انداز میں بجاتے رہے۔

دفعتاً گیٹ کھلا۔گیٹ کھلتے ہی وہ اندر داخل ہوتے گئے۔رابعہ خاتون الجھن میں گھریں چند قدم پیچھے ہٹیں۔آنے والے لوگوں کے ہاتھوں میں بھاری ہتھیار دیکھ وہ لمحے بھر کو دھک سے رہ گئیں۔

"ک۔۔کون ہیں آپ لوگ؟"وہ ان سب کو خوف زدہ نظروں سے دیکھتی پوچھنے لگیں۔محسن بھی ساتھ ہی کھڑا اسلامتی کی دعائیں کر رہا تھا۔

اسی پل خضرا اپنے کمرے سے نکل کر آئی۔ان پر نگاہ پڑتے ہی وہ یک دم سہم کر دوبارہ

اندر جانے لگی۔

"اوئے رک!" نادر نے گرج دار آواز میں کہا۔

"خضرا اندر جاؤ تم۔" رابعہ خاتون لرزتے لہجے میں بولیں۔

"اوہ تو یہ ہے خضرا!" نادر رابعہ خاتون کو ایک طرف دھکیلتا آگے بڑھا۔ رابعہ خاتون تیر کی تیزی سے خضرا کی طرف لپکی۔ نادر نے پستول کے اشارے سے رابعہ خاتون کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

"کیا چاہتے ہیں آپ لوگ؟ کون ہیں آپ۔۔؟" رابعہ خاتون بری طرح پریشان ہوتی خوف زدہ لہجے میں سوال کرنے لگیں۔

نادر قہر آلود نگاہوں سے خضرا کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

"یہ۔ یہ ہے وہ لڑکی؟ یہ!" نادر نے سرد مہری سے کہتے پیچھے کھڑے لڑکوں کی جانب دیکھا۔

"اس چھٹانک بھر کی معمولی لڑکی کا دیوانہ بنا پھر رہا ہے سالا!" وہ غرایا۔ خضرا بے خوف نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتی رہی۔

"ک۔۔کیا مطلب ہے کیا بکواس کر رہے ہو؟ نکلو میرے۔۔"

"اے چپ!" نادر نے رابعہ خاتون کو دیکھ کر درشتی سے کہا۔

"کیا ہے بھئی تیرے میں ہاں؟ نہ شکل تیری حوروں والی ہے نا قد ہے نا کاٹھ ہے؟" وہ واقعتاً حیرت زدہ تھا۔

"میرے کو تو لگا آسمان کی حور زمین پر اتر آئی ہو گی جس کے لیے میرا چیتا باؤلا ہوا جا رہا ہے۔۔ تیرے سے لاکھ گنا حسین تو اس کے گھر کی صفائیاں کر کے جاتی ہیں۔ہے کیا اس میں میری تو یہ سمجھ نہیں آ رہی۔۔"اس نے حقارت سے کہتے پلٹ کر اپنے لڑکوں کو دیکھا۔

"بھئی میں تو سمجھا قیامت ہو گی۔۔ادھر تو معاملہ ہے الٹا ہے سالا! صحیح بولا ہے جس نے بولا ہے۔۔یہ عشق بڑی کتی چیز ہے۔۔"نادر ہنستے ہوئے پلٹا۔خضرا چپ چاپ کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

"بیٹی پر دھیان دو۔۔ مرنے پر تلی ہے۔۔بچی ہے ابھی۔۔میں مارنا نہیں چاہتا اس کو۔۔نادر نے قہر آلود نگاہ دروازے کے ساتھ لگی خضرا کو دیکھتے ہوئے اپنی پستول کی

نال پر پھونک ماری۔

"ہو کون تم؟"رابعہ خاتون نے درشتی سے سوال کیا۔ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

"نادر پنچولی نام ہے میرا۔۔اس علاقے کا مالک ہوں۔۔نام تو سنا ہی ہو گا۔۔اپنی شہزادی کو سمجھاؤ۔۔۔میرے چیتے سے دور رہے۔۔حیدر۔۔حیدر پٹھان! دور رہ اس سے۔۔سنا! دور رہ! ورنہ!"اس نے پستول کا رخ خضرا کی طرف کیا۔اور ایک گہری نگاہ اس پر ڈالتا باہر نکل گیا۔اس کے پیچھے وہ سب بھی ایک ایک کرتے نکلتے چلے گئے۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

"ت۔۔تم خضرا۔۔مجھے یقین نہیں آرہا۔۔کہہ دو یہ ایک غلط فہمی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔"رابعہ خاتون کپکپاتے لہجے میں بولیں۔ان کی بے یقین نگاہیں خضرا کے جھکے سر پر تھیں۔

"جواب دو! کہہ دو جھوٹ ہے یہ سب!"وہ چلائیں۔خضرا کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے انھوں نے اسے پکارا۔لیکن خضرا خاموش کھڑی رہی۔

"خضرا کچھ پوچھ رہی ہوں میں کون ہے یہ حید۔۔ حیدر؟ حیدر!" رابعہ خاتون کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

"کیا وہ حیدر؟ جو۔۔ یا میرے اللہ۔" رابعہ خاتون سر پکڑتی زمین پر بیٹھی چلی گئیں۔ خضرا یوں ہی سکتے میں کھڑی رہی۔ یک دم غصے میں بھریں وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور خضرا کے قریب آئیں۔

"کیا جو وہ کہہ رہا تھا سچ تھا؟" رابعہ خاتون نے اس کا بازو ہلایا۔ خضرا نے نگاہیں اٹھاتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ رابعہ خاتون کی نگاہیں حیرت سے پھیلیں۔ اگلے ہی پل ایک زوردار تھپڑ خضرا کے چہرے پر لگا تھا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے دیوار سے جا لگی۔

"بے حیا! بے شرم! تم تو ایسی نہ تھیں۔" وہ چلائیں۔

"تمہیں عشق و عاشقی کے لیے ایک گنڈہ ہی ملا تھا؟" رابعہ خاتون نے آگے بڑھ کر اسے بے دریغ مارنا شروع کر دیا۔ خضرا چپ چاپ کھڑی مار کھاتی رہی۔ اس نے اف تک نہ کی تھی۔ رابعہ خاتون خود ہی مارتے مارتے تھک کر رک گئیں اور وہیں بیٹھ کر رونے لگیں۔

****

نادر اندرونی ہال میں بیٹھا سگار کے گہرے کش لگا رہا تھا۔قریب ہی راجو اور جانی کھڑے تھے۔ محسن کچھ فاصلے پر بیٹھا خاموشی سے زمین کو گھور رہا تھا۔دفعتاً جھٹکے سے ہال کا دروازہ کھلا اور حیدر اندر داخل ہوا۔اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"آ گیا تو؟"نادر فوراً اپنی جگہ سے اٹھتا نرمی سے بولا۔

"پری کے گھر کیوں گئے تھے؟"اس نے تلخی سے پوچھا۔ محسن چوکنا ہو کر سیدھا ہو بیٹھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں صرف دیکھنے گیا تھا۔"نادر سکون سے بولا۔حیدر کے جبڑے بھینچ گئے۔

"بھائی! دیکھو میں کہہ رہا ہوں یہ تماشے نہیں کرو۔ ختم کرو اس ٹنٹے کو۔۔وہ میری محبت ہے مذاق نہیں ہے۔نہ کوئی تماشہ جسے دیکھنے چلے گئے ان کتوں کو لے کر! ایسے ہی اپنی بیوی دکھانے میں لے جایا کرو ان کو۔۔"حیدر درشتی سے بولا۔

نادر کا پارہ ہائی ہونے لگا لیکن وہ برداشت کیے کھڑا رہا۔

"اور تم سب بھی سن لو۔۔ گھٹنوں سے کاٹ دوں گا ٹانگیں اگر آج کے بعد اس گھر کے

آس پاس بھی دکھے تو۔۔"وہ راجو اور جانی کی جانب دیکھ کر غرایا۔وہ فوراً سہم کر سر جھکا گئے۔

"چیتے ! تیری عقل تو گھٹنوں میں جاسوئی ہے۔وہ تیرے لائق ہے کیا؟ تجھے بریرہ پسند تھی نا۔۔اپنی بھابھی کی بہن۔۔میں نے تیرے کو اس سے دور رہنے کو کہا تو مان گیا ۔۔میں اسی سے تیری شادی کرواؤں گا۔ تیرے کو پسند تھی نا۔"

"وہ مجھے شادی کے لیے پسند نہیں آئی تھی نا میرے کو اس سے محبت تھی۔۔اس جیسی ہزاروں آکر چلی گئیں۔پری کا معاملہ دوسرا ہے اس کو نہیں چھیڑو میں پاگل ہو جاؤں گا نہیں دیکھوں گا تم میرے بھائی ہو۔۔بتا رہا ہوں۔۔"حیدر نے شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"سالے حرامزادے تیرے کو میں نے سکھایا ہے لحاظ نہیں کرنا۔ تیرے کو یہ نہیں بولا تھا کہ میرا بھی نہ کرنا۔۔کتے۔۔یہی گاڑھ دوں گا۔۔"نادر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دھاڑا۔

"ہاں آؤ۔۔گاڑھ دو۔۔آؤ۔۔"حیدر بھی آگے بڑھا۔ محسن جست لگاتا آگے آیا۔

"کیاہو گیاہے یار! ایسے مسئلے کا حل تھوڑی نکلے گا۔" محسن نے اسے پیچھے کیا۔

نادر خون آلود نگاہوں حیدر کو دیکھتا رہا۔

"میں آخری بار کہہ رہاہوں۔ میری پری سے دور رہنا میں سب کو چیر پھاڑ دوں گا۔" شہادت کی انگلی سے ان سب کو دھمکاتا ایک زوردار لات قریب رکھی کرسی کو رسید کرتا وہاں سے چلا گیا۔

****

حیدر نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی کبھی اتنی مشکل ہو جائے گی کہ سانس لینا تک محال ہو گا۔ وہ بے چینی سے کبھی لاؤنج میں تو کبھی اپنے کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا۔ اسے یاد ہی نہ تھا کہ اس نے کب کھانا کھایا تھا۔ بھوک کا احساس مر چکا تھا۔ اسے شدت سے خضرا کی یاد آ رہی تھی۔ وہ اس کی آواز سننا چاہتا تھا۔ اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کا فون بند جا رہا تھا۔ وہ کئی دفعہ کوشش کر چکا تھا لیکن ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔ آخر کار تنگ آ کر اس نے محسن کو کال کی۔

"کیا ہوا؟" محسن نے فون اٹھاتے ہی فکر مندی سے پوچھا۔

"چرس ہے تیرے پاس؟" حیدر نے سوال کیا۔

"چرس؟ کیوں تیرے پاس نہیں ہے؟" محسن نے الجھ کر پوچھا۔

"نہیں ہے۔ میں نہیں پیتا ہوں اب۔۔ل۔۔ لیکن نیند نہیں آرہی مجھے۔۔ سر درد کررہا ہے۔ لادے مجھے۔۔ شراب کی بوتل ساتھ لانا۔۔" حیدر نے کہہ کر فون بند کردیا۔ اور جیکٹ پہنتا گھر سے نکلا۔ سیڑھیاں اترتا نیچے آیا۔ پہلی منزل کے قریب کے قریب پہنچ کر اس کا دل شدت سے دھڑک کر ساکت ہوا۔ وہ بے چینی سے خضرا کے دروازے کو دیکھتا رہا۔ پھر چند قدم چلتا اس کے گیٹ تک آیا۔ گیٹ اندر سے بند تھا۔ گہری سانس بھرتا وہ نیچے چلا آیا۔ پارکنگ تک آکر اس نے کھڑکی کی جانب دیکھا۔ وہاں خضرا کھڑی تھی۔ اس اندھیرے میں وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس کی موجودگی کا احساس ہی روح کو شانت کر گیا۔ وہ تیزی سے چلتا کھڑکی کے بالکل نیچے آکھڑا ہوا۔

"پری!" اس نے پکارا۔ آواز کسی قدر دھیمی تھی۔

خضرا کھڑکی کے پاس کھڑی ساکت نظروں سے حیدر کو دیکھتی رہی۔ نیچے کسی قدر روشنی تھی وہ حیدر کا چہرہ دیکھ سکتی تھی اس کی آنکھوں کی بے چینی اس کی آنکھوں میں

تڑپ تھی۔ خضرا کی آنکھیں بھر آئیں۔اس نے ہاتھ کے اشارے سے حیدر کو انتظار کرنے کا اشارہ کیا۔حیدر کی دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔ خضرا کھڑکی سے ہٹ گئی۔ حیدر وہیں کھڑا ایک ٹک کھڑکی کو دیکھتا رہا۔اسے لگا وہ کوئی خط بھیجے گی۔وہ یوں ہی آنکھیں کھڑکی پر جمائے کھڑا رہا۔کئی منٹ یوں ہی گزر گئے۔

"حیدر!" آواز پر وہ جھٹکا کھا کر پلٹا۔وہ سیڑھیوں کی راہ پر کھڑی تھی۔حیدر تقریباً دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔

"پری!ت۔۔تم کیسے۔۔تمہاری امی؟" حیدر بے ربطگی سے بولا۔

خضرا کچھ کہے بنا اس کا ہاتھ تھامتی اسے پارکنگ ایریا کی طرف لے گئی۔حیدر بے جان بت کی طرح اس کے ساتھ کھنچتا چلا گیا۔وہ سامنے کھڑی ہاتھ میں پکڑے چھوٹے سے ٹفن باکس کو کھولنے لگی۔

"کھانا نہیں کھایا ہوگا؟" خضرا نے آہستگی سے کہتے ہوئے ٹفن باکس اس کی جانب بڑھایا۔

"بھوک نہیں ہے۔" حیدر آہستگی سے بولا۔

"تھپڑ لگے گا تو بھوک بھی لگنے لگے گی۔"خضرا سر جھکائے خود ہی نوالہ بنانے لگی۔

"چہرہ اوپر کرو۔"حیدر نے کہا۔

خضرا نے سر اٹھایا۔اس کے چہرے پر انگلیوں کے نشان تھے۔حیدر کا دل دکھ سے بھر گیا۔خضرا کچھ کہے بنا نوالہ اس کے منہ تک لائی۔حیدر نے چپ چاپ منہ کھول لیا۔

"ابو کے انتقال کے بعد امی ڈپریشن کی مریضہ بن گئی تھیں۔رات کو نیند کی گولیاں کھائے بغیر نہیں سوتیں۔فون توڑ دیا ہے امی نے۔بہت پریشان اور ناراض ہیں۔"خضرا کی آواز بھرا گئی۔بھرائے لہجے میں کہتے کہتے اس نے دوسرا نوالہ اس کی طرف بڑھایا۔حیدر نے بے دلی سے سر نفی میں ہلا دیا۔

"کھالیں یار!"خضرا چڑ کر بولی تو ناچاراسے منہ کھولنا پڑا۔

"مجھے نہیں پتا ہمارا مستقبل کیا ہے حیدر! لیکن وہ ہمارا ہی رہے گا میرا یا آپ کا نہیں ہوگا۔پریشان مت ہوں آپ کے ساتھ ہوں میں۔رہوں گی۔اور اپنے بھائی سے کہہ دیجیئے گا خضرا ان کی دھمکیوں سے نہیں ڈرتی۔۔"آخری میں اس کا لہجہ بھرا گیا۔

"وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ان کو پتا ہے تم کیا ہو۔"حیدر نے سنجیدگی

سے کہا۔

"اب کبھی تمہارے آس پاس تو کیا دور دور تک نہیں آئے گا کوئی۔" حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گال پر بہتا آنسو چن لیا۔

"جاؤ اب!" حیدر نے اس کا سر سہلاتے ہوئے نرمی سے کہا۔ وہ کسی قدر پر سکون ہو گیا تھا۔

"میں بہت جلد خود کو اور تم کو اس سب سے نکال لوں گا۔" اس نے کہا۔

"مجھے شدت سے اس دن کا انتظار ہے۔" خضرا ہلکا سا مسکرائی اور آخری نوالہ اس کے منہ میں ڈالا۔

حیدر نم نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتا رہا۔ خضرا کچھ پل اس کی طرف دیکھتی رہی پھر وہاں سے چلی گئی۔ حیدر یک ٹک اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کچھ فاصلے پر محسن کھڑا تھا۔ خضرا کے جاتے ہی وہ اس کے قریب آیا۔

"تجھے کھانا کھلا رہی تھی؟" محسن نے پوچھا۔

حیدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کی نگاہیں اب کھڑکی پر تھیں۔ اسے یقین تھا اب وہ

وہیں آئے گی۔

محسن اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھنے لگا۔

"وہاں کیا دیکھ رہا ہے؟"

"تو نیچے دیکھ کتے پری کی کھڑکی ہے۔" حیدر نے اسے کہنی ماری۔

"خبیث مجھے تھوڑی پتا تھا۔" محسن چڑ کر بولا۔

"پکڑ۔ یہ تیری بوتل ہے۔ یہ چرس۔ یہ برگر بھی لایا۔۔

"لے جاواپس! مجھے نہیں کھانا پینا اب کچھ بھی۔۔" حیدر مسکراتے ہوئے کھڑکی کی جانب دیکھتا رہا جہاں خضرا کھڑی تھی۔ محسن تاسف بھری نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"میں اتنی سردی میں تیرے لیے خوار ہو رہا تھا اور تو ادھر اپنی لیلہ کے ہاتھوں سے نوالے ٹھونس گیا۔" محسن نے اس کو زوردار مکا رسید کیا۔

"جا رہا ہوں میں اوپر! یہی سو جاؤں گا آج! دیدار سے فرصت مل جائے تو اوپر آ جائیو۔" محسن بڑبڑاتا ہوا اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ لمحوں بعد خضرا نے بھی ہاتھ کے

اشارے سے اسے گھر جانے کا کہا اور کھڑکی سے ہٹ گئی۔ حیدر منہ بناتا خود بھی اوپر کی جانب بڑھ گیا۔

****

"تجھے ایک بات بتاؤں محسن؟" حیدر اسٹول لیے الماری کے اوپر جھانک رہا تھا۔

"کیا بات؟ اور یہ تو الماری پر کیا ڈھونڈ رہا ہے؟" محسن نے الجھ کر پوچھا۔ حیدر کے لیے لایا ہوا بر گر وہ خود ہی کھا رہا تھا۔

جوں ہی حیدر کے ہاتھ وہ بریسلیٹ لگا وہ جست لگا کر نیچے اتر آیا۔ اس نے محبت سے بریسلیٹ کو دیکھا اور پھر محسن کو دکھایا۔

"یہ پری نے دیا تھا۔" حیدر بریسلیٹ ہاتھ میں باندھتا بولا۔ محسن نے ایک نظر بریسلیٹ پر ڈالی۔

"اچھا اور بات کیا تھی؟" محسن نے پوچھا۔

"میں بالکل بدل گیا ہوں۔ بہت کچھ محسوس ہوتا ہے۔ لیکن بس پری کے لیے۔" حیدر نے تکیہ سر کے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔ اور آنکھیں موند لیں۔

"کیا محسوس ہوتا ہے؟" محسن نے پوچھا۔

"وہ مجھے بہت چاہتی ہے۔ کسی نے اتنا پیار نہیں کیا۔ زینب نے بھی نہیں۔۔" حیدر بولا۔

"وہ میری آنکھوں کو بھی پہچان لیتی ہے۔ میں جو نہیں کہتا وہ جان جاتی ہے۔ بہت اچھی ہے میری پری"!

"تیری اس اچھی پری نے تیری زندگی میں اتنی پریشانیاں بھر دی ہیں۔" محسن نے دبے لہجے میں کہا۔

"سکون بھی تو اسی کے آنے سے آیا ہے نا۔ وہ مجھے زندگی میں اتنا سکون دے سکتی ہے تو کیا میں پریشانیوں کو نہیں سہہ سکتا۔؟ کچھ بھی کروں گا میں۔ بس وہ ساتھ رہے۔" حیدر نے کہا۔

"بھائی نے صبح کہا تھا شادی کروائے گا بریرہ سے۔ تیرے کو پسند تھی نا؟" محسن نے کہا۔

"پسند تھی کیوں کہ بہت خوب صورت تھی تب تو میں ایسا نہیں تھا۔ اب تو پری کے

علاوہ میں کسی کو دیکھوں تک نہیں۔۔اس سے فرصت ملے تب کسی اور کو سوچوں گا نا۔بھائی اس سے شادی نہیں کروائے گا کیوں کہ اس کے لیے مجھے یہ سب ختم کرنا ہو گا ورنہ اس کی ماں نہیں مانے گی۔یہ سب چھوڑ دوں گا تو منا لوں گا اس کی ماں کو جیسے تیسے کر کے۔"حیدر نے کہا۔

محسن کرنٹ کھا کر اپنی جگہ سے اٹھا۔

"کیا چھوڑے گا؟" محسن نے بے یقینی سے پوچھا۔

"دادا گیری!"حیدر نے کہا۔

"دادا گیری چھوڑ رہا ہے؟" محسن نے پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! چھوڑ رہا ہوں۔۔"

"سب کچھ؟" محسن بے یقین تھا۔

"نہیں! سب کچھ تو پری ہے۔میں صرف یہ دادا گیری چھوڑ رہا ہوں۔"حیدر بولا۔

"ابے استاد پاگل ہو جائے گا قیامت آجائے گی۔" محسن نے غصے سے کہا۔

"میں اس سے بڑا پاگل ہوں پھر اس کو پتا ہے۔" حیدر نے گہری سانس لیتے ہوئے کروٹ بدل لی۔ محسن ساکت نگاہوں سے حیدر کی پیٹھ کو دیکھتا رہا۔

****

وہ نہیں جانتا تھا آنے والا دن قیامت ڈھانے والا ہے۔ کوئی نہیں جانتا تھا اچانک حالات اس قدر بگڑ جائیں گے۔ صبح اٹھتے ہی نادر کی کال نے حیدر کو صبح بخیر کہا۔ لیکن انداز بتاتے تھے یہ صبح خیر لے کر اس کے لیے نہیں آئی تھی۔

"خاری نگر جانا ہے جلدی آجا۔" نادر نے چھوٹتے ہی حکم دیا۔

"کیوں؟ وہاں کیوں جانا ہے؟" حیدر چونکا۔

"ابے جلدی آ۔۔ سالے یہ چیونٹیوں کے پر نکل آئے ہیں۔ دھمکی دے کر گئے ہیں مجھے۔۔" نادر نے کہا۔

حیدر نے محسن کو ہلا کر اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ہاں آرہا ہوں۔" بے دلی سے کہتا وہ پلنگ سے اترا۔ وہ نادر کو صاف انکار نہیں کر سکا۔ وہ نہیں بتا سکا کہ وہ مزید خون خرابہ کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن اس نے ارادہ کر لیا تھا

اور اس ارادے پر عمل پیرا ہونے کا اس نے خود سے وعدہ بھی کر رکھا تھا۔وہ اور محسن ساتھ نکل کر اڈے میں آئے۔حیدر کی آمد پر نادر کو ڈھارس ملی تھی۔اس کا رویہ بھی حیدر سے ہمیشہ کی طرح نرمی اور محبت بھرا تھا یہ محبت اور یقین اسے صرف حیدر پر تھا اور یہ بات سب جانتے تھے۔

****

ایک زوردار جھڑپ کے نتیجے میں پنچولی گینگ کے تین لڑکے مارے گئے تھے۔حیدر کو بھی کئی خراشیں آئی تھیں۔لیکن ان کا پلڑا بھاری رہا تھا۔وہ کسی بھی لڑائی میں کبھی نہیں ہارتے تھے۔اس وقت تو کبھی نہیں جب حیدر ساتھ ہوا کرتا ہو۔اس کی پھرتی اور بے خوفی گینگ کے دیگر لڑکوں کے لیے بھی ہمت کا باعث بنتی تھی۔شام گہری ہوتے ہی وہ لوگ اڈے پر لوٹ آئے تھے۔فائرنگ کر کے جشن منایا جارہا تھا۔شراب کی بے شمار بوتلیں منگوائی گئی تھیں۔نادر بھی بے حد خوش تھا۔لیکن حیدر کا دھیان خضرا پر لگا تھا۔نہ اس نے ہمیشہ کی طرح اڈے کی چھت پر چڑھ کر اندھا دھند فائرنگ کی تھی نا اس نے نعرے لگائے تھے۔اڈے پر رش بڑھتا دیکھ وہ اپنی بلٹ پروف جیکٹ اندورنی ہال میں رکھتا باہر نکل آیا۔گن اس کی جینز میں اڑسی ہوئی تھی۔ مشین گن اس

نے وہیں رکھ دی تھی۔ کسی کو بتائے بغیر اپنا چہرہ ماسک میں چھپاتا وہ خاموشی سے اڈے سے نکل گیا۔ نادر نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو اس کی رگ رگ میں بے چینی سرائیت کر گئی۔ اس نے بے اختیار پہلو بدلا تھا۔ دل ہی دل میں اس نے خضرا کو کئی گالیاں دی تھیں۔ اسے امید تھی حیدر جلد سنبھل جائے گا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ نہ خضرا حیدر سے دور ہوئی تھی نا حیدر نے اسے چھوڑنے کا ارادہ کیا تھا۔

****

حیدر نے بائیک پارکنگ میں روکی اور پہلی نگاہ خضرا کی کھڑکی پر ڈالی۔ کھڑکی بند تھی۔ حیدر کو قدرے مایوسی ہوئی۔ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا وہ پہلی منزل تک آیا۔ قدم اپنے آپ خضرا کے گھر کی طرف بڑھنے لگے۔ وہاں تک آتے ہی ایک پل کے لیے اس کا دل رکا۔ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ حیدر دل ہی دل میں پریشان ہوتا اوپر چلا آیا۔ یوں تو اکثر وہ دونوں باہر مارکیٹ تک جاتی تھیں لیکن جانے کیوں آج اسے کچھ بدلا سا لگا۔ گھر کے باہر رکھی کیاریاں بھی غائب تھیں۔ حیدر کافی دیر لاؤنج میں بیٹھا بے دھیانی سے ٹی وی دیکھتا رہا پھر دوبارہ نیچے آیا۔ ہنوز گھر پر تالا تھا۔ یوں ہی وہ وقفے وقفے سے دیکھنے آتا رہا اور تالا اسے منہ چڑھاتا رہا۔ رات گہری ہوتے ہی اس کی پریشانی

بڑھنے لگی۔وہ ساری رات بے چینی سے اپنے گھر میں چکر کاٹتا رہا۔صبح ہوتے ہی وہ دوبارہ دوڑتا ہوا نیچے آیا تھا۔جب جب وہ تالے کو دیکھتا اس کے دل میں درد اٹھتا۔دوپہر کے قریب اسے نادر نے فون کیا اور اڈے پر آنے کا حکم دیا۔حیدر نے طبیعت خرابی کا بہانہ کر کے آنے سے انکار کیا اور بے دلی سے پلنگ پر گیا۔کافی دیر بے چینی سے پلنگ پر کروٹیں بدلنے کے بعد آخر کار وہ سو گیا تھا۔

_***********_

رابعہ خاتون خضرا کو لیے اپنے بھائی کے گھر چلی آئی تھیں۔یہ فیصلہ انھوں نے بھائی کو تمام صورتحال بتانے کے بعد کیا تھا لیکن وہ یہ بتا نہیں سکی تھیں کہ خضرا خود بھی اس سڑک چھاپ گینگ وار کمانڈر کی چاہت میں گرفتار تھی۔افیروز صاحب ایک ریٹائرڈ ٹیچر تھے۔جن کا اپنا چھوٹا سا گھر تھا۔ان کا بیٹا خضرا سے چند سال ہی بڑا تھا۔باپ کی طرح وہ بھی ایک گورنمنٹ اسکول میں استاد کی حیثیت سے فائز تھا۔رابعہ خاتون جو پہلے ہی بھائی سے بیٹی کے لیے امیدوار تھیں اب انھوں نے باقائدہ خضرا کے لیے ان سے بات کر لی تھی۔شریف اور عزت دار لوگ تھے۔فوراً مان گئے۔رابعہ خاتون کے دل سے ایک بہت بڑا بوجھ سرک چکا تھا۔اب وہ قدرے پر سکون تھیں۔جبکہ خضرا

اتنی ہی پریشان اور بے چین تھی۔ رابعہ خاتون نے اس کے احتجاج کو ایک کان سے سننا بھی گوارا نہ کیا تھا۔ خضرا کمرے میں پڑی فقط روتی رہتی تھی۔ حیدر سے رابطہ کرنے کی بھی کوئی راہ نہیں تھی اور اس لاچاری نے اسے مزید دل برداشتہ کر دیا تھا۔

****

دوسرا دن آ پہنچا تھا اور حیدر کی حالت یوں تھی کہ کاٹو تو لہو نہیں۔ دو دنوں میں ہی اس کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔ اس وقت بھی وہ سر تھامے پلنگ پر بیٹھا تھا۔ بال بکھرے چہرہ کسی صدیوں کے بیمار کا سا لگتا تھا۔ رہ رہ کر اس کا شک نادر پر جا رہا تھا۔ وہ بمشکل خود کو روکے ہوئے تھا لیکن اب مزید انتظار مشکل تھا۔ اٹل فیصلہ کرتے ہی وہ اپنی پستول جینز میں اڑستا گھر سے نکل آیا۔ وہ سب سے پہلے اڈے میں آیا پر آیا تھا۔ اڈے پر معمول کے کام جاری تھے۔ نادر اسے دیکھ کر ٹھٹھکا تھا۔ محسن جو اس کی حالت سے پہلے ہی واقف تھا اس انداز پر مزید ڈر گیا۔

"آ گیا! طبیعت کیسی ہے؟" نادر نے اس کی سرخ آنکھوں کو پڑھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میری پری کہاں ہے؟" حیدر نے پہلا سوال یہی کیا۔ نادر نے ناسمجھی سے اس کی

جانب دیکھا۔

"تیری پری کا میرے سے کیا واسطہ ہے؟" نادر نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"تمہارا ہی تو واسطہ ہے میرا سکون برداشت نہیں ہو رہا؟" وہ چلایا۔ باقی تمام لڑکے بھی اپنے کام چھوڑ کر حیدر کی جانب متوجہ ہوئے۔

"دیکھ چیتے اس بیکار سے تماشے سے بیزار ہو گیا ہوں۔ سدھر جا! سدھر جا میرے صبر کا امتحان نہ لے۔" نادر بیزاری سے بولا۔

"اب تم کر رہے ہو تماشہ تو۔۔ میرے صبر کا امتحان لے رہے ہو۔۔ تمہیں بولا تھا اس کا معاملہ نہیں چھیڑو۔۔۔" وہ ضبط کی آخری حدوں تک آتا چلا یا۔

نادر نے پریشانی سے ماتھا مسلا۔

"کہاں ہے میری پری؟ کیا کیا ہے اس کے ساتھ؟" وہ حلق کے بل چلایا۔ اس کے چہرے سے لگتا تھا ابھی رو پڑے گا۔

"آواز کم کر سالے ادھر ہی تیرے کو میں گاڑھ دوں گا۔" نادر بھڑک کر بولا۔

"نہیں کروں گا آواز کم! سب برباد کر دوں گا۔۔ بتاؤ کدھر ہے وہ؟ کہاں ہے؟" اس

نے چلاتے ہوئے گن نکال کر نادر پر تان لی۔ محسن تیزی سے آگے آیا۔ حیدر نے پستول کا رخ اوپر کرتے ہوئے بے دھڑک فائر کھول دیے تھے۔اڑا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونجنے لگا تھا۔سب جھکتے ہوئے کونوں کھدروں میں چھپنے لگے۔ کسی میں ہمت نہیں تھی کہ وہ ان کے بیچ میں آئے۔خود محسن بھی پیچھے ہٹ گیا تھا۔حیدر کے پاگل پن سے خوب واقف تھے۔

نادر خود بھی ساکت رہ گیا تھا۔اس پل اسے معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

"میری جان! میں نے کچھ نہیں کیا اسے۔۔میں کچھ نہیں جانتا۔۔ تیری قسم!"وہ نرمی سے بولا۔لیکن دل ہی دل میں وہ خوف زدہ تھا۔

"تو کہاں گئی؟"حیدر دھاڑا۔

"مجھے کیا پتا جا ڈھونڈ۔۔لے کے جالڑ کے ڈھونڈ اپنی پری کو۔۔میرے کو تیرے سے کوئی دشمنی تھوڑی ہے جگر ہے تو میرا۔۔بیٹا ہے تو میرا۔۔میں تو صرف تجھے بتانا چاہ رہا تھا عشق وعاشقی نہیں کرنی۔اب کر لیا تو کیا کر سکتے ہیں۔۔ڈھونڈ جا میں خود تیری شادی کرواؤں گا اس سے۔۔"نادر نے پینترا بدل لیا تھا۔حیدر کئی لمحے اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

"کسی کی ضرورت نہیں ہے اپنی پری کو میں خود ڈھونڈ لوں گا۔" سرد مہری سے کہتا وہ گن جینز میں اڑستا باہر نکل گیا۔

"گیا میرا اچیتا۔۔ہائے میرے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔۔ جاؤ حرامزادو۔۔ڈھونڈو اس کتیا کو۔۔ سالی کو زندہ زمین میں گاڑھوں گا۔۔" وہ چیختا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا۔

"حیدر کو بھنک بھی پڑی تو تم سب ساتھ قبر میں جاؤ گے۔۔اوئے محسن تیرے کو بول رہا ہوں۔۔ سن لے۔۔ سب سے پہلے تیری قبر کھودوں گا میں۔۔" نادر اسے خبر دار کرتا خود بھی اڈے سے نکل گیا۔

****

نادر اڈے پر موجود تھا۔کئی فون کرنے کے باجود حیدر نے اڈے کا ایک چکر تک نہ لگایا تھا۔نادر جلے پیر کی بلی کی مانند یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔اسے اپنا سب کچھ جاتا نظر آ رہا تھا۔حیدر اس کے لیے سب سے زیادہ ضروری تھا۔حیدر تھا تو طاقت تھی ۔ایسے کمانڈر سالوں میں تیار ہوتے تھے۔نڈر ہونا موت کے خوف سے عاری۔بد لحاظ ہٹ دھرم۔حیدر میں وہ ساری خوبیاں تھیں جو ایک گینگ وار کمانڈر میں ہونا ضروری تھیں۔وہ ضدی تھا۔اس کی ضد نے ہی نادر کی پہنچ کو چند گلیوں سے پھیلا کر پورے

علاقے تک لا چھوڑا تھا۔وہ حیدر ہی تھا جس کی ہٹ دھرمی نے اس علاقے کے ایک ایک مخالف گینگسٹر کو قبر میں پہنچادیا تھا۔وہ خطرناک حد تک ضدی اور بے خوف تھا۔نادر کو پوری امید تھی کہ مزید چند سالوں میں ہی وہ سارے شہر کو اپنی حد میں لے آئے گا۔لیکن حیدر کا یوں رخ پھیر دینا نادر کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھا وہ کسی قیمت پر حیدر کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔

وہ پریشان صورت لیے ہال کے چکر لگا رہا تھا جب راجو اور جانی اندر داخل ہوئے۔وہ حد سے زیادہ پرجوش لگ رہے تھے۔

"استاد لڑکی کا پتا چل گیا ہے۔" راجو نے چھوٹتے ہی کہا۔

نادر نے جھٹکے سے گردن گھمائی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"کون ہے وہ سالی؟۔" اس نے ساتھ ہی کئی گندی گالیاں نکالی تھیں۔

"استاد! آپ کے گھر کے نیچے رہتی ہے۔پہلی منزل پر! خضرا نام ہے ماں کے ساتھ رہتی ہے ماں کا نام رابعہ ہے۔اسی کالج میں پڑھتی ہے جہاں حیدر بھائی گھسا تھا۔" جانی نے اشتیاق سے کہا۔

نادر ساکت رہ گیا۔

"دھت تیرے کی۔۔بچہ بغل میں۔۔ڈھنڈورا شہر میں۔سالا میرے کو کیسے پتا نہیں چلا۔"نادر نے سر جھٹک کر غصے سے کہا۔

اسی پل محسن اندر داخل ہوا۔راجو اور جانی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔محسن نے جانچتی نگاہ ان دونوں پر ڈالی۔پھر نادر کی جانب دیکھا۔

"بھائی!کیا کر رہے ہو؟"محسن نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"تیرے کو بتادوں؟تو باپ ہے میرا سالے؟ہیں؟"نادر غرایا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"چلو لڑکوں!"نادر اپنی بندوق سنبھالتا باہر کی جانب بڑھا۔راجو اور جانی سمیت کئی اور لڑکے بھی باہر کی جانب بڑھنے لگے۔محسن فوراً ان کے پیچھے لپکا۔

"بھائی لڑکی معصوم ہے بھائی!بھائی چیتا مر جائے گا بھائی۔۔کچھ مت کرنا۔۔بھائی بات تو سنو۔۔"محسن دیوانہ وار ان کے پیچھے لپکا۔نادر نے رک کر اسے قہر آلود نگاہ سے گھورا۔

"بھائی درخواست ہے بھائی!"محسن نے روہانسا ہو کر ہاتھ جوڑے۔نادر اسے پیچھے

دھکیلتا اپنی گاڑی میں سوار ہوا۔اس کے ساتھ ہی باقی لڑکے ہائی لیکس کے پیچھے سوار ہوئے۔ محسن نے فوراحیدر کا نمبر ملایا جو بند جا رہا تھا۔ محسن کا سانس جوں کا توں رہ گیا۔

"یاخدا خیر کر۔۔" محسن تیزی سے اپنی بائیک کی جانب دوڑا تھا۔

****

نادر پنچولی لڑکوں سمیت سیڑھیاں چڑھ رہا تھا اسی پل محسن بھاگتا ہوا اوپر کی جانب بڑھتا نظر آیا۔

"اوئے رک!" نادر نے پشت سے اس کی شرٹ کو دبوچ کر اسے روکا۔

"بھائی نہیں کروا یسا بھائی!" محسن پھر کرلاتے ہوئے بولا۔

"سالے تو بہت حرامی ہے کتے۔۔رک ادھر ہی چل تو میرے ساتھ۔۔ بڑی آگ ہے تیرے میں بھی۔۔" نادر اسے بھی ساتھ گھسیٹتا کونے والے فلیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔وہ فلیٹ خضرا کا تھا۔ان لوگوں نے دھڑا دھڑ گیٹ بجانا شروع کیا۔جب تک گیٹ نہ کھلا وہ زوردار انداز میں بجاتے رہے۔

دفعتاً گیٹ کھلا۔گیٹ کھلتے ہی وہ اندر داخل ہوتے گئے۔رابعہ خاتون الجھن میں گھریں

چند قدم پیچھے ہٹیں۔آنے والے لوگوں کے ہاتھوں میں بھاری ہتھیار دیکھ وہ لمحے بھر کو دھک سے رہ گئیں۔

"ک۔۔کون ہیں آپ لوگ؟"وہ ان سب کو خوف زدہ نظروں سے دیکھتی پوچھنے لگیں۔محسن بھی ساتھ ہی کھڑا سلامتی کی دعائیں کر رہا تھا۔

اسی پل خضرا اپنے کمرے سے نکل کر آئی۔ان پر نگاہ پڑتے ہی وہ یک دم سہم کر دوبارہ اندر جانے لگی۔

"اوئے رک!"نادر نے گرج دار آواز میں کہا۔

"خضرا اندر جاؤ تم۔"رابعہ خاتون لرزتے لہجے میں بولیں۔

"اوہ تو یہ ہے خضرا!"نادر رابعہ خاتون کو ایک طرف دھکیلتا آگے بڑھا۔رابعہ خاتون تیر کی تیزی سے خضرا کی طرف لپکی۔نادر نے پستول کے اشارے سے رابعہ خاتون کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

"کیا چاہتے ہیں آپ لوگ؟کون ہیں آپ۔۔؟"رابعہ خاتون بری طرح پریشان ہوتی خوف زدہ لہجے میں سوال کرنے لگیں۔

نادر قہر آلود نگاہوں سے خضرا کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

"یہ۔یہ ہے وہ لڑکی؟ یہ!"نادر نے سرد مہری سے کہتے پیچھے کھڑے لڑکوں کی جانب دیکھا۔

"اس چھٹانک بھر کی معمولی لڑکی کا دیوانہ بنا پھر رہا ہے سالا!"وہ غرایا۔خضرا بے خوف نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتی رہی۔

"ک۔۔کیا مطلب ہے کیا بکواس کر رہے ہو؟ نکلو میرے۔۔"

"اے چپ!"نادر نے رابعہ خاتون کو دیکھ کر درشتی سے کہا۔

"کیا ہے بھئی تیرے میں ہاں؟ نہ شکل تیری حوروں والی ہے نا قد ہے نا کاٹھ ہے؟"وہ واقعتاً حیرت زدہ تھا۔

"میرے کو تو لگا آسمان کی حور زمین پر اتر آئی ہو گی جس کے لیے میرا چیتا باؤلا ہوا جا رہا ہے۔۔تیرے سے لاکھ گنا حسین تو اس کے گھر کی صفائیاں کر کے جاتی ہیں۔ہے کیا اس میں میری تو یہ سمجھ نہیں آرہی۔۔"اس نے حقارت سے کہتے پلٹ کر اپنے لڑکوں کو دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بھئی میں تو سمجھا قیامت ہو گی۔۔ادھر تو معاملہ ہے الٹا ہے سالا! صحیح بولا ہے جس نے بولا ہے۔۔یہ عشق بڑی کتی چیز ہے۔۔"نادر ہنستے ہوئے پلٹا۔خضرا چپ چاپ کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

"بیٹی پر دھیان دو۔۔مرنے پر تلی ہے۔۔بچی ہے ابھی۔۔میں مارنا نہیں چاہتا اس کو۔۔نادر نے قہر آلود نگاہ دروازے کے ساتھ لگی خضرا کو دیکھتے ہوئے اپنی پستول کی نال پر پھونک ماری۔

"ہو کون تم؟"رابعہ خاتون نے درشتی سے سوال کیا۔ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"نادر پنچولی نام ہے میرا۔۔اس علاقے کا مالک ہوں۔۔نام تو سنا ہی ہو گا۔۔اپنی شہزادی کو سمجھاؤ۔۔۔میرے چیتے سے دور رہے۔۔حیدر۔۔حیدر پٹھان! دور رہ اس سے۔۔سنا! دور رہ! ورنہ!"اس نے پستول کا رخ خضرا کی طرف کیا۔اور ایک گہری نگاہ اس پر ڈالتا باہر نکل گیا۔اس کے پیچھے وہ سب بھی ایک ایک کرتے نکلتے چلے گئے۔

****

"ت۔۔تم خضرا۔۔مجھے یقین نہیں آرہا۔۔کہہ دو یہ ایک غلط فہمی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔"رابعہ خاتون کپکپاتے لہجے میں بولیں۔ان کی بے یقین نگاہیں خضرا کے جھکے سر پر تھیں۔

"جواب دو! کہہ دو جھوٹ ہے یہ سب!"وہ چلائیں۔خضرا کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے انھوں نے اسے پکارا۔لیکن خضرا خاموش کھڑی رہی۔

"خضرا کچھ پوچھ رہی ہوں میں کون ہے یہ حید۔۔حیدر؟حیدر!"رابعہ خاتون کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

"کیا وہ حیدر؟جو۔۔یا میرے اللہ۔۔"رابعہ خاتون سر پکڑتی زمین پر بیٹھتی چلی گئیں۔خضرا یوں ہی سکتے میں کھڑی رہی۔یک دم غصے میں بھریں وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور خضرا کے قریب آئیں۔

"کیا جو وہ کہہ رہا تھا سچ تھا؟"رابعہ خاتون نے اس کا بازو ہلایا۔خضرا نے نگاہیں اٹھاتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔رابعہ خاتون کی نگاہیں حیرت سے پھیلیں۔اگلے ہی پل ایک زوردار تھپڑ خضرا کے چہرے پر لگا تھا۔وہ لڑکھڑاتے ہوئے دیوار سے جا لگی۔

"بے حیا! بے شرم! تم تو ایسی نہ تھیں۔" وہ چلائیں۔

"تمہیں عشق و عاشقی کے لیے ایک گنڈہ ہی ملا تھا؟" رابعہ خاتون نے آگے بڑھ کر اسے بے دریغ مارنا شروع کر دیا۔ خضرا چپ چاپ کھڑی مار کھاتی رہی۔ اس نے اف تک نہ کی تھی۔ رابعہ خاتون خود ہی مارتے مارتے تھک کر رک گئیں اور وہیں بیٹھ کر رونے لگیں۔

****

نادر اندرونی ہال میں بیٹھا سگار کے گہرے کش لگا رہا تھا۔ قریب ہی راجو اور جانی کھڑے تھے۔ محسن کچھ فاصلے پر بیٹھا خاموشی سے زمین کو گھور رہا تھا۔ دفعتاً جھٹکے سے ہال کا دروازہ کھلا اور حیدر اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"آ گیا تو؟" نادر فوراً اپنی جگہ سے اٹھتا نرمی سے بولا۔

"پری کے گھر کیوں گئے تھے؟" اس نے تلخی سے پوچھا۔ محسن چوکنا ہو کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"میں صرف دیکھنے گیا تھا۔" نادر سکون سے بولا۔ حیدر کے جبڑے بھینچ گئے۔

"بھائی! دیکھو میں کہہ رہاہوں یہ تماشے نہیں کرو۔ ختم کرو اس ٹنٹے کو۔۔ وہ میری محبت ہے مذاق نہیں ہے۔نہ کوئی تماشہ جسے دیکھنے چلے گئے ان کتوں کو لے کر! ایسے ہی اپنی بیوی دکھانے میں لے جایا کرو ان کو۔۔" حیدر درشتی سے بولا۔

نادر کا پارہ ہائی ہونے لگا لیکن وہ برداشت کیے کھڑا رہا۔

"اور تم سب بھی سن لو۔۔ گھٹنوں سے کاٹ دوں گا ٹانگیں اگر آج کے بعد اس گھر کے آس پاس بھی دکھے تو۔۔" وہ راجو اور جانی کی جانب دیکھ کر غرایا۔ وہ فورا سہم کر سر جھکا گئے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"چیتے! تیری عقل تو گھٹنوں میں جاسوئی ہے۔ وہ تیرے لائق ہے کیا؟ تجھے بریرہ پسند تھی نا۔۔اپنی بھابھی کی بہن۔۔ میں نے تیرے کو اس سے دور رہنے کو کہا تو مان گیا ۔۔ میں اسی سے تیری شادی کرواؤں گا۔ تیرے کو پسند تھی نا۔"

"وہ مجھے شادی کے لیے پسند نہیں آئی تھی نا میرے کو اس سے محبت تھی۔۔اس جیسی ہزاروں آکر چلی گئیں۔ پری کا معاملہ دوسرا ہے اس کو نہیں چھیڑو میں پاگل ہو جاؤں گا نہیں دیکھوں گا تم میرے بھائی ہو۔۔ بتا رہاہوں۔۔" حیدر نے شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"سالے حرامزادے تیرے کو میں نے سکھایا ہے لحاظ نہیں کرنا۔۔ تیرے کو یہ نہیں بولا تھا کہ میرا ابھی نہ کرنا۔۔ کتے۔۔ یہی گاڑھ دوں گا۔۔" نادر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دھاڑا۔

"ہاں آؤ۔۔ گاڑھ دو۔۔ آؤ۔۔" حیدر بھی آگے بڑھا۔ محسن جست لگاتا آگے آیا۔

"کیا ہو گیا ہے یار! ایسے مسئلے کا حل تھوڑی نکلے گا۔" محسن نے اسے پیچھے کیا۔

نادر خون آلود نگاہوں حیدر کو دیکھتا رہا۔

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں۔ میری پری سے دور رہنا میں سب کو چیر پھاڑ دوں گا۔" شہادت کی انگلی سے ان سب کو دھمکاتا ایک زوردار لات قریب رکھی کرسی کو رسید کرتا وہاں سے چلا گیا۔

****

حیدر نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی کبھی اتنی مشکل ہو جائے گی کہ سانس لینا تک محال ہو گا۔ وہ بے چینی سے کبھی لاؤنج میں تو کبھی اپنے کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا۔ اسے یاد ہی نہ تھا کہ اس نے کب کھانا کھایا تھا۔ بھوک کا احساس مر چکا

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تھا۔اسے شدت سے خضرا کی یاد آرہی تھی۔وہ اس کی آواز سننا چاہتا تھا۔اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔لیکن اس کا فون بند جارہا تھا۔وہ کئی دفعہ کوشش کرچکا تھا لیکن ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔آخر کار تنگ آکر اس نے محسن کو کال کی۔

"کیا ہوا؟"محسن نے فون اٹھاتے ہی فکرمندی سے پوچھا۔

"چرس ہے تیرے پاس؟"حیدر نے سوال کیا۔

"چرس؟کیوں تیرے پاس نہیں ہے؟"محسن نے الجھ کر پوچھا۔

"نہیں ہے۔میں نہیں پیتا ہوں اب۔۔ل۔۔لیکن نیند نہیں آرہی مجھے۔۔سر درد کر رہا ہے۔لادے مجھے۔۔شراب کی بوتل ساتھ لانا۔۔"حیدر نے کہہ کر فون بند کردیا۔اور جیکٹ پہنتا گھر سے نکلا۔سیڑھیاں اترتا نیچے آیا۔پہلی منزل کے قریب کے قریب پہنچ کر اس کا دل شدت سے دھڑک کر ساکت ہوا۔وہ بے چینی سے خضرا کے دروازے کو دیکھتا رہا۔پھر چند قدم چلتا اس کے گیٹ تک آیا۔گیٹ اندر سے بند تھا۔گہری سانس بھرتا وہ نیچے چلا آیا۔پارکنگ تک آکر اس نے کھڑکی کی جانب دیکھا۔وہاں خضرا کھڑی تھی۔اس اندھیرے میں وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس کی موجودگی کا احساس ہی روح کو شانت کرگیا۔وہ تیزی سے چلتا کھڑکی کے بالکل

نیچے آکھڑا ہوا۔

"پری!" اس نے پکارا۔ آواز کسی قدر دھیمی تھی۔

خضرا کھڑکی کے پاس کھڑی ساکت نظروں سے حیدر کو دیکھتی رہی۔ نیچے کسی قدر روشنی تھی وہ حیدر کا چہرہ دیکھ سکتی تھی اس کی آنکھوں کی بے چینی اس کی آنکھوں میں تڑپ تھی۔ خضرا کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے حیدر کو انتظار کرنے کا اشارہ کیا۔ حیدر کی دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔ خضرا کھڑکی سے ہٹ گئی۔ حیدر وہیں کھڑا ایک ٹک کھڑکی کو دیکھتا رہا۔ اسے لگا وہ کوئی خط بھیجے گی۔ وہ یوں ہی آنکھیں کھڑکی پر جمائے کھڑا رہا۔ کئی منٹ یوں ہی گزر گئے۔

"حیدر!" آواز پر وہ جھٹکا کھا کر پلٹا۔ وہ سیڑھیوں کی راہ پر کھڑی تھی۔ حیدر تقریباً دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔

"پری! ت۔۔ تم کیسے۔۔ تمہاری امی؟" حیدر بے ربطگی سے بولا۔

خضرا کچھ کہے بنا اس کا ہاتھ تھامتی اسے پارکنگ ایریا کی طرف لے گئی۔ حیدر بے جان بت کی طرح اس کے ساتھ کھنچتا چلا گیا۔ وہ سامنے کھڑی ہاتھ میں پکڑے چھوٹے سے

ٹفن باکس کو کھولنے لگی۔

"کھانا نہیں کھایا ہو گا؟" خضرا نے آہستگی سے کہتے ہوئے ٹفن باکس اس کی جانب بڑھایا۔

"بھوک نہیں ہے۔" حیدر آہستگی سے بولا۔

"تھپڑ لگے گا تو بھوک بھی لگنے لگے گی۔" خضرا سر جھکائے خود ہی نوالہ بنانے لگی۔

"چہرہ اوپر کرو۔" حیدر نے کہا۔

خضرا نے سر اٹھایا۔اس کے چہرے پر انگلیوں کے نشان تھے۔حیدر کا دل دکھ سے بھر گیا۔خضرا کچھ کہے بنا نوالہ اس کے منہ تک لائی۔حیدر نے چپ چاپ منہ کھول لیا۔

"ابو کے انتقال کے بعد امی ڈپریشن کی مریضہ بن گئی تھیں۔رات کو نیند کی گولیاں کھائے بغیر نہیں سوتیں۔فون توڑ دیا ہے امی نے۔بہت پریشان اور ناراض ہیں۔" خضرا کی آواز بھرا گئی۔بھرائے لہجے میں کہتے کہتے اس نے دوسرا نوالہ اس کی طرف بڑھایا۔حیدر نے بے دلی سے سر نفی میں ہلا دیا۔

"کھا لیں یار!" خضرا چڑ کر بولی تو ناچار اسے منہ کھولنا پڑا۔

"مجھے نہیں پتا ہمارا مستقبل کیا ہے حیدر! لیکن وہ ہمارا ہی رہے گا میرا یا آپ کا نہیں ہو گا۔ پریشان مت ہوں آپ کے ساتھ ہوں میں۔ رہوں گی۔ اور اپنے بھائی سے کہہ دیجئے گا خضرا ان کی دھمکیوں سے نہیں ڈرتی۔۔" آخری میں اس کا لہجہ بھرا گیا۔

"وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ان کو پتا ہے تم کیا ہو۔" حیدر نے سنجیدگی سے کہا۔

"اب کبھی تمہارے آس پاس تو کیا دور دور تک نہیں آئے گا کوئی۔" حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گال پر بہتا آنسو چن لیا۔

"جاؤ اب!" حیدر نے اس کا سر سہلاتے ہوئے نرمی سے کہا۔ وہ کسی قدر پر سکون ہو گیا تھا۔

"میں بہت جلد خود کو اور تم کو اس سب سے نکال لوں گا۔" اس نے کہا۔

"مجھے شدت سے اس دن کا انتظار ہے۔" خضرا ہلکا سا مسکرائی اور آخری نوالہ اس کے منہ میں ڈالا۔

حیدر نم نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتا رہا۔ خضرا کچھ پل اس کی طرف دیکھتی رہی پھر

وہاں سے چلی گئی۔حیدر یک ٹک اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔کچھ فاصلے پر محسن کھڑا تھا۔خضرا کے جاتے ہی وہ اس کے قریب آیا۔

"تجھے کھانا کھلا رہی تھی؟" محسن نے پوچھا۔

حیدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔اس کی نگاہیں اب کھڑکی پر تھیں۔اسے یقین تھا اب وہ وہیں آئے گی۔

محسن اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھنے لگا۔

"وہاں کیا دیکھ رہا ہے؟"

"تو نیچے دیکھ کتے پری کی کھڑکی ہے۔"حیدر نے اسے کہنی ماری۔

"خبیث مجھے تھوڑی پتا تھا۔" محسن چڑ کر بولا۔

"پکڑ۔یہ تیری بوتل ہے۔یہ چرس۔یہ برگر بھی لایا۔۔

"لے جاواپس! مجھے نہیں کھانا پینا اب کچھ بھی۔۔"حیدر مسکراتے ہوئے کھڑکی کی جانب دیکھتا رہا جہاں خضرا کھڑی تھی۔ محسن تاسف بھری نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں اتنی سردی میں تیرے لیے خوار ہو رہا تھا اور تو ادھر اپنی لیلہ کے ہاتھوں سے نوالے ٹھونس گیا۔" محسن نے اس کو زوردار مکا رسید کیا۔

"جا رہا ہوں میں اوپر! یہی سو جاؤں گا آج! دیدار سے فرصت مل جائے تو اوپر آ جائیو۔" محسن بڑبڑاتا ہوا اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ لمحوں بعد خضرا نے بھی ہاتھ کے اشارے سے اسے گھر جانے کا کہا اور کھڑکی سے ہٹ گئی۔ حیدر منہ بناتا خود بھی اوپر کی جانب بڑھ گیا۔

****

"تجھے ایک بات بتاؤں محسن؟" حیدر اسٹول لیے الماری کے اوپر جھانک رہا تھا۔

"کیا بات؟ اور یہ تو الماری پر کیا ڈھونڈ رہا ہے؟" محسن نے الجھ کر پوچھا۔ حیدر کے لیے لایا ہوا برگر وہ خود ہی کھا رہا تھا۔

جوں ہی حیدر کے ہاتھ وہ بریسلیٹ لگا وہ جست لگا کر نیچے اتر آیا۔ اس نے محبت سے بریسلیٹ کو دیکھا اور پھر محسن کو دکھایا۔

"یہ پری نے دیا تھا۔" حیدر بریسلیٹ ہاتھ میں باندھتا بولا۔ محسن نے ایک نظر

بریسلیٹ پر ڈالی۔

"اچھااور بات کیا تھی؟" محسن نے پوچھا۔

"میں بالکل بدل گیا ہوں۔ بہت کچھ محسوس ہوتا ہے۔ لیکن بس پری کے لیے۔" حیدر نے تکیہ سر کے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔اور آنکھیں موند لیں۔

"کیا محسوس ہوتا ہے؟" محسن نے پوچھا۔

"وہ مجھے بہت چاہتی ہے۔ کسی نے اتنا پیار نہیں کیا۔زینب نے بھی نہیں۔۔" حیدر بولا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"وہ میری آنکھوں کو بھی پہچان لیتی ہے۔ میں جو نہیں کہتا وہ جان جاتی ہے۔بہت اچھی ہے میری پری"!

"تیری اس اچھی پری نے تیری زندگی میں اتنی پریشانیاں بھر دی ہیں۔" محسن نے دبے لہجے میں کہا۔

"سکون بھی تو اسی کے آنے سے آیا ہے نا۔وہ مجھے زندگی میں اتنا سکون دے سکتی ہے تو کیا میں پریشانیوں کو نہیں سہہ سکتا۔؟کچھ بھی کروں گا میں۔بس وہ ساتھ

رہے۔" حیدر نے کہا۔

"بھائی نے صبح کہا تھا شادی کروائے گا بریرہ سے۔ تیرے کو پسند تھی نا؟" محسن نے کہا۔

"پسند تھی کیوں کہ بہت خوب صورت تھی تب تو میں ایسا نہیں تھا۔اب تو پری کے علاوہ میں کسی کو دیکھوں تک نہیں۔۔اس سے فرصت ملے تب کسی اور کو سوچوں گا نا۔بھائی اس سے شادی نہیں کروائے گا کیوں کہ اس کے لیے مجھے یہ سب ختم کرنا ہو گا ورنہ اس کی ماں نہیں مانے گی۔یہ سب چھوڑ دوں گا تو منا لوں گا اس کی ماں کو جیسے تیسے کر کے۔" حیدر نے کہا۔

محسن کرنٹ کھا کر اپنی جگہ سے اٹھا۔

"کیا چھوڑے گا؟" محسن نے بے یقینی سے پوچھا۔

"دادا گیری!" حیدر نے کہا۔

"دادا گیری چھوڑ رہا ہے؟" محسن نے پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! چھوڑ رہا ہوں۔۔"

"سب کچھ ؟" محسن بے یقین تھا۔

"نہیں! سب کچھ تو پری ہے۔ میں صرف یہ داداگیری چھوڑ رہا ہوں۔" حیدر بولا۔

"ابے استاد پاگل ہو جائے گا قیامت آ جائے گی۔" محسن نے غصے سے کہا۔

"میں اس سے بڑا پاگل ہوں پھر اس کو پتا ہے۔" حیدر نے گہری سانس لیتے ہوئے کروٹ بدل لی۔ محسن ساکت نگاہوں سے حیدر کی پیٹھ کو دیکھتا رہا۔

****

وہ نہیں جانتا تھا آنے والا دن قیامت ڈھانے والا ہے۔ کوئی نہیں جانتا تھا اچانک حالات اس قدر بگڑ جائیں گے۔ صبح اٹھتے ہی نادر کی کال نے حیدر کو صبح بخیر کہا۔ لیکن انداز بتاتے تھے یہ صبح خیر لے کر اس کے لیے نہیں آئی تھی۔

"خاری نگر جانا ہے جلدی آ جا۔۔" نادر نے چھوٹتے ہی حکم دیا۔

"کیوں؟ وہاں کیوں جانا ہے؟" حیدر چونکا۔

"ابے جلدی آ۔۔ سالے یہ چیونٹیوں کے پر نکل آئے ہیں۔ دھمکی دے کر گئے ہیں

مجھے۔۔" نادر نے کہا۔

حیدر نے محسن کو ہلا کر اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ہاں آرہا ہوں۔" بے دلی سے کہتا وہ پلنگ سے اترا۔ وہ نادر کو صاف انکار نہیں کر سکا۔ وہ نہیں بتا سکا کہ وہ مزید خون خرابہ کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن اس نے ارادہ کر لیا تھا اور اس ارادے پر عمل پیرا ہونے کا اس نے خود سے وعدہ بھی کر رکھا تھا۔ وہ اور محسن ساتھ نکل کر اڈے میں آئے۔ حیدر کی آمد پر نادر کو ڈھارس ملی تھی۔ اس کا رویہ بھی حیدر سے ہمیشہ کی طرح نرمی اور محبت بھرا تھا یہ محبت اور یقین اسے صرف حیدر پر تھا اور یہ بات سب جانتے تھے۔

****

ایک زوردار جھڑپ کے نتیجے میں پنچولی گینگ کے تین لڑکے مارے گئے تھے۔ حیدر کو بھی کئی خراشیں آئی تھیں۔ لیکن ان کا پلڑا بھاری رہا تھا۔ وہ کسی بھی لڑائی میں کبھی نہیں ہارتے تھے۔ اس وقت تو کبھی نہیں جب حیدر ساتھ ہوا کرتا ہو۔ اس کی پھرتی اور بے خوفی گینگ کے دیگر لڑکوں کے لیے بھی ہمت کا باعث بنتی تھی۔ شام گہری ہوتے ہی وہ لوگ اڈے پر لوٹ آئے تھے۔ فائرنگ کر کے جشن منایا جا رہا تھا۔ شراب کی

بے شمار بوتلیں منگوائی گئی تھیں۔نادر بھی بے حد خوش تھا۔لیکن حیدر کا دھیان خضرا پر لگا تھا۔نہ اس نے ہمیشہ کی طرح اڈے کی چھت پر چڑھ کر اندھا دھند فائرنگ کی تھی نا اس نے نعرے لگائے تھے۔اڈے پر رش بڑھتا دیکھ وہ اپنی بلٹ پروف جیکٹ اندورنی ہال میں رکھتا باہر نکل آیا۔گن اس کی جینز میں اڑسی ہوئی تھی۔ مشین گن اس نے وہیں رکھ دی تھی۔ کسی کو بتائے بغیر اپنا چہرہ ماسک میں چھپاتا وہ خاموشی سے اڈے سے نکل گیا۔نادر نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو اس کی رگ رگ میں بے چینی سرائیت کر گئی۔اس نے بے اختیار پہلو بدلا تھا۔دل ہی دل میں اس نے خضرا کو کئی گالیاں دی تھیں۔اسے امید تھی حیدر جلد سنبھل جائے گا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ نہ خضرا حیدر سے دور ہوئی تھی نا حیدر نے اسے چھوڑنے کا ارادہ کیا تھا۔

****

حیدر نے بائیک پارکنگ میں روکی اور پہلی نگاہ خضرا کی کھڑکی پر ڈالی۔ کھڑکی بند تھی۔حیدر کو قدرے مایوسی ہوئی۔ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا وہ پہلی منزل تک آیا۔قدم اپنے آپ خضرا کے گھر کی طرف بڑھنے لگے۔وہاں تک آتے ہی ایک پل کے لیے اس کا دل رکا۔دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔حیدر دل ہی دل میں پریشان ہوتا اوپر چلا

آیا۔یوں تواکثر وہ دونوں باہر مارکیٹ تک جاتی تھیں لیکن جانے کیوں آج اسے کچھ بدلا سالگا۔گھر کے باہر رکھی کیاریاں بھی غائب تھیں۔حیدر کافی دیر لاؤنج میں بیٹھا بے دھیانی سے ٹی وی دیکھتا رہا پھر دوبارہ نیچے آیا۔ہنوز گھر پر تالا تھا۔یوں ہی وہ وقفے وقفے سے دیکھنے آتا رہا اور تالا اسے منہ چڑھاتا رہا۔رات گہری ہوتے ہی اس کی پریشانی بڑھنے لگی۔وہ ساری رات بے چینی سے اپنے گھر میں چکر کاٹتا رہا۔صبح ہوتے ہی وہ دوبارہ دوڑتا ہوا نیچے آیا تھا۔جب جب وہ تالے کو دیکھتا اس کے دل میں درد اٹھتا۔دوپہر کے قریب اسے نادر نے فون کیا اور اڈے پر آنے کا حکم دیا۔حیدر نے طبیعت خرابی کا بہانہ کر کے آنے سے انکار کیا اور بے دلی سے پلنگ پر گیا۔کافی دیر بے چینی سے پلنگ پر کروٹیں بدلنے کے بعد آخر کار وہ سو گیا تھا۔

-***********-

رابعہ خاتون خضرا کو لیے اپنے بھائی کے گھر چلی آئی تھیں۔یہ فیصلہ انھوں نے بھائی کو تمام صورتحال بتانے کے بعد کیا تھا لیکن وہ یہ بتا نہیں سکی تھیں کہ خضرا خود بھی اس سڑک چھاپ گینگ وار کمانڈر کی چاہت میں گرفتار تھی۔افیروز صاحب ایک ریٹائرڈ ٹیچر تھے۔جن کا اپنا چھوٹا سا گھر تھا۔ان کا بیٹا خضرا سے چند سال ہی بڑا تھا۔باپ کی

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

طرح وہ بھی ایک گورنمنٹ اسکول میں استاد کی حیثیت سے فائز تھا۔رابعہ خاتون جو پہلے ہی بھائی سے بیٹی کے لیے امیدوار تھیں اب انھوں نے باقائدہ خضرا کے لیے ان سے بات کرلی تھی۔شریف اور عزت دار لوگ تھے۔فوراًمان گئے۔رابعہ خاتون کے دل سے ایک بہت بڑا بوجھ سرک چکا تھا۔اب وہ قدرے پرسکون تھیں۔جبکہ خضرا اتنی ہی پریشان اور بے چین تھی۔رابعہ خاتون نے اس کے احتجاج کو ایک کان سے سننا بھی گوارانہ کیا تھا۔خضرا کمرے میں پڑی فقط روتی رہتی تھی۔حیدر سے رابطہ کرنے کی بھی کوئی راہ نہیں تھی اور اس لاچاری نے اسے مزید دل برداشتہ کردیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

دوسرا دن آپہنچا تھا اور حیدر کی حالت یوں تھی کہ کاٹو تو لہو نہیں۔دو دنوں میں ہی اس کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔اس وقت بھی وہ سر تھامے پلنگ پر بیٹھا تھا۔بال بکھرے چہرہ کسی صدیوں کے بیمار کا سا لگتا تھا۔رہ رہ کر اس کا شک نادر پر جارہا تھا۔وہ بمشکل خود کو روکے ہوئے تھا لیکن اب مزید انتظار مشکل تھا۔اٹل فیصلہ کرتے ہی وہ اپنی پستول جینز میں اڑستا گھر سے نکل آیا۔وہ سب سے پہلے اڈے میں آیا پر آیا تھا۔اڈے پر معمول کے کام جاری تھے۔نادر اسے دیکھ کر ٹھٹھکا تھا۔محسن جو اس کی

حالت سے پہلے ہی واقف تھا اس انداز پر مزید ڈر گیا۔

"آ گیا! طبیعت کیسی ہے؟" نادر نے اس کی سرخ آنکھوں کو پڑھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میری پری کہاں ہے؟" حیدر نے پہلا سوال یہی کیا۔ نادر نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"تیری پری کا میرے سے کیا واسطہ ہے؟" نادر نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"تمہارا ہی تو واسطہ ہے میرا سکون برداشت نہیں ہو رہا؟" وہ چلایا۔ باقی تمام لڑکے بھی اپنے کام چھوڑ کر حیدر کی جانب متوجہ ہوئے۔

"دیکھ چیتے اس بیکار سے تماشے سے بیزار ہو گیا ہوں۔ سدھر جا! سدھر جا میرے صبر کا امتحان نہ لے۔" نادر بیزاری سے بولا۔

"اب تم کر رہے ہو تماشہ تو۔۔ میرے صبر کا امتحان لے رہے ہو۔۔ تمہیں بولا تھا اس کا معاملہ نہیں چھیڑو۔۔۔" وہ ضبط کی آخری حدوں تک آتا چلایا۔

نادر نے پریشانی سے ماتھا مسلا۔

"کہاں ہے میری پری؟ کیا کیا ہے اس کے ساتھ؟" وہ حلق کے بل چلایا۔اس کے چہرے سے لگتا تھا ابھی رو پڑے گا۔

"آواز کم کر سالے ادھر ہی تیرے کو میں گاڑھ دوں گا۔" نادر بھڑک کر بولا۔

"نہیں کروں گا آواز کم! سب برباد کر دوں گا۔۔بتاؤ کدھر ہے وہ؟ کہاں ہے؟" اس نے چلاتے ہوئے گن نکال کر نادر پر تان لی۔ محسن تیزی سے آگے آیا۔حیدر نے پستول کا رخ اوپر کرتے ہوئے بے دھڑک فائر کھول دیے تھے۔اڈا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونجنے لگا تھا۔سب جھکتے ہوئے کونوں کھدروں میں چھپنے لگے۔ کسی میں ہمت نہیں تھی کہ وہ ان کے بیچ میں آئے۔خود محسن بھی پیچھے ہٹ گیا تھا۔حیدر کے پاگل پن سے خوب واقف تھے۔

نادر خود بھی ساکت رہ گیا تھا۔اس پل اسے معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

"میری جان! میں نے کچھ نہیں کیا اسے۔۔میں کچھ نہیں جانتا۔۔تیری قسم!" وہ نرمی سے بولا۔ لیکن دل ہی دل میں وہ خوف زدہ تھا۔

"تو کہاں گئی؟" حیدر دھاڑا۔

"مجھے کیا پتا جاؤ ڈھونڈ۔۔لے کے جالڑ کے ڈھونڈ اپنی پری کو۔۔میرے کو تیرے سے کوئی دشمنی تھوڑی ہے جگر ہے تو میرا۔۔بیٹا ہے تو میرا۔۔میں تو صرف تجھے بتانا چاہ رہا تھا عشق و عاشقی نہیں کرنی۔اب کر لیا تو کیا کر سکتے ہیں۔۔ڈھونڈ جا میں خود تیری شادی کرواؤں گا اس سے۔۔"نادر نے پینترا بدل لیا تھا۔حیدر کئی لمحے اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

"کسی کی ضرورت نہیں ہے اپنی پری کو میں خود ڈھونڈ لوں گا۔"سرد مہری سے کہتا وہ گن جینز میں اڑستا باہر نکل گیا۔

"گیا میرا چیتا۔۔ہائے میرے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔۔جاؤ حرامزادو۔۔ڈھونڈو اس کتیا کو۔۔سالی کو زندہ زمین میں گاڑھوں گا۔۔"وہ چیختا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا۔

"حیدر کو بھنک بھی پڑی تو تم سب ساتھ قبر میں جاؤ گے۔۔اوئے محسن تیرے کو بول رہا ہوں۔۔سن لے۔۔سب سے پہلے تیری قبر کھودوں گا میں۔۔"نادر اسے خبردار کرتا خود بھی اڈے سے نکل گیا۔

****

کچھ ہی دیر میں اس علاقے کو غیر محسوس انداز میں گھیر لیا گیا تھا۔بہت فاصلے پر ایک دوسرے سے لا تعلق کھڑے یہ لڑکے نادر نے علاقے سے اکھٹے کیے تھے۔اڈے کے لڑکے شامل نہ تھے۔ غلطی سے بھی اگر حیدر کی نگاہ کسی جان پہچان کے لڑکے پر پڑ جاتی تو سارا کھیل بگڑ سکتا تھا۔خود نادر بھی اسی علاقے سے کچھ دور اپنے دوست داور کے گھر پر موجود تھا۔بے چینی اس قدر تھی کہ پل بھر کو بھی وہ سکون سے نہ بیٹھا تھا جب سے آیا تھا ہال کے گرد چکر کاٹ رہا تھا۔

****

"خضرا تم نے جیتے جی میری سانسیں چھین لیں۔" رابعہ خاتون آنکھیں پونچھتی بولیں۔

وہ دونوں اس وقت کمرے میں موجود تھیں۔حیدر باہر لاؤنج میں فیروز صاحب کے سامنے بیٹھا تھا۔

"امی! میرے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔میں شہروز سے کبھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔اور حیدر! وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔سب کچھ چھوڑ دیا ہے انھوں نے۔۔آپ کو پتا ہے کتنا خیال رکھتے ہیں میرا وہ۔۔وہ بہت اچھے ہیں امی! پلٹنے والوں کو تو اللہ بھی معاف کر دیتا ہے۔حیدر کے علاوہ میں کبھی کسی کے ساتھ خوش نہ رہ پاتی

امی!"خضراان کے ہاتھ تھامے کہہ رہی تھی۔

"کہاں رہ رہی ہو؟"رابعہ خاتون نے سوال کیا۔ان کی آنکھوں میں ابھی تک وہ دکھ کی کیفیت موجود تھی۔ایک عجیب ساخوف مسلسل ان کی آنکھوں سے عیاں تھا۔

"لانڈھی میں گھر لیا ہے۔"خضرانے بتایا۔

"خضرا!تم حیدر سے کہو چلا جائے۔۔تم اب کہیں نہیں جاؤ گی۔۔"اچانک ہی رابعہ خاتون فیصلہ کن انداز میں بولیں۔

"کیا مطلب امی میرے شوہر ہیں وہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔"خضراپریشان ہوتے ہوئے بولی۔

"میں اس لڑکے کے سا۔۔

"امی کیا ہو گیا ہے؟پلیز سمجھنے کی کوشش کریں۔نکاح ہوا ہے ہمارا۔۔شوہر ہے وہ میرا۔۔اور ویسے بھی وہ ایسے نہیں جائیں گے۔۔"خضرانے آخری جملہ آنکھیں چراتے ہوئے کہا۔وہ جانتی تھی ایسانا ممکن تھا۔

"تو پھر یہاں کیوں آئی ہو؟میرے زخموں پر نمک چھڑکنے۔۔؟"وہ طیش زدہ انداز

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میں چلائیں۔

"امی! پلیز۔۔"خضرا نے فوراان کے سینے میں سر چھپالیا۔رابعہ خاتون پھر رونے لگیں۔

"آپ کے اور حیدر کے علاوہ میرا اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں ہے۔آپ کو کال بھی کی تھی آپ نے نہیں اٹھائی۔میں ایسے خوش نہیں رہ پاؤں گی۔۔حیدر میرے شوہر ہیں امی! اگر آپ کہتی ہیں تو آج آپ کے ساتھ یہاں رک جاتی ہوں لیکن یہ نہ کہیں کہ میں اب حیدر کے ساتھ نہ جاؤں۔"خضرا نے پریشانی سے کہا۔رابعہ خاتون نے ناراضی سے اسے خود سے دور کیا۔

"امی! پلیز معاف کر دیں نا۔"خضرا نے بھرائے لہجے میں کہا۔رابعہ خاتون نے کچھ کہے بغیر اس کے آنسو پونچھے۔خضرا پھر ماں کے سینے سے آلگی۔

"تھینک یو امی! آئی لو یو۔۔لو یو سو مچ"!

رابعہ خاتون کی ممتا کو قرار تو آگیا تھا لیکن حیدر نامی پھندا اب بھی گلے میں بری طرح چبھ رہا تھا۔وہ کسی صورت بھی حیدر کے ساتھ خضرا کو دوبارہ بھیجنا نہیں چاہتی تھیں۔

****

"پری یہ نہیں ہو سکتا۔ میں کیسے رہوں گا؟ نہیں۔۔ایک دو گھنٹے کی بات ہوئی تھی۔۔ابھی نہیں۔۔ کسی اور دن آکر رک جانا۔۔" حیدر نے صاف انکار کر دیا۔اس کا دل اس بات پر ہر گز راضی نہ تھا کہ وہ خضرا کو یہاں چھوڑ کر جائے۔ خضرا کا مطالبہ سنتے ہی وہ بھڑک سا گیا تھا۔

"پلیز نا حیدر!" وہ حیدر کا ہاتھ تھامے منمنائی۔

"نہیں۔" حیدر نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پلیز نا میرے پیارے حیدر نہیں ہیں۔ پلیز۔۔امی بہت مشکل سے مانی ہیں۔ آج یہی رک جاتی ہوں نا۔۔کل آکر لے جایئے گا۔" خضرا نے اس کے دونوں ہاتھ دوبارہ پکڑ لیے۔اس وقت وہ دونوں ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔رابعہ خاتون اور گلنساء خاتون باہر لاؤنج میں بیٹھیں تھیں۔

"حیدر؟ کیا آپ میری چھوٹی سی بات نہیں مان سکتے۔" خضرا نے روہانسی ہو کر کہا۔

"میرا دل نہیں مان رہا یار پری! ضد مت کرو میرے ساتھ چلو۔" حیدر نے نرمی سے

سمجھانا چاہا۔

"حیدر پلیز! کل صبح آکر لے جایئے گا نا۔۔ بس آج کی ہی تو بات ہے۔۔ پلیز نا۔۔ بھئی یہ اتنی سی بات نہیں مان رہے آپ۔۔ اتنی مشکل سے امی کو منایا ہے۔" خضرا فورا رو دی۔

"ششش! اچھا نا رو مت۔۔" حیدر نے فورا اس کے آنسو پونچھ کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"رک جاؤں نا؟ پلیز۔۔" خضرا نے منمناتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے یار۔۔" حیدر نے بے دلی سے کہا۔

"تھینک یو مائے کیوٹی۔" خضرا فورا چہک کر بولی۔ حیدر زبردستی مسکرایا۔ جھک کر اس کی پیشانی چومی اور اس کے بالوں کی لٹ سنوارتا بولا۔

"اپنا خیال رکھنا پھر۔" حیدر نے اس کا گال تھپتھپا کر کہا۔

"آپ بھی خیال رکھیے گا۔" خضرا چمکتی آنکھوں سے بولی۔

"ابھی سے یاد آنے لگ گئی ہے تمہاری مجھے تو۔۔ پوری شام اتنے گھنٹے کیسے رہوں گا۔" حیدر منہ بگاڑتا بولا۔

خضرا اس کی کھلکھلا کر ہنسی تھی۔اس کی ہنسی کی آواز لاؤنج میں بیٹھیں رابعہ خاتون اور گلنساء خاتون نے خاموش نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا۔

کچھ منٹ بعد حیدر اور خضرا ڈرائنگ روم سے نکلے تھے۔دونوں خواتین اپنی جگہ سے اٹھیں۔

"اللہ حافظ۔خیال رکھنا پری!" حیدر نے نرم محبت بھری نگاہوں سے خضرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔رابعہ خاتون نے اس سے کوئی بات نہ کی تھی۔اور اس پل بھی کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھتی رہیں۔لیکن حیدر کو کبھی کسی کی پرواہ ہی ہوتی تو آج ان کی کرتا۔اسے بس دنیا میں ایک ہی ہستی کی پروا تھی اور وہ ہستی خضرا تھی۔

خضرا نے گیٹ پر کھڑے ہو کر حیدر کو رخصت کیا اور کچھ منٹ بعد اندر چلی آئی۔

****

حیدر کی کار کا اس گلی سے نکلنا تھا کہ اس لڑکے نے اپنا فون نکال کر نادر کو اطلاع کردی۔

"استاد حیدر بھائی نکل گیا۔"

"پیچھا کرو۔" نادر کی آواز میں لرزش تھی۔

"اسے کھونا مت۔۔۔"

"استاد لڑکی گھر میں ہے۔" اس نے دوسری بات کہی۔

"تم لوگ چیتے کے پیچھے جاؤ۔ خلیل کو وہیں روکو۔۔" نادر نے فون جیب میں ڈالا اور اپنی پستول نکالتا باہر کی جانب بھاگا تھا۔

****

قریباً بیس منٹ بعد ہی فیروز صاحب کے گھر کو گھیر لیا گیا۔ نادر سب سے آگے کھڑا تھا۔ گیٹ بجانے کی نیت سے نہیں توڑنے کی نیت سے بجایا جا رہا تھا۔ کچھ منٹ بعد ہی گیٹ کھول لیا گیا۔ گلی کے باقی لوگ بھی تماش بین بنے حیرت کے بت بنے کھڑے تھے۔

"ک۔۔کو۔۔

"ہٹ سالے۔۔" نادر نے شہروز کو پکڑ کر ایک طرف دھکیلا۔

"کون ہو تم کہاں۔۔۔

"حیدر کو فون کرو۔۔خض۔۔"رابعہ خاتون چلائیں۔نادر نے پستول کی نال ان کے منہ میں ڈال دی۔ان کی آواز حلق میں ہی رہ گئی۔سب ساکت رہ گئے۔رابعہ خاتون کی آنکھیں پھٹنے کو تھیں۔اسی پل خضرا سیڑھیاں اترتی نیچے آئی اور لاؤنج کی صورتحال دیکھ لرز گئی۔

"سب ایک طرف ہی رہنا۔۔میں تب تک کسی کو کچھ نہیں کہتا جب تک میرا کھاتا بھاری نہ ہو جائے۔۔"نادر نفرت بھری نگاہوں سے خضرا کو گھورتا اس کی طرف بڑھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فیروز صاحب اور شہروز سمیت گلنساء خاتون کو اسلحہ بردار لڑکوں نے گھیرا ہوا تھا۔

"آج تک کسی نے یہ جرات نہیں کی تھی۔"نادر نے ایک جھٹکے سے ہاتھ بڑھا کر خضرا کے بال جھپٹ لیے۔

"تو نے۔۔میرے چیتے کو مجھ سے دور کیا۔۔۔تو نے۔۔۔!تجھے کیا کہا تھا؟کیا کہا تھا؟دور رہ" !

"چھوڑو مجھے۔۔"خضرا چلائی۔

"ششش! چپ! بالکل چپ۔۔ تو میرے چیتے کو مجھ سے دور کرے گی؟ تیری اوقات ہے؟ اب دیکھتا ہوں کیسے کرے گی۔ دردناک موت دوں گا۔ لیکن قبر پر فاتحہ پڑھنے میں اسے خود ہی بھیج دیا کروں گا۔" وہ خباثت سے ہنسا۔

خضرا بھی تلخی سے ہنس دی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تم زندہ رہو گے میرے بعد؟ وہ تمہیں اس سے زیادہ دردناک موت دیں گے۔" وہ یقین سے بولی۔ نادر ہنس دیا۔

"ایک باپ کی طرح پالا ہے اسے میں نے۔۔" نادر غرایا۔

"رات ہی حیدر کہہ رہے تھے کہ پری میری ماں ہوتی تو وہ شاید تیرے جتنی محبت کرتی مجھ سے۔۔" خضرا کی آنکھوں میں خوف نہیں تھا۔

"میری بچی کو چھوڑ دو۔۔" رابعہ گڑگڑائیں۔

"اب تو قبر میں ہی چھوڑ کر آؤں گا۔۔ ایسا نہیں کہ میں نے خبردار نہیں کیا تھا۔۔ اب بھگتو۔۔" نادر نے غراتے ہوئے خضرا کو پرے دھکیلا اور اسی لمحے فائرنگ کی آواز سے فیروز صاحب کا گھر تھرا اٹھا۔ کئی گولیاں خضرا کا وجود چیرتیں آر پار ہوئیں۔

"اللہ۔۔اللہ۔میری بچی!"رابعہ خاتون تیر کی تیزی سے لپکیں۔۔

"خبیث انسان۔۔۔۔۔"فیروز صاحب کا دل لرز اٹھا۔وہ سب خضرا کی طرف دوڑے تھے۔

نادر لڑکوں کو اشارہ کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"خضرا کٹے ہوئے پرندے کی طرح زمین پر آکر گری تھی۔

"کوئی ایمبولنس بلاؤ۔۔۔۔"

خضرا کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔اس کے وجود میں جیسے کسی نے گرم سلاخیں بھر دی تھیں۔

"حی۔۔د۔۔ر۔۔۔۔"

"خدا غارت کرے حیدر سمیت ان حیوانوں کو۔۔"رابعہ خاتون کی آواز کئی گھر دور تک گئیں۔خضرا کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔

****

حیدر نے ابھی گھر میں قدم رکھا ہی تھا جب اچانک ہی اس کا سر چکرانے لگا۔اس نے

دیوار تھام لی اور اپنے آپ میں الجھتا اندر آیا۔کچھ لمحے ہی گزرے تھے جب اسے قے آنے لگی وہ فوراً اٹھ کر واش روم کی طرف آیا۔چند منٹ بعد غسل خانے سے نکلا تو سر حد سے زیادہ بھاری محسوس ہوا۔خضرا کے بغیر اسے گھر کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔اسے اس کی بہت گہری عادت پڑ چکی تھی۔پلنگ پر سیدھا لیٹا وہ آنکھیں بند کیے تصور میں ہی اس سے باتیں کر رہا تھا جب اس کا فون بجنے لگا۔

حیدر نے فون اٹھایا۔

"ہاں۔؟تجھے منع کیا تھا محسن۔۔یار تو سمجھ۔۔

"ت۔۔تو کہاں ہے؟" محسن کی آواز اسے کسی کنوئیں سے آتی محسوس ہوئی۔حیدر کا دل یک دم لرزا۔

"ک۔۔کیا ہوا؟"

"ب۔۔بھائی کہہ رہا ہے کہ تجھ سے پوچھوں خض۔۔"

"ت۔۔تو نے اسے بتایا ہے کہ میرا تجھ سے رابطہ ہے۔" حیدر نے بھڑک کر کہا۔

"اسے پتا تھا۔خضرا کہاں ہے؟بتا؟تیرے ساتھ ہے کیا؟" محسن کے انداز نے حیدر کا

دل پل بھر کو نچوڑ کرر کھ دیا۔

"ن۔۔ نہیں۔۔۔" حیدر جھٹکے سے اٹھا اور لڑ کھڑاتے قدموں سے باہر کی جانب بھاگا۔ فون ہنوز کان سے لگا تھا۔ پارکنگ تک آتے اسے کچھ سیکنڈ ہی لگے تھے۔

****

اس کی کار جب گلی میں داخل ہوئی تو گلی میں لوگ موجود تھے۔ جو مختلف چہ میگوئیاں کرتے دکھائی دیے۔ حیدر کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گا۔ اس کے قدم لڑ کھڑا رہے تھے۔ فیروز صاحب کے گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن جس چیز نے حیدر کا دل تڑپایا وہ زمین پر گرے خون کے قطرے تھے۔ حیدر کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑا۔ وہ بری طرح لڑ کھڑاتا ہوا گھر کی جانب دوڑا۔ اسی پل کسی پتھر سے ٹکرا کر منہ کے بل گرا اور فوراً اٹھ کر اندر کی گھس گیا۔ صحن میں خون کے قطرے تھے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ اسی پل صحن میں شہروز کی چھوٹی بہن آئی۔ اس کا چہرہ رونے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ حیدر خالی خالی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھتا آگے بڑھنے لگا۔ اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

"پ۔۔پری!" اس نے سامنے کھڑی لڑکی کی جانب دیکھ کر کہنا چاہا لیکن آواز نکلنے

سے انکاری تھی۔

"کچھ دیر پہلے ہی اسے ہسپتال لے گئے ہیں۔"

"ک۔۔کون سے؟"حیدر کو آواز کسی گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔اس کا سانس لینا محال ہو رہا تھا۔وہ کپکپاتے قدموں سے ہسپتال کا نام سن کر باہر کی جانب بڑھا۔وہ بمشکل چل رہا تھا۔اس کے قدم کپکپا رہے تھے۔وہ گرنے کے قریب تھا۔

****

نادر کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔وہ اڈے میں سینہ پھلائے یہاں سے وہاں ٹہل رہا تھا۔

"سبق ہے سب کے لیے۔۔عبرت ہے۔۔۔دھندے سے وفاداری نہیں تو پھر کچھ نہیں ملے گا۔۔"

"سب سن لو۔سارے کان کھول کر سن لو۔۔یہ معاملہ میرے چہیتے کا تھا تو صرف اس لڑکی کو مارا ہے۔۔تم سب میں سے اگر کوئی پھرے گا تو ساتھ خود بھی مارا جائے گا یاد رکھنا۔۔"نادر خبردار کرتے لہجے میں کہتا اپنی مخصوص جگہ پر آکر بیٹھا۔

محسن یک دم سن تھا۔اسے نہیں معلوم تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے لیکن اتنا ضرور جانتا تھا جو ہو گا بہت برا ہو گا۔

****

حیدر لٹھے کی مانند سفید چہرہ لیے ہسپتال کی راہداری میں دوڑتا نظر آیا۔اس کا انداز ایسا تھا کہ جیسے سانس کسی نے روکی ہوئی ہو۔لڑکھڑاتے قدموں سے دوڑتا وہ ایک دروازے کے قریب آرکا۔بینچ پر رابعہ خاتون بیٹھی بری طرح رو رہی تھیں۔اس نے خالی خالی نگاہ آپریشن تھیٹر پر ڈالی۔فیروز صاحب اور شہروز بھی وہیں کھڑے تھے۔حیدر نے جھٹکے سے آپریشن تھیٹر کھولا اور اندر داخل ہو گیا اندر کھڑے ڈاکٹرز اور نرسوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔کچھ لوگ اس کی طرف آئے۔

"پلیز باہر جائیے۔"ڈاکٹر کے اسسٹنٹ نے اسے باہر کا راستہ دکھایا۔حیدر اس کا ہاتھ جھٹکتا آگے بڑھا۔

"پلیز سر کاپریٹ کریں۔ہاسپٹل رولز کے خلاف ہے یہ۔۔ڈاکٹرز ڈسٹرب ہونگے۔پیشنٹ کی جان۔۔نرس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی حیدر الٹے قدموں پیچھے ہٹتا گیا لیکن وہ باہر نہیں نکلا۔گیٹ تک آتا وہیں رک گیا۔اس کی بے چین نگاہیں

ڈاکٹرز کے گھیرے میں اپنے سکون کو دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ وہ سر تھامے گھٹنوں کے بل وہیں بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ زندگی میں پہلی دفعہ اسے احساس ہوا کہ کسی جان سے پیارے کی جان کے جانے کا ڈر کیا ہوتا ہے۔ کس طرح ہماری اپنی سانسیں بھی چلنے سے انکار کرنے لگتی ہیں۔ وہ بمشکل سانس لے پا رہا تھا۔ اسے اپنے وہ سارے قتل یاد آئے۔ زندگی میں پہلی بار اسے احساس ہوا کہ اس کا ایک قتل بھی کتنا بھاری تھا۔ لیکن اس کے ہاتھوں مرنے والوں کی تعداد درجنوں سے اوپر تھی۔

"اللہ! ایک بار بس! معاف کر دے۔" اس کے لبوں سے بمشکل ادا ہوا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے سچے دل سے رب کو پکارا تھا۔ وہ سر جھکائے چہرہ ہاتھوں میں چھپائے یوں ہی زمین پر بیٹھا تھا۔ تین گھنٹے گزرنے کے بعد بھی اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ وہ یوں ہی بیٹھا رہا۔۔ سسکتا رہا۔۔

دفعتاً ڈاکٹرز میں ہلچل ہوئی۔ حیدر نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں چہرہ بری طرح سوجے ہوئے اور سرخ تھے۔ فوراً لڑکھڑاتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف آیا۔

"میری پ۔۔پری؟"اس نے ڈرتے ڈرتے سوال کرتے ایک نگاہ خضرا کے وجود پر ڈالی۔

ڈاکٹرز نے آپس میں عجب سی نظروں کا تبادلہ کیا۔

"پیشنٹ کے کیا ہیں آپ؟ آپ کا نام"

"بیوی ہے میری۔۔"حیدر نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ح۔حیدر۔۔"

"حیدر صاحب! انھیں سات گولیاں لگی ہیں۔ تین پار ہو چکی تھیں۔ باقی کی چار ہم نے نکال دی ہیں۔ لیکن بلڈ لاس بہت زیادہ ہو چکا تھا۔ دونوں گردے فیل ہو چکے ہیں۔ پسلی بھی کریک ہو گئی ہے۔۔ ہم نے پوری کوشش کی ہے۔۔ فی الحال ہم نے انھیں وینٹی لیٹر پر شفٹ کر دیا ہے۔ معجزہ ہی انھیں بچا سکتا ہے۔ دعا کیجئے۔"ڈاکٹرز اس کا کندھا تھپتھپا کر باہر نکلتے چلے گئے۔ یہ سنتے ہی حیدر کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے۔ وہ لرزتے قدموں سے اس کے قریب آیا۔ حیدر کے دل میں درد کی شدید لہر اٹھی۔

"پری!۔۔"وہ بے آواز بڑبڑاتا مزید دیکھ نہ سکا دوبارہ سر پکڑ تا زمین پر بیٹھ گیا۔اس کی ہمت جواب دینے لگی۔وہ پھر رونے لگا۔گہری گہری سانسیں لیتا وہ یوں لگتا جیسے خود بھی مرنے کے قریب ہو۔

****

حیدر اپنا سر تھامے بینچ پر بیٹھا تھا۔اس کے سر میں شدید درد تھا۔وہ زندگی میں پہلی دفعہ یوں رویا تھا۔رابعہ خاتون بھی قریب بیٹھیں تھیں۔ان کے چہرے پر کسی اجڑے چمن کا سا منظر تھا۔شہروز نے انھیں گھر چلنے کی پیشکش کی لیکن وہ نفی میں سر ہلاتیں وہی بیٹھی رہیں۔دفعتاً جوجی تیز قدموں سے بھاگتا راہداری میں داخل ہوا۔حیدر کے قریب پہنچتے ہی اس نے حیدر کا کندھا ہلایا۔حیدر نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تو اسی پل رابعہ خاتون نے بھی اس کا چہرہ دیکھا۔حیدر کی سرخ سوجھی ہوئی آنکھیں جن میں اب بھی نمی تیر رہی تھی۔اس کا چہرہ شکستگی کا مظہر تھا۔کسی ہارے ہوئے جواری کا حال جس نے اپنی ساری جمع پونجی ہار دی ہو۔

"حوصلہ کر یار!"جوجی نے نرمی سے تسلی دی۔حیدر آنکھیں رگڑتے ہوئے سر دوبارہ جھکا لیا۔ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے جب محسن بھاگتا ہوا آیا۔

"ح۔۔حیدر۔۔۔خضرا؟"اس کا انداز بوکھلایا ہوا تھا۔شہروزاور فیروز صاحب نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور پھر سر جھکا گئے۔

حیدر جھٹکے سے اٹھا اور محسن کی گردن دبوچ لی۔

"ت۔۔تونے مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔"اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔اسی پل اس کی آنکھیں پھر بہنے لگیں۔رابعہ خاتون نے سر اٹھا کر حیدر کو دیکھا۔

"اللہ کی قسم مجھے نہیں پتا تھا۔یار مجھے پتا ہوتا میں کبھی تجھ سے نہیں چھپاتا۔۔" محسن کی آواز بھی بھرانے لگی۔حیدر نے جھٹکے سے اس کی گردن چھوڑ دی۔

"میں مر جاؤں گا۔۔میری پری کو بچالے کوئی۔۔میں کیا کروں۔۔میرا دماغ کام نہیں کر رہا۔۔میرا سر پھٹ رہا ہے۔۔میری پری کو بچالے اللہ۔۔۔"وہ غمگیں انداز میں کہتا دوبارہ بینچ پر بیٹھا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی اس کی دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔اس کی حالت دیکھ بمشکل چپ ہوئیں رابعہ خاتون بھی رونے لگیں۔

کچھ دیر گزرتی تو حیدر بے چینی سے راہداری میں گھومتا مختلف ڈاکٹروں کو جا پکڑتا۔ڈاکٹرز کہتے رہ جاتے کہ اب مزید کوئی ٹریٹمنٹ دینا ممکن نہیں۔۔ لیکن وہ نہ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سمجھتا اور انھیں کھینچتا ہوا ساتھ خضرا کے قریب لاتا۔

"کوئی تو راستہ ہو گا۔۔اسے بچا لو۔۔اسے کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گا۔۔" وہ بے چارگی سے ہاتھ جوڑ کر کہتا۔

"دیکھیے ہم تو خود آپ کی طرح بے بس ہیں۔اللہ ہی کر سکتا ہے جو کر سکتا ہے۔ہم تو کمزور سے لوگ ہیں کوشش ہی۔۔"

حیدر ان کی بات سننے کے بجائے خضرا کو پکارنے لگتا۔

"پری! پری! یار اٹھ جا۔۔پری!" بار بار اس کا گال تھپتھپاتا۔پھر بے بسی سے روتا ادھر ادھر چکر کاٹنے لگتا۔وہ جیسے کسی سولی پر لٹکا ہوا تھا۔ساری رات اس نے یوں ہی راہداری کے چکر کاٹتی گزار دی۔کبھی اس کے قریب آکر بیٹھ جاتا تو کبھی اسے پکارنے لگتا۔ڈیوٹی پر موجود ہسپتالی عملہ اس کی بے قراری اور تڑپ پر تاسف سے اسے دیکھتے رہ جاتے۔

قریباً فجر کے قریب خضرا کے وجود میں حرکت ہوئی۔حیدر جو اس کے قریب بیٹھا یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا۔

"پری !پری۔۔آنکھیں کھول نا۔۔میری جان !اوئے۔۔پری !نہیں کر ایسا۔۔میں کیسے رہوں گا۔۔"حیدر تیزی سے کہتا اس کے قریب جھکا۔خضرا نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں۔حیدر کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"پری!۔۔"

"حی۔در۔۔امم۔۔می۔۔"وہ بمشکل بولی۔

"م۔میں یہی ہوں۔دیکھو میں حیدر ہوں۔۔امی بھی یہی ہے۔۔"حیدر بھاگتا ہوا کمرے سے نکلا۔

"اندر آؤ پری نے آنکھیں کھولیں ہیں۔"وہ تیزی سے کہتا واپس اندر آیا۔رابعہ خاتون بھی تیزی سے اندر آئیں۔

"خضرا۔میری بچی !۔"رابعہ خاتون نے اس کا سر سہلاتی رو پڑیں۔خضرا نے نگاہیں حیدر کے چہرے پر ٹکا دیں۔

"ح۔۔حیدر۔۔۔اپ۔نا خیال ر۔۔رکھیے گا۔"اس نے مسکرانے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہی۔

"ام۔۔می۔۔مجھے م۔۔معاف کردی۔۔"

اسی پل وینٹیلیشن الارم بجنے لگا۔حیدر نے نا سمجھی سے قریب چلتی مشینوں کو دیکھا۔اس کا دل بند ہونے لگا۔اسے لگا وہ اپنی سانسیں کھو رہا ہے۔۔

"پری!.."حیدر نے ڈرے ہوئے لہجے میں اسے پکارا۔

مشین کی آواز تیز ہوتی گئی۔ تبھی ڈاکٹرز بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔اسے پیچھے ہٹا کر وہ فوراً بیڈ کے دونوں طرف آ کھڑے ہوئے۔پری!پری۔۔آنکھیں کھول نا۔۔میری جان!اوئے۔۔پری!نہیں کر ایسا۔۔میں کیسے رہوں گا۔۔"حیدر تیزی سے کہتا اس کے قریب جھکا۔خضرا نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں

"یہ۔۔کیا کر رہے ہو؟۔۔ابھی بول۔۔رہی تھی یہ۔۔"حیدر تیر کی تیزی سے آگے آیا۔اور خضرا کا ہاتھ چھڑوایا۔

"اللہ آپ کو صبر دے۔"دوسرے ڈاکٹر نے کہتے ہوئے مشین کی تار ہٹائی۔

"اللہ!اللہ!میری بچی!اللہ۔۔"رابعہ خاتون زمین پر بیٹھتی چلی گئیں۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔یہ کیسے جا سکتی ہے۔۔"حیدر کبھی تاریں ہٹاتے ڈاکٹر کے پاس جاتا

تو کبھی خضرا کے بے حس و حرکت وجود کو ٹٹولتا۔

"پری! پری! اوئے۔۔پری! اٹھو۔۔ایسا کیسے ہو سکتا۔یار۔۔نہیں کرو یہ۔۔" حیدر بوکھلائے انداز میں خضرا کا چہرہ تھپتھپا رہا تھا۔ڈاکٹر نے تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی اور کمرے سے نکل گئے۔کمرے میں رابعہ خاتون کی رونے کی آواز گونج رہی تھی۔شہروز بھی قریب افسوس میں گھرا کھڑا تھا۔

"پری! اٹھ جاؤ۔۔پری۔۔پری۔۔!پری۔۔۔" حیدر رونے لگا۔

"یار یہ نہیں کرو میرے ساتھ۔۔پری!۔۔اللہ۔۔۔یہ نہیں ہو سکتا۔۔" حیدر سر پکڑتا وہیں بیٹھتا چلا گیا۔

حیدر کی دردناک چیخوں نے سب کے دل لرزا دیے تھے۔وہ بری طرح کرلاتا پری کو پکارتا رہا۔۔لیکن وہ ان پکاروں سے بہت دور جا چکی تھی۔

وہ ایڑھیاں زمین پر مارتا چلا رہا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان ایڑھیوں سے زمین پھاڑ کر اس سے پہلے اپنی قبر میں جا سوئے۔

****

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کی میت کو ایمبولینس میں ڈالا جا رہا تھا۔ شہر وز اور رابعہ خاتون ایمبولینس میں سوار ہوئے۔ حیدر بے جان قدموں سے ہسپتال کی پارکنگ کی طرف بڑھتا گیا۔

""""حیدر پلیز! کل صبح آ کر لے جایئے گا نا۔۔ بس آج کی ہی تو بات ہے۔۔ پلیز نا ۔۔ بھئی یہ اتنی سی بات نہیں مان رہے آپ۔۔ اتنی مشکل سے امی کو منایا ہے۔"

حیدر کے دل میں شدید درد اٹھ رہا تھا۔ سماعت میں خضرا کی آواز گونجنے لگی۔

"پلیز نا میرے پیارے حیدر نہیں ہیں۔ پلیز۔۔" حیدر نے کار کی چھت سے سر ٹکایا اور پھر رونے لگا۔ یہ خیال ہی جان نچوڑ دینے والا تھا کہ وہ اپنا سب سے قیمتی سرمایہ کھو چکا ہے۔ یہ اذیت روح کو تڑپائے دے رہی تھی کہ وہ اب کبھی اس کی آواز نہیں سن پائے گا۔۔

حیدر کا نام مختلف انداز میں پکارنا۔۔ کبھی پیار سے تو کبھی خفگی سے۔۔ کبھی لاڈ سے تو کبھی غصے سے۔۔

"حیدر؟ کیا آپ میری چھوٹی سی بات نہیں مان سکتے۔"۔۔

"اللہ کاش میں کل کے دن اس کی بات نہ مانتا۔۔ اسے اپنے ساتھ لے جاتا۔۔ یا میں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بھی ساتھ ہی مر جاتا۔۔" وہ روتے ہوئے خود سے کہہ رہا تھا۔ آتے جاتے لوگ اسے یوں بچوں کی طرح سسکیاں لیتے دیکھ رہے تھے۔ لیکن اس کا غم بہت بڑا تھا۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو چکا تھا۔

"مجھے کیوں زندہ رہنے دیا۔۔۔ میں اب کیسے رہوں گا اپنی پری کے بغیر۔ میں نہیں رہ پاؤں گا۔۔" وہ روتے ہوئے خود سے کہتا رہا۔ کافی دیر وہ یوں ہی کھڑا روتا رہا۔ پھر یک دم اس نے دونوں ہاتھوں سے آنسو پونچھے اور کار میں سوار ہوا۔ ابھی وہ کار میں بیٹھا ہی تھا کہ اس کی آنکھیں پھر ڈبڈبانے لگیں۔

"لگ جائے گی حیدر! پیر سے توڑیں نا۔" اس کی آواز نے پھر اس کا دل چیرا۔

"پری! میری چھوٹی سی تکلیف پر تڑپ جاتی تھی تم۔۔ ابھی میں مر رہا ہوں۔۔ تم کہاں ہو۔۔؟" اس نے اسٹیئرنگ پر سر ٹکا دیا۔ اس کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے دل تھا جو پھٹا جا رہا تھا۔ کئی منٹ وہ یوں ہی سر جھکائے سسکتا رہا۔ پھر سر اٹھایا۔۔ اس کی آنکھوں میں اس بار دہکتی ہوئی آگ تھی۔ یہی آگ دل و دماغ سے ہوتی سارے وجود کو لپیٹ میں لینے لگی۔

"پری کو بعد میں دفناؤں گا۔۔ پہلے تیری موت ہو گی پنچولی استاد!" وہ نفرت سے

پھنکارا اور کار اسٹارٹ کی۔اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں آگ بہہ رہی تھی۔وہ تیز رفتاری سے کار پارکنگ سے نکالتا لے گیا۔

****

ابھی اڈے پر فقط چند ہی لڑکے تھے۔ محسن بھی وہیں موجود تھا۔ہال میں بیٹھا کسی پریشان کن سوچ میں گم۔۔دفعتا ایک جھٹکے سے اڈے کا دروازہ کھلا۔حیدر تیز قدموں سے چلتا اندر بڑھتا گیا۔اسے دیکھ کر لڑکوں کے چہرے لٹھوں کی مانند سفید پڑے تھے۔وہ سب ایک طرف ہونے لگے۔حیدر کسی کو دیکھے بغیر اندرونی حصے میں جا گھسا۔واپس آیا تو ہاتھ میں بھاری مشین گن تھی۔یہ وہی مشین گن تھی جو نادر پنچولی نے اسے روس سے منگوا کر دی تھی۔یہ چند برسٹ مار کر ہی انسان کا نام ونشان مٹا دیتی تھی۔

"حیدر! تو کیا کرنے جا رہا ہے کہاں جا رہا ہے؟" محسن خوف زدہ انداز میں بولا

۔لیکنِ حیدر کوئی جواب دیے بغیر باہر کی جانب بڑھ گیا۔سب لڑکے ایک دوسرے کو خوف زدہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"اب کیا ہو گا؟" ایک نے متوحش انداز میں کہا۔

"وہ استاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔" مٹھو نامی لڑکے نے بے پرواہی سے کہا۔

"لیکن مجھے ایسا نہیں لگ رہا اس کا چہرہ دیکھا تھا۔"

"ہاں دیکھا تھا۔۔ لیکن اب ایک لڑکی کے لیے وہ اپنے بھائی کو تھوڑی مارے گا۔"

"تو مشین کیوں لے گیا؟ تو بھائی کو فون کر۔۔"

اس کے کہنے پر دوسرے، لڑکے نے فون نکالا اور نادر کا نمبر ملایا۔

محسن نے مزید کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ حیدر کی باری میں کچھ نہیں کر پایا تو اس بار بھی کچھ نہ کرنے کی ٹھان کر وہیں بیٹھ گیا۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ حیدر نادر کو نہیں چھوڑے گا۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ حیدر کو نہیں روک سکتا۔ اب کوئی حیدر کو نہیں روک سکتا تھا۔

****

"نادر آپ کا فون بج رہا ہے۔" نادر کی بیوی نے اس کے مسلسل بجتے فون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ نادر کسمسایا۔

"چھوڑو۔۔ بند کر دو۔۔ اتنے دن بعد سکون کی نیند نصیب ہوئی ہے۔۔۔" وہ کسمسا کر

کروٹ بدل گیا۔ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے جب گیٹ بجنے لگا۔

نادر اپنی جگہ سے ٹس سے مس تک نہ ہوا۔اس کی بیوی اٹھ کر باہر آئی۔گیٹ کھولا تو سامنے حیدر مشین گن لیے کھڑا تھا۔وہ دھک سے رہ گئی۔

"ح۔۔حیدر۔۔"وہ اسے مزید کچھ کہتی اس سے قبل ہی حیدر نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہوا ایک کمرے کی جانب بڑھا۔

"نادر۔۔۔ناد۔ر۔۔"وہ چلائی تھی۔حیدر نے اسے کمرے میں دھکیل کر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔اور خود بیڈروم کی جانب بڑھ گیا۔نادر جو بیوی کے چیخنے سے اٹھ بیٹھا تھا حیدر کو یوں کمرے میں داخل ہوتا دیکھ حیران رہ گیا۔

"چیتے۔۔تو آگیا۔۔یار دیکھ میرے پاس کوئی اور راستہ ہی نہیں تھا۔۔علاقہ لاوارث ہوتا جارہا تھا۔۔تیرے کو سمجھایا تھا نا جگر۔۔"

"کیوں مارا اسے۔۔۔"حیدر دھاڑا۔

"کیوں مارا۔۔۔"اس کی گونجدار چیخ سے درودیوار تک گونج اٹھے۔

"میرا جگر میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔لیکن۔۔اور یہ کیا تو مشین گن اٹھا لایا؟پاگل ہوا

جا رہا ہے کیا۔" نادر کو اب بھی یقین تھا کہ وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

"دیکھ تو جانتا ہے ہمارے دھندے میں یہ سب نہیں چلتا۔۔ بات بڑھتی ہے تو اسے پھر قابو کرنے کے لیے یہی سب کرنا پڑتا ہے۔۔ دیکھ افسوس ہے مجھے لیکن کیا کر سکتے ہیں۔۔ اس کی موت میرے ہاتھوں ہی لکھی تھی۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔ اب۔۔ معاف کر دے۔۔ لیکن غلطی بھی تو تیری ہے نا؟، ایسے بھائی کو چھوڑ کر جاتا ہے کوئی؟"

"شش! چپ! بہت بول لیا۔۔ بالکل چپ کر۔۔۔!" حیدر نے سرخ آنکھیں اس پر جماتے ہوئے مشین گن تان لی۔

"بھائی مت بول خود کو۔۔ تیرے جیسے نہیں ہوتے بھائی! سمجھا۔۔ نہیں ہوتے ۔۔ نہیں ہوتے تیرے جیسے بھائی۔۔" وہ دھاڑا۔۔ اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔

"اوئے یہ تو رو رہا ہے؟ چیتے۔۔

"شششش! چپ کر۔۔" حیدر غرایا۔

"میری زندگی ختم کر کے پوچھ رہا ہے کہ میں رو رہا ہوں؟ اس معصوم نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔۔ مجھے مارتا۔ مجھ سے لڑتا نا۔۔ اتنی مردانگی تھی تو مجھے مارتا۔۔ اس ننھی سی جان کو

تو نے۔۔"حیدر کی آواز بھرا گئی۔

"وہ میرا سب کچھ تھی۔۔میری زندگی تھی۔۔تجھے یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ تجھے میں معاف کروں گا؟ہاں؟میری پری کو مارا ہے نا تو نے۔۔"حیدر اپنے آپ میں نہیں لگ رہا تھا۔اس کی آواز میں اس قدر درد تھا کہ نادر کو لگا وہ سن نہیں پائے گا۔

"میری جان! دیکھ میں نادر ہوں تیرا بھائی۔۔آج تک میں نے تجھے سب کچھ دیا نا۔۔"

"ہاں دیا۔۔وہ دیا جو نہیں چاہیے تھا۔۔جو چاہیے تھا وہ چھین لیا۔۔۔"نادر کی آواز شدت سے غم سے پھٹنے کو تھی۔اس کی آنکھوں میں نادر کے لیے قہر تھا۔

"میں نے خود سے وعدہ کیا تھا۔۔یہ دھندا چھوڑنے کے بعد جو مجھے چھیڑے گا میں اس کا وہ حال کروں گا کہ اس کی سات نسلیں اس کے انجام کو روئیں گی۔۔۔لیکن تو نے حد کر دی۔۔مجھ سے میری زندگی چھین لی۔۔سب کچھ چھین لیتا۔۔زندگی بخش دیتا۔۔تم نے سب کچھ دیا استاد زندگی نہیں دی۔۔"

"دیکھ جگر۔۔میری بات۔۔

"ششش!"حیدر نے اسے خاموش کروایا۔

"سب چھین لیتے۔۔زندگی بخش دیتے۔۔" حیدر ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم نے اپنی زندگی میں دو غلطیاں کر دیں ان دو غلطیوں نے ہی تمہیں برباد کیا۔ پہلی غلطی مجھ سے میری زندگی چھین کر کی۔ دوسری غلطی مجھے زندہ چھوڑ کر۔۔ پہلی غلطی میرے لیے قیامت بن کر آئی ہے۔۔اور دوسری تیرے لیے موت بن کر۔۔ یہ علاقہ چاہیے تھا نا تجھے۔۔؟اب تیرے ٹکڑوں کو دفنانے کے لیے دس انچ کا گڑھا ہی کافی ہو گا۔ موت مبارک ہو پنچولی استاد۔۔ تیرا چیتا ہی تجھے چبا گیا۔۔۔" حیدر نے سفاکیت سے کہتے برسٹ چھوڑ دیا۔ نادر کی آنکھوں میں بے یقینی سا کت رہ گئی۔ کافی دیر تک روشن اپارٹمنٹس گولیوں کی گونج سے گونجتا رہا۔ جب وہ گھر سے نکلا تو اس کے سارے وجود پر خون کے چھینٹے تھے۔ روشن گلی لوگوں سے بھرنے لگی۔ حیدر مشین گن وہیں پھینکتا نیچے بلڈنگ کے باہر لگے واٹر کولر تک آیا۔۔ لوگ حیرت سے پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ منہ دھو کر کار کی جانب بڑھنے لگا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ خضرا کی آمد سے پہلے والا حیوان حیدر اس کی موت کے بعد ہر حد سے گزر جانے والا ہے۔

****

"ناظرین ہم آپ کو بہت بڑی خبر سے آگاہ کر رہے ہیں۔۔ کراچی گینگ وار کے

خطرناک ترین پنچولی گینگ کے سردار کا بے دردی سے قتل کر دیا گیا ہے۔۔ کہا جا رہا ہے پنچولی گینگ کے کمانڈر حیدر پٹھان نے نادر پنچولی کے گھر گھس کر اسے بے دردی سے قتل کر دیا۔ بہت بڑی خبر ہے ناظرین ہمارے زرائع سے معلوم ہوا کہ حیدر پٹھان کچھ عرصہ قبل ہی گینگ چھوڑ کر چلا گیا تھا اور آج بہت بڑی خبر آئی ہے دلشاد نگر کے نادر پنچولی کا اسی کے کمانڈر کے ہاتھوں بیہمانہ قتل ہو گیا ہے۔۔ پولیس کی بھاری نفری نے دلشاد نگر کا محاصرہ کر لیا ہے۔۔ مزید جانتے ہیں ہمارے نمائندے عمیر خان سے۔۔ عمیر خان بتایئے گا کیا وجہ بتائی جا رہی ہے اس قتل کی؟"

"دیکھیے ابھی تک کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن علاقہ مکین سے ہماری بات ہوئی ہے لوگوں کا کہنا ہے کہ کچھ عرصے سے نادر پنچولی اور حیدر پٹھان کے درمیان تنازعات بڑھتے جا رہے تھے۔ نامعلوم وجوہات کی بنا پر حیدر پٹھان گینگ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ حیدر پٹھان کچھ ماہ قبل ہی علاقہ بھی چھوڑ گیا آج صبح ٹھیک دس بجے حیدر پٹھان کو بھاری ہتھیار لیے اندر جاتا دیکھا گیا اور کچھ دیر بعد ہی روشن اپارٹمنٹس گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونجنے لگا۔۔"

"پولیس سے بات ہوئی آپ کی ان کا کیا کہنا ہے؟ کیا وجہ تھی؟ کیا وہ کچھ بتا پائے ہیں؟

"

"نہیں ابھی تک کوئی وجہ سامنے نہیں آسکی ہے۔۔"

"کیالاش کاپوسٹ مارٹم کیاجائے گا؟ کیالاش کویہاں سے اٹھالیاگیاہے یاابھی تک وہیں۔

"پولیس کا کہنا ہے کہ لاش پوسٹ مارٹم کے لائق نہیں ہے۔۔ قتل بہت بے دردی سے کیاگیاہے جسم کا کوئی حصہ اس قابل نہیں کہ اسے اٹھایاجاسکے۔۔ فرانزک ٹیم کچھ دیر قبل ہی یہاں پہنچی ہے اور پلاسٹک بیگ میں جسم کے ٹکڑے جما کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔۔ بلڈنگ کے نیچے ہی بھاری مشین گن بھی پائی گئی ہے عینی شاہدین کا کہنا ہے حیدر پٹھان نے خود ہتھیار کو یہاں چھوڑااور یہاں سے کار میں سوار ہو کر چلا گیا۔"

"بہت شکریہ عمیر خان! ناظرین یہ آج کی بڑی اور اہم خبر ہے کراچی کو خون میں نہلانے والا نادر پنچولی اپنے ہی کمانڈر کے ہاتھوں بے دردی سے قتل ہو گیا ہے۔ فرانزک ٹیم اس کی لاش کے ٹکڑے جمع کرنے میں مصروف ہے۔۔۔ حیدر پٹھان اور نادر پنچولی کے درمیان کیاتنازعہ تھا؟ اب دلشاد نگر کااگلاوارث کون ہوگا؟ کیا حیدر پٹھان نے علاقے کی سرپرستی کے لیے اپنے لیڈر کو قتل کیا کئی سوالات نے جنم لیا

ہے۔۔ لیکن ابھی تک کوئی مصدقہ خبر سامنے نہیں آسکی ہے۔"

محسن یک ٹک سامنے چلتی ایل ای ڈی اسکرین کو گھور رہا تھا۔ وہ اپنے احساسات سمجھنے سے یکسر قاصر تھا۔ اڈے کو گینگ کے لڑکوں نے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا۔ اس وقت ان سب کے لیڈر محسن اور راجو تھے۔ یہی روایت تھی لیڈر کے قریب ترین لوگ ہی ان کی موت کے بعد گینگ کا چارج سنبھالتے تھے۔ گینگ کے لوگ تیزی سے اڈے کے باہر جمع ہو رہے تھے۔ بہت سے لڑکے جو پہلے ہی اسی چیز کی توقع کر رہے تھے پر سکون تھے۔ جبکہ کچھ بے یقین تھے۔

****

حیدر فیروز صاحب کے گھر میں داخل ہوا تو عورتیں سہم کر ایک طرف ہونے لگیں۔

"یہ واپس آگیا۔۔ اسے بھیجو یہاں سے میری بچی کا قاتل یہی ہے۔۔ دفع ہو جاؤ۔۔۔ دفع ہو جاؤ ذلیل انسان۔۔۔" رابعہ خاتون اسے دیکھتے ہی ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگیں۔ اس کے خون آلود کپڑے دیکھ کر فیروز صاحب نے اچنبھے کا اظہار کیا تھا۔ حیدر پتھر وجود لیے تابوت میں پر سکون نیند سوئے وجود کے قریب آیا۔ عورتیں اس کا انداز دیکھتیں ایک طرف ہونے لگیں۔ حیدر گھٹنوں کے بل اس کے سرہانے بیٹھ

گیا۔اس کی نگاہ خضرا کی بند پلکوں پر پڑیں تو آنسو تیزی سے بہنے لگے۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے آخری بار اس کا چہرہ چھوا ایک بار پھر ضبط کا بندھن ٹوٹا اور حیدر کو بچوں کی مانند تڑپ کر روتے ہوئے سارے زمانے نے دیکھا۔اسے یوں روتا دیکھ باقی افراد بھی دل پر جبر نہ کر سکے تھے۔اس کی سسکیاں دلوں کو چیر رہی تھیں۔وہاں ہر ایک،ایک دوسرے کو تسلی دے رہا تھا سوائے حیدر کے۔۔اسے کسی نے چپ نہیں کروایا۔وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی تنہا ہی تھا۔وہ جی بھر کے اپنی پری کو دیکھ لینا چاہتا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا آج کے بعد وہ اسے دیکھ نہیں پائے گا۔وہ بلکتا جاتا تھا اور اسے دیکھتا جاتا تھا۔اس کی میت کو کندھا دینے سے اس کا وجود لحد تک اتارنے تک وہ بلکتا رہا تھا۔سب اسے دفنا کر لوٹ گئے تھے سوائے حیدر کے۔۔وہ وہیں بیٹھا رہا۔۔اس کی قبر سے لپٹ کر روتا رہا۔اسے اب ساری زندگی روتے رہنا تھا۔

****

تین ماہ بعد !

اڈے کا ماحول یک دم بدلا ہوا تھا۔حیدر وہیں موجود تھا لیکن کون کہے کہ وہ وہی خوبصورت سا زندگی سے بھرپور حیدر ہو سکتا ہے۔اس کی رنگت چند مہینوں میں ہی

جل گئی تھی۔ بال سامنے سے اڑ رہے تھے۔اس کی آنکھوں کے گرد گہرے ہلکے تھے۔آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ دفعتاً محسن حیدر کے قریب آیا۔

"استاد! " محسن نے پکارا۔حیدر نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"پچھلی گلی سے رضوان کی ماں آئی ہے۔ بائیس ہزار مانگ رہی ہے۔اس کی بیٹی کا آپریشن ہے۔"

حیدر نے فقط سر ہلایا تھا۔ محسن گہری سانس بھرتا اندر کی جانب بڑھا واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ہزار کے کئی نوٹ تھے۔وہ سیدھا باہر کی جانب، بڑھ گیا جہاں ایک عورت کھڑی تھی۔ محسن نے خاموشی سے پیسے اس کی جانب بڑھا دیے۔ عورت دعائیں دیتی وہاں سے جانے لگی۔

"اب ان دعاؤں کی کہاں ضرورت رہی ہے اس کو۔۔" وہ بڑبڑاتا واپس آیا۔

حیدر کریسٹل نامی نشہ کر رہا تھا۔ محسن نے کچھ کہنا ہی چھوڑ دیا تھا۔وہ کچھ نہیں سنتا تھا نہ کچھ کہتا تھا۔نادر کی موت کے ایک ہفتے بعد ہی وہ واپس آیا تھا اس نے علاقے کا چارج سنبھال لیا تھا۔ کسی کو امید نہیں تھی کہ دلشاد نگر اب پرامن رہے گا۔ لیکن توقع کے

برعکس حالات یکسر تبدیل ہو گئے تھے۔اب یہاں گلی گلی میں فساد نہیں ہوتے تھے۔بھتے کا سارا پیسہ دلشاد نگر کے ضرورت مند لوگوں کو بانٹ دیا جاتا تھا۔حیدر کسی سے نہیں ملتا تھا۔سارے کام محسن نبٹاتا تھا۔وہ فقط صبح اڈے پر آتا اور شام خضرا کی قبر پر گزرتی تھی۔وہ بظاہر زندہ ضرور نظر آتا تھا لیکن سب جانتے تھے حیدر نہیں رہا تھا۔اس کی مسکراہٹ۔۔اس کی ہنسی۔۔آنکھوں کی چمک۔۔غصہ۔۔نفرت سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔کئی بار مخالف گینگز سے گینگ وار کی پیشکش آتی. لیکن حیدر کسی سے لڑنے میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔لیکن محسن اور علاقہ مکینوں نے کسی علاقے کی گینگ کو دلشاد نگر تک رسائی نہ دی تھی۔علاقہ مکین حیدر پر جان چھڑکنے لگے تھے۔وہ سوال کیے بغیر لوگوں کو پیسے بانٹ دیا کرتا تھا۔محسن اور باقی گینگ کے لڑکے بھی اب آہستہ آہستہ اس کی منشا کے مطابق لوگوں کی مدد کرتے تھے۔

وہ بھی ایک عام سا ہی دن تھا جب وہ اپنی پری کی قبر پر دو زانو بیٹھا تھا۔

"سب کچھ بھول جاتا ہوں۔۔اتنا نشہ کرتا ہوں۔۔۔تو نہیں بھولتی۔۔تیری باتیں بہت یاد آتی ہیں پری! تجھے پتا ہے تیرا حیدر بھی زندہ نہیں ہے۔۔بس سانس ہی لیتا ہے۔۔تیرا آنا میری زندگی کی شروعات تھی اور تیرا جانا میری موت۔۔کوئی خواہش

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نہیں ہے میری۔۔کچھ بھی نہیں ہے۔۔بس اس دن کا انتظار ہے جب یہ سانسوں کی کھوکھلی ڈور بھی ٹوٹ جائے گی۔یہی تیرے برابر میں آکر سوؤں گا۔۔ابھی سے یہ قبر کی زمین خرید لی ہے۔"حیدر نے اس کی قبر کے برابر میں خالی جگہ پر نگاہ ڈالی۔یہ سچ تھا۔۔حیدر نے چند دن قبل ہی تو یہ زمین خریدی تھی اور محسن کو بھی بتایا تھا کہ یہ اس کی قبر کی جگہ ہے۔وہ ہر روز یہاں آکر گھنٹوں اس کی قبر کے سرہانے بیٹھا اس سے باتیں کرتا اور رات گئے اٹھ کر جاتا۔۔وہ گھر بھی اس نے کسی کو خریدنے نہیں دیا تھا۔وہ کھڑکی اب بھی اس کے لیے ویسے ہی اہم تھی۔وہ کبھی تو ساری رات پارکنگ میں بیٹھا اس کھڑکی کو یک ٹک گھورتا تھا۔اس رات بھی وہ گھر کے لیے نکلا تھا جب دلشاد نگر میں داخل ہوتے ہی اس پر حملہ کیا گیا۔اس کے نتیجے میں اس کی ریڈھ کی ہڈی اور بازو ناکارہ ہو گئے تھے۔وہ اب اسی فلیٹ کا ہو کر رہ گیا تھا۔اس کے پاس کیا رہا تھا؟ کچھ بھی نہ رہا تھا۔۔لوگ بہت کچھ کہتے تھے۔کوئی کہتا خضرا نے اسے مار دیا۔کوئی کہتا حیدر نے خضرا کو مار دیا۔۔کوئی کہتا محبت ان کو کھا گئی تو کوئی کہتا بد دعائیں اور حیدر کے کیے گئے ظلم انھیں لے ڈوبے۔لیکن حقیقت صرف اتنی ہی تھی کہ سب تباہ ہو گیا تھا۔کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔نا محبت۔۔نا طاقت۔۔نا نفرت۔۔سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔۔سب کچھ !

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ختم شدہ

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین